

مدخل احکامات

افادات

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمد حسن گنگوہی زیدکم

مفتی اعظم ہند

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

مرتب

محمد فاروق غفرلہ

پیشگی گرامر چیل: پاسبان حق 1



مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ڈاکٹر خانہ پھونڈہ
نوگڑہ پیرھاپور روڈ میرٹھ، یوپی

ملاحضات

افادات

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود علی گنگوہی

مفتی اعظم ہند

مرتب

محمد فاروق غفرلہ

ناشر

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ڈاکٹر پشاور
نوگزہ پیرھایہ پورہ مدینہ یونی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام کتاب

حدودِ اختلاف

افادات: فقیر الامت با مع الشریعت

حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب

نگوہی زید محمدی مفتی اعظم ہند

مرتب: محمد فاروق غفرلہ

کتابت: محمد سفیان اعظمی

صفحات: ۲۲

سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ

تعداد: ایک ہزار

قیمت:

ناشر

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ

نوگڑہ پیر، ٹاپوڑ روڈ، میدیہ، یوپی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴	گفتگو میں بے احتیاطی کا وبال	۱۴	تقریظ
۱۵	حدیث ۵	۱۵	عرض مرتب
۲۲	بلا تحقیق گفتگو کرنا	۲۲	آیت ۱
۲۳	حدیث ۶	۲۳	"
"	بہتان تراشی اور لعن طعن کرنا	۲۴	"
۲۴	حدیث ۷	۲۴	"
"	کسی کو کافر کہنا	۲۵	"
۲۵	حدیث ۸	۲۵	"
۲۶	"	۲۶	"
"	طعن زنی اور فحش گوئی	۲۷	"
۲۷	حدیث ۹	۲۷	"
"	حدیث ۱۰	۲۸	چہل حدیث
۲۸	عیب گوئی	۲۸	زبان کی حفاظت
"	حدیث ۱۱	۲۹	حدیث ۱
۲۹	حدیث ۱۲	۲۹	"
"	آبروریزی	۳۰	"
۳۰	حدیث ۱۳	۳۰	"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸	حدیث ۲۳	۳۹	عصیت
"	حسد و بغض	"	حدیث ۱۴
۴۹	حدیث ۲۴	"	۱۵
"	بدترین لوگ	۴۰	۱۶
"	حدیث ۲۵	"	حدود میں سفارش
۵۰	ضبطِ غصہ	۴۱	فضیلت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
"	حدیث ۲۶	۴۲	عدل جہانگیری منظوم
۵۱	حدیث ۲۷	۴۳	ترکِ تعلق
"	حدیث ۲۸	۴۴	حدیث ۱۷
۵۲	حدیث ۲۹	"	۱۸
"	غیبت کا سُنا	۴۵	۱۹
"	حدیث ۳۰	"	مومن کو فریب دینا
۵۳	سُنی سُنائی بات بیان کرنا	"	حدیث ۲۰
۵۴	حدیث ۳۱	۴۶	بدگمانی
"	دل میں کدورت نہ ہونا	"	حدیث ۲۱
"	حدیث ۳۲	۴۷	مخالف کی تکلیف پر اظہارِ خوشی
۵۵	" ۳۳	"	حدیث ۲۲
۵۶	ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا	۴۸	کسی کو مصیبت زدہ دیکھے تو یہ عا پر ہے
"	حدیث ۳۴	"	باہمی تعلقات کی استواری
"	حدیث ۳۵	"	اور فساد ذات البین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۷	شاہجہاں کی بلند حوصلگی	۵۷	جگرے کا ترک کرنا
۶۸	اختلاف رائے	"	حدیث ۳۶
۶۹	صحابہ کرام رض و تابعین میں	۵۸	مذمت کبر
۷۰	اختلاف رائے	"	حدیث ۳۷
۷۱	ایک شبہ اور جواب	"	۳۸
۷۲	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۵۹	تواضع اور کبر
۷۳	حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما	"	حدیث ۳۹
"	قیصر روم کے خط کا جواب	۶۰	انجام ظلم
۷۵	حضرت علی رض سے استفسار	"	حدیث ۴۰
۷۶	حضرت علی رض کے اوصاف	۶۱	"
۷۷	حضرت علی رض کی شہادت پر	"	"
۷۸	حضرت معاویہ رض کا رد نام	"	"
۷۹	حضرت علی رض کا اپنے مخالفین	۶۲	معافی
۸۰	کے ساتھ برتاؤ	"	حدیث ۴۱
۸۱	حضرت علی رض اور حضرت عائشہ رض	"	۴۲
۸۲	حضرت علی بن یاسر اور حضرت عائشہ رض	"	"
۸۳	حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر رض	۶۵	اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۸۴	حضرت عائشہ رض اور حضرت ام حبیبہ رض	"	امام مالک امام احمد بن حنبل
"	حضرت ابوبکر رض اور حضرت فاطمہ رض	"	ابراہیم بن ادہم
۸۵	حضرت حسین بن علی رض اور حضرت عبداللہ بن عمر رض	"	درغولذقیبت
			عالمگیر کا دشمن کے ساتھ سلوک

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	۸۶ امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں		حضرت عمرؓ اور حضرت حسین بن علیؓ
۱۰۰	مخالف مسلک کا احترام کرنا	۸۷	حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ ابن طلحہؓ
"	امام مالکؒ کا مؤطا پر لازمی عمل	۸۸	حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ
"	کی مخالفت کرنا	۸۹	حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ
۱۰۱	مکتوب لیث بن سعدؓ بنام امام مالکؒ	۹۰	حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۱۰۳	امام اعظمؒ اور امام مالکؒ	۹۱	حضرت ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ
۱۰۴	امام مالکؒ اور امام ابن عیینہؒ	۹۲	حضرت عمرؓ کا اپنے قاتل کے ساتھ سلوک
۱۰۵	امام مالکؒ اور امام شافعیؒ	"	حضرت علیؓ کا اپنے قاتل کے ساتھ سلوک
۱۰۶	امام اعظمؒ کے باریکیں محدثین کی رائیں	۹۳	حضرت حسنؓ کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک
"	شعبہ بن حجاجؒ کا ارشاد	"	حضرت عائشہؓ اور حضرت حسنؓ
۱۰۹	یحییٰ بن سعید قطانؒ کا ارشاد	۹۴	سعید بن العاصؓ سے نماز جنازہ پڑھوانا
۱۰۸	عبداللہ بن مبارکؒ کا ارشاد		فروعی مسائل کے اختلاف میں
۱۱۱	امام مالکؒ کا ارشاد	۹۵	علامہ نور شاہ صابؒ کی رائے
"	امام شافعیؒ کا ارشاد	۹۸	ائمہ مجتہدینؒ کا طرز عمل
	فضل بن موسیٰ سینائیؒ کا ارشاد	"	امام شافعیؒ کا ارشاد
	امام شافعیؒ کے بارے میں بعض	"	امام اعظمؒ کا ارشاد
۱۱۳	علماء کی رائیں	"	امام شافعیؒ کا حسن ادب
"	ابن عیینہؒ کا ارشاد	۹۹	اشکال اور جواب
"	یحییٰ بن سعید قطانؒ کا ارشاد		امام شافعیؒ کا امام اعظمؒ
"	عبداللہ بن حکمؒ کا ارشاد	"	کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۶	مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ کا حسن ادب	۱۱۳	امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ
۱۲۸	حضرت سہارن پوریؒ اور حضرت شیخ رحمہ	۱۱۴	سید احمد شہید رحمہ
"	کا اختلاف رائے	"	تجکیر ادا کی فوت ہونے پر تنبیہ
"	حضرت مدنی رحمہ اور مولانا طفر احمد صاحب	۱۱۷	لفظ مردود کہنے پر تنبیہ
"	کا واقعہ	"	شرک فی النبوة
۱۳۱	حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ میں اختلاف رائے	۱۱۸	مولانا اسماعیل شہید رحمہ
"	مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی	"	میلہ میں جانے پر تنبیہ
"	کی بیعت کا واقعہ	۱۱۹	شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ
۱۳۲	مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا عبدالماجد صاحب	"	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ
"	بیشک وہ مجدد تھے	۱۲۰	مولود شریف میں شرکت کے انکار
"	مکتوب حضرت مدنی رحمہ	۱۲۱	مولانا نصیر الدین صاحب کا اپنے شیخ سے اختلاف
۱۳۳	مولوی احمد حسن سنہجلیؒ کے باریکیں	"	حضرت گنگوہی رحمہ کا ارشاد
"	حضرت مدنی رحمہ کا ارشاد	۱۲۲	مولانا خلیل احمد صاحب
۱۳۴	مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا خدا بخش ملتانی رحمہ	"	مولانا احمد حسن سنہجلی سے مکالمہ
۱۳۵	مکتوب حضرت مدنی بنام زاہد حسین رحمہ	۱۲۳	حضرت تھانویؒ سے مکاتبت
"	مکتوب حضرت مدنی بنام سید علی آفندیؒ	۱۲۴	حضرت شیخ الہند قدس سرہ
			حضرت حکیم الامتؒ کا طرز عمل
			مولوی محمد رشیدؒ کی حق گوئی
			اور حسن ادب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۵	خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی امامت	۱۳۵	مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا عبدالحق مدنی
۱۳۶	حضرت مدنی اور علامہ نور شاہ کشمیری	۱۳۶	مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا سید محمد میاں صاحب
۱۵۰	حضرت مدنی رحمہ اللہ اور مولانا عبد اللہ فاروقی	۱۳۸	حضرت تھانوی کا برائی سے ذکر کرنے پر ڈانٹنا
۱۵۱	مکتوب حضرت مدنی رحمہ اللہ	۱۳۹	حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تھانہ بھون تشریف آوری
۱۵۲	سیتارام شکل کا بیان	۱۴۱	حضرت مدنی رحمہ اللہ کی گرفتاری سے صدر منشی نور الحسن صاحب اور ملا سلیمان کا واقعہ
۱۵۳	حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی	۱۴۲	حضرت مدنی رحمہ اللہ کا دارالعلوم میں تقرر
۱۵۴	حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رات پوری	۱۴۵	حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد
۱۵۵	حضرت دہلوی رحمہ اللہ کا طرز عمل	۱۴۶	حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دو خصوصی کمال
۱۵۶	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب الاعتدال	۱۴۷	مقام شہنشاہیت
۱۶۰	حضرت تھانوی اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کا اختلاف	۱۴۸	مکتوب حضرت تھانوی بنام مولانا عبد الحمید
۱۶۱	ہمارا طرز	۱۴۹	ایضاً
۱۶۲	اہل حق میں اختلاف اور اس کی وجہ	۱۵۰	ایضاً
۱۶۳	اہل حق کے اتفاق کی صورت	۱۵۱	مولانا عبد الحمید دریا بادی کا تبصرہ
۱۶۴	حضرت تھانوی و حضرت مدنی رحمہ اللہ	۱۵۲	حضرت مدنی رحمہ اللہ کی شان میں نظم
۱۶۵	میں سے حق پر کون ہے؟	۱۵۳	مکتوب حضرت تھانوی بنام مولانا دریا بادی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۳	مکتوب حضرت مدنی رحمہ بنام	۱۴۳	حاکم
۱۸۵	مولانا قاری محمد طیب صاحب	۱۴۵	حضرت تھانوی رحمہ
۱۸۵	ایضاً	۱۴۶	حضرت مدنی رحمہ
"	ایضاً	"	ایک نصیحت
۱۸۶	حضرت فقیہ الامت زید مجدہم	۱۴۷	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ کا فیصلہ
"	تھل کا ایک واقعہ	"	مظاہر علوم کے ایک مدرس اور
۱۸۷	ہارون رشید کا واقعہ	۱۴۸	حضرت شیخ رحمہ
"	بیرون ممالک کا سفر اور پھر	"	حافظ عبدالعزیز رحمہ کام
"	مظاہر علوم میں قیام	"	حضرت شیخ رحمہ کو ڈانٹنا
۱۸۹	مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ سے ملاقات	"	حضرت مدنی رحمہ، حضرت رائے پوری رحمہ
"	مظاہر علوم کے قضیہ میں طرز عمل	۱۴۳	حضرت شیخ الحدیث رحمہ
۱۹۱	مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ کی عیادت	۱۴۷	حضرت مدنی رحمہ اور مولانا محمد الیاس صاحب
"	مولانا انظر شاہ کشمیری کا احترام	۱۴۸	حضرت مدنی رحمہ اور قاری محمد طیب صاحب
۱۹۲	حضرت اور مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم	۱۴۹	ارشاد حضرت تھانوی رحمہ
۱۹۳	حضرت مفتی صاحب اور	"	ایضاً
"	مولانا محمد مسیح اللہ صاحب زید مجدہم	"	ایضاً
۱۹۷	ما تحت مدرس کیساتھ حسن سلوک	۱۸۰	جوش عمل اور ہمت مردانہ
"	ایک ہمعصر مخالف مدرس کے ساتھ	"	اٹھارہ برس حرم نبوی میں
۱۹۸	حسن سلوک	۱۸۱	تحریک جنگ آزادی میں قربانیاں
۱۹۹	اپنے فتویٰ سے رجوع	۱۸۲	حضرت مدنی رحمہ کے اوصاف

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۵	شیخ علی خواص کا ارشاد	۱۹۹	بلا طلب معافی معاف فرمادینا
"	اولیاء اللہ کی محبت	"	سخت کلمہ اور دُعا
۲۱۶	علمائے حق کی اہانت	۲۰۰	مخالفین کے ساتھ خیر خواہی
۲۱۷	حفاظ اور علماء کا مقام	"	اعلیٰ مقام
"	ایضاً	۲۰۳	قضیہ دارالعلوم دیوبند
"	امام اعظم رحمہ کا ارشاد	۲۰۵	اختلاف مظاہر علوم سہارنپور
۲۱۸	علماء کی غیبت	"	علماء میں اختلاف ہو تو عوام
"	علماء سے بغض	۲۰۸	کیا کریں؟
۲۱۹	ادنیٰ مومن کی دل آزاری	۲۱۲	بزرگوں کی شان میں گستاخی کا وبال
"	حضرت مدنی رحمہ کی شان میں	۲۱۳	شیخ احمد رحمہ کا ارشاد
"	گستاخی کا وبال	"	ایک نصیحت
۲۲۰	ایک عورت کو جانکنی کی تکلیف	"	امام ابو تراب بخشی کا ارشاد

ہر قسم کی درسی و غیر درسی کتابیں رعایتی قیمت پر ہم سے طلب فرمائیں۔ ایک بار خدمت کا ضرور موقع عنایت فرمائیں۔

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ علی پور ڈاکخانہ پھیوندہ

نوگزہ پیر ہا پور روڈ، میرٹھ (یوپی)

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات	صفحہ	نمبر شمار	آیات	صفحہ
۱	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ الْأَبْيَدِ	۲۲	۸	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ	۲۶
۲	وَلَا تَنَارِكُوا	۲۳		مِنْ ذِكْرِكُمْ إِنِّي الْآيَةُ	
۳	وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ	"	۹	وَجَعَلُونَ رِزْقَكُمْ الْآيَةَ	۳۸
۴	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	۲۴	۱۰	الْآيَةُ فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ	۸۹
۵	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ	"	۱۱	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ	۲۱۱
۶	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْعَ فُؤُومٌ	۲۵		مِنْ دُونِ اللَّهِ	
۷	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا	۲۶	۱۲	وَرَنَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ	۸۷
	كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ		۱۳	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ	۱۸۴

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	صفحہ	نمبر شمار	احادیث	صفحہ
۱	مَنْ صَمَتَ نَجَا	۲۷	۵	إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ	۳۰
۲	أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ	"		مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ	
۳	مَا أَخَوْفُ مَا تَخَافُ عَلَى	۲۹	۶	إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَمَثِلُ فِي	۳۱
۴	إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ	"		صُورَةِ الرَّجَالِ	

صفحة	احاديث	صفحة	احاديث
٢٤	٢٥ اَيُّكُمْ وَالْفَلَيْ	٣٢	٤ سَبَابُ الْمُسْلِمِ مُسْوَقٌ
٢٤	٢٦ لَا تَطْهَرُ الشَّمَاتَةُ لِأَخِيكَ	٣٣	٨ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ كَافِرٌ
٣٨	٢٧ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فَمَا أَبْتَلاكَ بِهِ	٣٣	٩ لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ
"	٢٨ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ	"	١٠ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ
٣٩	٢٩ ذَبَّ إِلَيْكُمْ كَدَاءُ الْأَنْفِ قَبْلَكُمْ	٣٥	١١ لَقَدْ قُلْتُ كَلِمَةً تَوَمَّنْتُ بِهَا الْبَحْرَ
"	٣٠ خِيَارُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ	٣٦	١٢ اِعْتَلَّ بَعِيرٌ لَصْفِيَّةَ رَضٍ
٥٠	٣١ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ	٣٨	١٣ أَلَسْتَ طَالَتُ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ
٥١	٣٢ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ أَفْضَلَ مِنْ جُرْعَتِي غِيظًا	٣٩	١٤ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ
"	٣٣ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ	"	١٥ لَيْسَ مِنْهُ مَنْ دَعَا إِلَى عَصِيَّةٍ
٥٢	٣٤ لَا تَغْضَبْ	٤٠	١٦ حُبُّكَ الشَّيْءُ يُعْمَى وَيُصَحِّمُ
"	٣٥ مَنْ أُغْتِيبَ عِنْدَكَ	"	١٧ أَلْتَشْفَعُ فِي حَدِّ وَدِ اللَّهِ
٥٣	٣٦ كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا	٤١	١٨ فَاطِمَةُ بَضَعَتْ مَتْنِي
"	٣٧ يَا بَنِيَّ إِنْ قَدَّرْتَ أَنْ تَصْبِحَ وَتُمْسِيَ	"	١٩ أَيْ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
٥٥	٣٨ لَا يُبْلَغُنِي أَحَدٌ عَنْ أَصْحَابِي	"	٢٠ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
٥٤	٣٩ اَيُّكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ	"	سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (أَعَادَهَا اللَّهُ)
"	٤٠ أَنْتُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ	"	٢١ يَفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ يُومُ الْاِثْنَيْنِ
٥٤	٤١ مَنْ تَرَكَ الْكُذْبَ	٣٣	٢٢ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً
٥٨	٤٢ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ	"	٢٣ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَ
"	٤٣ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ أَمْثَالِ الذُّرِّ	٣٥	٢٤ مَلْعُونٌ مَنْ ضَارَّ مَوْهَبًا

صفحه	احادیث	صفحه	احادیث
۱۴۲	۴۱ مَنْ لَا يَمُنُّكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَنْبِرْهُ	۵۹	۳۴ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ
۱۴۳	بِسِيده	۶۰	۳۵ مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ
"	۴۲ لَيْسَ الْيَوْمُ مِنْ بَطْشَانِ	"	۳۶ مَنْ كَانَتْ لَكُمُ ظُلْمَةٌ لَا خِيَرَةَ
"	۴۳ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ	"	مِنْ عَرَضِهِ أَوْ شَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ
"	۴۴ لَا تَوَدُّوهُ وَالْمُسْلِمِينَ	۶۱	۳۷ أَلَا تَدْرُونَ مَا الْمَقْلَبُ
"	وَلَا تَغَيِّرُوهُمْ	۶۲	۳۸ مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ
۱۴۵	۴۵ إِعْجَابُ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ	۶۳	۳۹ يَا لَكَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ
۱۴۰	۴۶ صَلِّ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ	۶۴	۵۰ يَا رَبِّ مَنْ أَعَزَّ عِبَادَكَ
"	عَمَّنْ ظَلَمَكَ	"	۵۱ مَنْ أَعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ فَلَمْ يُعَذِّرْهُ
۲۱۲	۴۷ مَنْ عَادَى إِلَى وَلِيٍّ	"	۵۲ مَا أَنْتُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ
"	فَقَدْ أَذْنَتْهُ بِالْحَرْبِ	۶۵	۵۳ الْكُتُبُ أَرْسَالُ مَنْ
۲۱۴	۴۸ أَعْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا	۷۳	۵۴ إِذَا هُمْ أَحْسَنُوا فَأَحْسِنْ لَهُمْ
"	أَوْ مُسْقِعًا	۱۱۸	۵۵ لَا تَشْدُ الرِّيحُ حَالُ
۲۱۷	۴۹ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عَرَفَاءُ	"	۵۶ فَفِيهِ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى
"	أَهْلِ الْجَنَّةِ	۱۲۳	الشَّيْطَانِ مِنَ الْفَاعِلِينَ
"	۵۰ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ	۱۲۴	۵۷ وَيَا أَيُّهَا أَحْيَانًا كَصَلُصَلَةِ الْحَجَرِ
<p>فَقَدْ</p> <p>و بِالْفَضْلِ</p> <p>عَمْدٌ</p>		۱۵۹	۵۸ إِذَا مَدَحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ اللَّهُ
		۱۶۱	۵۹ أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ
		"	۶۰ أَلَا لَا يَنْفَعُ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ

تَقْرِیظ

حضرت مولانا مفتی عاشرق الہی صاحب برنی مہاجر مدنی برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد! مولانا مفتی محمد فاروق صاحب سلمۃ اللہ تعالیٰ بالافادات والافاضات سے مدینہ منورہ میں کئی دن تک مصاحبت اور مجالست رہی۔ موصوف نے "اختلاف اُمت" کے عنوان پر ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے جس کی اس زمانہ میں بہت زیادہ ضرورت تھی۔ آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ کو سامنے رکھ کر بہت سے اہم مضامین کو رسالہ میں سمو دیا ہے۔ زبان سلیس اور سادہ ہے۔ ہر خاص و عام کے لئے مفید ہے۔ آج کل مخلصانِ اختلاف کے بجائے بیجا خلاف و شقاق نے جگہ پکڑ لی ہے۔ عموماً ہر فریق اعتدال سے بڑھ جاتا ہے۔ اور غیبت اور بہتان، اظہارِ عیوب، طعن و تشنیع، حقد و حسد، تباعض و تقاطع و تہاجر کی فضائیں بن جاتی ہیں، جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ تاکیدِ طور پر منع فرمایا ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے ان نصوص کو جمع فرما دیا ہے اور حوالوں کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ کے زورِ قلب و زورِ قلم اور زیادہ میں تقریظ لکھنے کا اہل نہیں ہوں۔ مفتی صاحب نے حکم فرمایا۔ اس لئے یہ چند سطریں لکھ دیں۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

محمد عاشرق الہی عفا اللہ عنہ

المدينة المنورة

۲۵ / ۹ / ۱۴۱۰ ھ

عرض مرتب

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

اما بعد! اُمت کا باہمی اتفاق و اتحاد عند اللہ محبوب و مطلوب اور نزاع و جدال مذموم و مبغوض ہے۔ لیکن غیر منصوص مسائل میں اختلاف رائے اگر حق پر مبنی اور حدود کے اندر ہو تو وہ مبغوض نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ ایسا اختلاف اگلے عہد رسالت میں بھی پیش آیا۔ خلافت راشدہ اور قرون مشہود لہا بالآخر بھی اس سے خالی نہیں۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف تو مشہور و معروف ہے۔ اور اکابر اُمت علمائے حق کے اختلاف رائے سے کوئی دور اور زمانہ خالی نہیں رہا۔ اور اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم، اوصاف و کمالات کا اعتراف، الفت و محبت، تعاون و خیر خواہی بھی برابر برقرار رہی۔

مگر بعض بڑے مدارس کے ذمہ داران کا باہمی اختلاف جس کو اس دور کا فتنہ کبریٰ اور عظیم سانحہ کہنا چاہیے جس نے نزاع و جدال کی صورت اختیار کر لی اور جس میں روایات سلف کو پامال کر دیا گیا۔ شرعی حدود سے تجاوز کر کے اسلاف کے طرز عمل کے برخلاف و برعکس طریقہ اختیار کیا گیا۔ ایک دوسرے کے خلاف اشتہارات نکالے گئے۔ ایک دوسرے کے فرضی عیوب چھپانے کے بجائے چھپے گئے۔ افتراء، بہتان، کذب بیانی سے بھی گریز نہیں کیا گیا بلکہ علماء کی ایک جماعت نے دوسری جماعت پر وہ کیمپڑا چھالا کہ جاہل

بھی شرمائے۔ بعض نام نہاد مفتیوں نے مسند افتار کی عظمت کو ملحوظ و برقرار رکھنے کے بجائے اس کو آلہ کے طور پر استعمال کیا۔ آخرت کی ہوابد ہی کا احساس بھی شاید اس وقت رخصت ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی **هَلَا شَقَقْتُ عَنْ قَلْبِي** سے بھی ذہول ہو گیا۔ بعض آسمان پر تھوکنے

علم ابوداؤد شریف کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (مسلمانوں کی جماعت) کو حرقات کی طرف (دشمنوں کی سرکوبی) کے لئے بھیجا۔ ان کو علم ہو گیا سب فرار ہو گئے ایک شخص مل گیا۔ جب اس کو پکڑ لیا اس کے بعد قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا۔ مگر اس کے باوجود اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نازاں ہوئے اور فرمایا **لَكَ بَلَاءٌ اِلَّا اِلَّا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**۔ قیامت میں جب وہ لا الہ الا اللہ لے کر آئے گا تمہیں کون نجات دے گا۔ عرض کیا اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا **هَلَا شَقَقْتُ عَنْ قَلْبِي** اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں علم ہو جاتا کہ اس وجہ سے اس نے کلمہ پڑھا ہے یا اس وجہ سے نہیں۔ اور پھر برابر یہی کلمہ بار بار ارشاد فرماتے رہے **مَنْ لَكَ بَلَاءٌ اِلَّا اِلَّا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**۔ قیامت میں جب وہ لا الہ الا اللہ لے کر آئے گا تمہیں کون بچائے گا یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا کہ اسلام لانے سے گزشتہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا علم کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کہا اور اس نے اسلام قبول نہیں کیا حاصل ہوئی کوئی صورت نہیں ل کو چیر کر دیکھ لو تب بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ سو اپنی طرف سے محض گمان سے حکم لگانے کی اجازت نہیں (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

والوں کو اپنے چہروں کے آلودہ ہونے کا بھی اندیشہ نہ ہوا، سورج پر غبار پھینکنے والوں کو اپنی آنکھوں پر بھی رحم نہ آیا۔ دوسروں کے قلعہ ایمانی پر تیشہ زنی کرنے والوں کو اپنے دین و ایمان کے پارہ پارہ ہونے کا بھی خیال نہ ہوا نہ اپنے مخالف حضرات کی زندگیاں، اتباعِ سنت، عشقِ الہی، دینی خدمات و مجاہدات سے بھرپور و سرشار ان کے سامنے رہیں، جن کا جرم صرف یہ تھا کہ انھوں نے اپنے پاس قوی دلائل ہونے کی وجہ سے ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، ان کی آواز پر قرآن و سنت سے آنکھیں بند کر کے آمنا و منقاد نہ بنیں کہا۔

کہیں عوام سے انصاف و فیصلہ کی اپیلیں کی گئیں، اور دنیوی عدالتوں میں دنیا میں عدل و انصاف پھیلانے والوں اور دنیا کے فیصلے کرینوالوں نے انصاف و فیصلہ کی بھیک مانگی اور اس کے لئے وہ سب کچھ کیا جس کو ایک عام دنیا دار انسان بھی کرتا ہوا شرماتا ہے، جس سے عالمانہ وقار بھی مجروح ہوا، بزرگانہ عظمت پر بھی دھبہ آیا سہ

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گذشتہ)

کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے بلکہ ظاہر قول کا ہی اعتبار کیا جائیگا۔ دلوں کا معاملہ عالم الغیب و الشہادۃ کے حوالہ ہے۔ مقامِ غور ہے کہ دشمنوں کا فزوں کی جماعت کا ایک شخص اس کے ساتھ ہزار ہو گئے وہ پکڑا گیا ایسی حالت میں وہ کلمہ پڑھتا ہے اس سے پہلے اس کی کوئی عمل اسلام کے مطابق سامنے نہیں آیا۔ اس کے باوجود اس کے کلمہ پڑھنے سے اس کے ساتھ اسلام کا معاملہ کیا گیا اور اس کے کلمہ پڑھنے کا لحاظ کیا گیا۔ مگر افسوس اُن جنکی زندگی سراسر دین کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اور دین کے لئے وقف ہے اتباعِ سنت عشقِ الہی سے منور ہے ان کے فسق بلکہ کفر کا فتویٰ دینے میں بھی باک نہیں ہوتا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

وہ علماء دین حق جن کا مذہب، مسلک، مشرب سب ایک تھا جو باطل کے لئے ایک آہنی دیوار تھے، خود دو حصوں، فرقوں، گروہوں میں تقسیم ہو گئے ان سے متعلقین، ائمہ مساجد، اصحاب مدارس اس کی زد میں آئے اور جس معاملہ کی کسی باطل و گمراہ فرقہ کے ساتھ بھی شرعاً اجازت نہیں ایک دوسرے کے ساتھ اپنایا گیا۔ اور اپنی تمام ترقوتیں، توانیاں، متفق علیہ و جمع علیہ مسائل کی اشاعت اور باطل و گمراہ فرقوں، طاقتوں کے برخلاف استعمال کرنے کے بجائے ایک دوسرے کی تذلیل، توہین، تہلیل، تحقیر، تفسیق پر صرف کی جانے لگی اور اس کو اہم دینی خدمت تصور کر کے اپنا پورا زور اس پر صرف کر دیا عوام بلکہ زر خرید ادباشوں کو بھی اس کے لئے استعمال کیا فَاِذَا لِلّٰهِ الْمُسْتَعْنٰی

خبر کیا تھی کہ ایسا دور بھی اک انبیا ہے
 کہ رفتہ رفتہ چھن جائیں گی ساری خوبیاں ہم سے
 یہاں تک گردشِ دورِ فلک پست ہونا ہے!
 کہ گردِ راہ بھی کرتی پھرے گی شوخیاں ہم سے!

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں جو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی
 مگر اس نازک، قیامت خیز، پُر فتن دور میں بعض شخصیتیں کو وہ وقار اور مکمل تصویرِ صبر و رضا بنی ہوئیں اسلاف کی روایات و اقدار کی محافظ اور
 نگہبان بنی رہیں۔ یہ اختلاف و انتشار ان کے لئے سوہانِ روح بن گیا
 نہ کچھ کہتے ہی بن پڑتی نہ کوئی تدبیر ہی کارگر نظر آتی۔ دلوں پر غموں کے
 پہاڑ اور لبوں پر خاموشی البتہ کبھی پورے ضبط و تحمل کے باوجود آنکھ کے آنسو

دل کے اضطراب اور بے چینی و بے کلی کو ظاہر کر دیتے سے
 مراد درویشیت اندر دل اگر گویم زباں سوزد
 و گردم در کثمت ترسم کہ مغسلاً استخوان سوزد
 اکثر ایسا ہوا کہ کھانا آیا بھوک غائب رات کو بستر پر لیٹے نیند ندارد، چند
 کرٹیں بدلیں اور اٹھ بیٹھے سے

کسی ستم ظریف کی اختر شمار یوں کے مزے
 نہ رو کر جس نے گذاری ہو ساری رات کیا جانے

سیدی و مرشدی بقیۃ السلف، فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب
 مفتی اعظم ہند ادام اللہ ظلال برکاتہم حسن کردار، بلندی اخلاق اور اسلاف
 کی روایات و اقدار کا وہ اعلیٰ نمونہ ہیں جو اس منزلت اقام اعلام، صبر آزما
 نازک دور میں گویا انھیں کا حصہ ہے جن کا باطن سوزاں و بریاں اور ظاہر
 شاداں و خنداں سے

بلبل نیم کہ نغمہ زخم و درد سر کم
 قمری نیم کہ طوق بگردن در آورم
 پروانہ نیستم کہ بسوزم بگرد شمع
 شمع کہ جاں گدازم و دم برنیاورم
 نہ حب جاہ نہ خواہش نفسانی، طبیعت کا ہر ارادہ و تقاضہ فانی، صرف رضا حق باقی
 ہر حرکت و سکون رتبی اللہ

سفر، حضر میں عموماً بالخصوص جبکہ حاضرین میں علماء ہوتے اپنے اکابر اور
 ائمہ محدثین و مجتہدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف رائے
 کے باوجود باہمی اکرام و احترام، تعظیم و تکریم، محبت و موافقت کے واقعات
 بڑی تفصیل سے انتہائی شوق و ذوق اور والہانہ انداز سے سناتے اور بعض
 دفعہ انتہائی صبر و تحمل کے باوجود آنسوؤں کی لڑیوں کے ساتھ گریہ و بکا کی

آواز بھی نکل جاتی۔ حاضرین بھی بے قابو ہو جاتے اور اس شعر کا مصداق ہوتا ہے

اعذیب مل کر کریں آہ و زاریاں

تو پکار رہائے گل میں چلاؤں ہائے دل!

احقر نے محسوس کیا کہ حضرت والا دامت برکاتہم کے قلب پر اس اختلاف کی اس صورت حال کا گہرا اثر ہے۔ اور قلوب میں اسلاف و اکابر کے طرز عمل کو اُنڈیل دینا چاہتے ہیں۔

احقر نے مختلف مجالس میں ان سُننے ہوئے واقعات کو مزید اضافے کے ساتھ یکجا کر دیا ان کے حوالے بھی دیدیے اور شروع میں چند آیات احادیث مع ترجمہ و تشریح بھی شامل کر دیں۔ احادیث کے انتخاب و تلاش میں میرے محسن کرم فرما، مخلص دوست مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب مدّت فیوضہم نے خاص تعاون فرمایا۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کار سالہ الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست مع تکرار مولانا مفتی عاشق الہی مہاجر مدنی دامت برکاتہم جو اسی موضوع پر ہے بطور خاص سامنے رہا ہے اور اس سے پورا استفادہ کیا ہے۔ اللہ پاک اس رسالہ کا ثواب بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی روح مبارک کو پہنچائے۔

فقہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کو سنا بھی دیا گیا ہے۔ اور حضرت والا زید مجدہم نے اصلاحات بھی فرمائیں۔ البتہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے متعلق جو حصہ ہے اس کو نہیں سنایا گیا۔ چونکہ حضرت والا دامت برکاتہم کمال تواضع اور کمال عبدیت و فنایت کی بنا پر اپنی ذات سے متعلق سُننے کے ہر گز روادار نہ ہوتے اور نہ اس کی اشاعت کی اجازت دیتے

جیسا کہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ اٹل لے۔ بھجوری اس حصہ کو بلا سنائے ہوئے ہی کتاب میں شامل کر دیا گیا۔ اللہ پاک اپنی اور اپنے اولیاء کی ناراضگی سے پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین! اللہ پاک حضرت والادامت برکاتہم کا سایہ مبارک صحت و عافیت اور فیوض و برکات کے ساتھ دراز فرمائے۔ مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) میں مخدوم و مکرم مولانا مفتی عاشق الہی صاحب برنی مہاجر مدنی دامت برکاتہم نے بھی اس کا اکثر حصہ سنا اور مفید مشوروں سے نوازا اور بہت مسرت کا اظہار بھی فرمایا۔ اللہ پاک ان کو بھی جزا و خیر عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات کو عام و تمام فرمائے۔ اور اس رسالہ کو بید قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ مخلوق کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے اور اُمت کے اس عظیم انتشار کے ختم ہونے کا ذریعہ فرمائے۔ آمین! فقط

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ میرٹھ

۱۲/۹/۱۴۱۰ھ



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ
أَمَّا بَعْدُ! فَاذْكُرُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةِ مِتِّ النَّارِ فَاذْكُرُوا كَمْ مِنْهَا كَذَبْتُمْ
يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب
متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاق مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے
اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت
ڈال دی۔ سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ
دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام بیان کر کے بھلائے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ
پر رہو (بیان القرآن)

فائدہ: آیت پاک سے چند باتیں مفہوم ہوتی ہیں ۱) باہمی اتفاق کا اللہ
پاک نے حکم فرمایا ہے (۲) نا اتفاق کی مانعت ہے ۳) باہمی الفت و اتفاق
بھائی چارگی اللہ پاک کی بڑی نعمت ہے ۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ اللہ کی رسی کتاب اللہ ہے جو آسمان سے
زمین تک ٹھکی ہوئی ہے ۵) باہم اتفاق کا طریقہ یہ ہے کہ سب مل کر کتاب اللہ پر

عس کرے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سب مسلمان باہم متفق و متحد اور منظم ہو جائیں
جیسے کوئی جماعت ایک رستی کو پکڑے ہوئے ہو تو پوری جماعت ایک جسم واحد بن
جاتی ہے۔ پس سب مل کر اس کو مضبوطی سے تھام لیں تو ملت اسلامی کا شیرازہ
خود بخود منظم ہو جائے، جیسا کہ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا
ہے۔ جس طرح باہمی اتفاق و اتحاد کا ذریعہ صرف کتاب اللہ پر مضبوطی
سے عمل کرتا ہے، اسی طرح کتاب اللہ پر عمل نہ کرنا اتفاق کا ذریعہ ہے۔
وَلَا تَزْعُمُوا فَتَنُشْنُوْا وَتَكُنْ هَبْا يُّحْكَمُ وَاَصْبِرُوا
اِنَّ فَتَنَ مَعَ الْاَصْبِرِيْنَ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے۔
اور تیزی ہو اکھر جاؤ گے۔ اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں
کے ساتھ ہیں (ربین القرآن)

فائدہ: آیت پاک سے معلوم ہوا (۱) نزاع باہمی ممنوع ہے (۲) نزاع
کم ہمتی، بزدلی، مبالغہ رنجی کا ذریعہ ہے کہ باہمی نزاع سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں
تیس کا آج کل مشاہدہ ہے۔ نزاع سے حفاظت صبر کے ذریعہ ہوتی ہے کہ خلاف
مزاج باتوں پر صبر کرنے سے نزاع ختم ہو جاتا ہے (۴) صبر کرنے والوں کے ساتھ
شریک کی خصوصی مرد ہوتی ہے۔

وَاَنْتَ بَيْنَ قَوْمٍ يُّهْمُوْنَ اَنْ يُّنْفِقُوْا مَّا فِيْ الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَقَتْ
بَيْنَ قَوْمِهِمْ وَتَيْنَ الَّذِيْنَ عَزَمْنَا مِنْ حَبِيْمٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے
عقوب میں اتفاق پیدا کر دیا۔ اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان
کے عقوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا
کر دیا۔ بیشک وہ زبردست ہی حکمت والے ہیں (بیان القرآن)

فائدہ: یہاں باہمی اتفاق کو اللہ پاک نے اپنے خصوصی احسان کے
آئینہ بنھ کر رکھا ہے

طور پر بیان فرمایا ہے جس سے اللہ پاک کے نزدیک اس کا محبوب و پسندیدہ ہونا خوب ظاہر ہے (۲) باہمی اتفاق اللہ پاک ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ دنیا کی دولت و قوت، حکومت، قانون وغیرہ کسی چیز کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ (۳) اس آیت کے بعد کی آیات میں جہاد و قتال کا حکم ہے جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد اور دیگر عمومی اہم کاموں کے لئے باہمی اتفاق بہت ضروری ہے۔

(۴) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۖ بَلَّاسُہُ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا (بیان القرآن)

فائدہ:- معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر اللہ پاک کی طرف سے محبت اور باہمی اتفاق کا وعدہ ہے جس قدر ایمان میں پختگی ہوگی اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا جائے اور اعمالِ صالحہ کئے جائیں گے اسی درجہ باہمی الفت و محبت پیدا ہوگی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جس درجہ اس میں کمی ہوگی اسی درجہ باہمی الفت و محبت میں بھی کمی ہوگی۔

(۵) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ مسلمان تو سب بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جاوے (بیان القرآن)

فائدہ:- (۱) پہلے جملہ "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" میں اتفاقِ باہمی کا طریقہ بتایا ہے کہ باہم بھائیوں کی طرح رہیں (کہ حسن سلوک سے پیش آئیں اور خلاف مزاج باتوں کو درگزر کر دیا کریں) کہ اس سے باہم اتفاق رہے گا۔ (۲) اگر کسی وجہ سے باہم نزاع ہو جائے تو دوسرے جملہ "فَأَصْلَحُوا بَيْنَ"

اَوْحَيْكُمُ (اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو) میں ان کے درمیان صلح صفائی کرائے کا حکم فرمایا ہے (۳) ان دونوں چیزوں کے لیے ضروری ہے تقویٰ، کہ جب انسان میں اللہ پاک کا ڈر ہوگا اس کے اوامر پر عمل کرے گا نواہی سے بچے گا تو باہم بھائی چارگی بھی اختیار کرے گا، اور صلح و صفائی بھی کرائے گا۔ اس لیے تیسرے جملہ میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ (۴) لَعَلَّكُمْ تَزْكُمُونَ، تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔ اس جملہ میں بتایا ہے کہ یہ تینوں چیزیں اختیار کرنے سے بندہ خصوصی رحمت خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ اس آیت سے بھی باہمی اتفاق و اتحاد کا عند اللہ محبوب و پسندیدہ ہونا اور باہمی نزاع کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اتفاق کا حکم ہے اور باہمی نزاع ممنوع ہے۔ باہمی اتفاق سبب رحمت اور باہمی نزاع رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔

اگلی آیات میں ان چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے جو نزاع باہمی کا سبب ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے۔ کیا عجیب ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے، کیا عجیب ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بُرا ہے اور جو باز نہ آویں گے تو وہ

(۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرُوْا مِنْ قَوْمٍ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَنَّ خَيْرًا مِنْْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقِ ۙ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ط

ظلم کرنے والے ہیں۔

(۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا
كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ
إِشْرٌ وَلَا تَحْسَسُوا وَلَا يَغْتَبِ
بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ
أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ
رَّحِيمٌ

اے ایمان والو! بہت سے
گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ
ہوتے ہیں۔ اور سرسراہٹ مت لگایا کرو۔
اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے
کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند
کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا
گوشت کھالے، اس کو تو تم ناگوار سمجھتے

ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔
اور چونکہ عموماً انسان ان مذکورہ چیزوں میں خاندانی شرافت اور نسبی
امتیاز و برتری کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے اس وجہ سے خاندانی شرافت اور نسبی
برتری کی حیثیت کو ارشاد فرماتے ہیں۔

(۸) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ
مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا
وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
خَبِيرٌ

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک
عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف
قومیں اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے
کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم
سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے

زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

یہ سب چیزیں نزاع باہمی کا سبب ہیں اس لیے ان سب کی ممانعت فرمادی۔ یا یہ
سمجھے کہ نزاع باہمی کی وجہ سے انسان ان تمام ممنوعات و محرمات میں مبتلا ہو جاتا
ہے جس سے ظاہر ہے کہ نزاع باہمی کتنا شدید گناہ بلکہ شدید گناہوں کی جڑ

اور کتنا شدید مرض بلکہ شدید امراض کی جڑ ہے۔

بہل حدیث

حدیث پاک میں بھی نہ صرف یہ کہ اس کی مذمت بیان کی گئی ہے بلکہ وہ اصول ارشاد فرمائے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان اس ٹھلک اور خطرناک مرض سے نجات پاتا اور محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے چند احادیث اس سے متعلق عرض ہیں۔

زبان کی حفاظت

عموماً زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے اختلاف و نزاع پیدا ہوتا ہے۔ اگر زبان کی حفاظت کی جائے اور بے موقع اس کو استعمال نہ کریں تو اختلاف و نزاع کی بھی لزبت نہ آئے۔ چنانچہ ارشادِ عالی ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا. رواه احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

(۲) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النِّجَاةُ فَقَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ نجات (کا ذریعہ) کیا ہے؟

لَيْسَ عَلَيْكَ بَيْتُكَ وَابْنُكَ عَلَى
خَطِيئَتِكَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
(مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۲)

ارشاد فرمایا (۱) اپنی زبان کو قابو میں
رکھو (۲) تمہارا گھر تم کو سمائے رکھے۔
یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو (۳) اور
اپنی غلطی پر رویا کرو۔

فائدہ :- (۱) زبان بے قابو ہو کہ جس کو جو چاہا کہہ دیا بڑے فتنوں کا ذریعہ
ہے۔ اس لئے زبان کو قابو میں رکھنے کا حکم فرمایا۔ جب زبان قابو میں ہوگی تو
بلا ضرورت بلا موقع نہ بولے گا۔ اور جب بولے گا اچھی طرح اس کے نتیجہ و انجام
پر غور کر کے بولے گا جس سے بہت سے فتنوں سے نجات پائے گا اور بہت
سے گناہوں سے بھی محفوظ رہے گا (۲) بلا ضرورت گھر سے باہر رہنا گھومنا
بھی بہت سے فتنوں، جھگڑوں، گناہوں کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر بلا ضرورت
دینی و دنیوی گھر سے نہ نکلے تو ان سب گناہوں، فتنوں سے نجات پائے گا۔
(۳) آج ہر انسان اپنے کو بھول کر دوسروں کی اصلاح کی فکر میں لگا رہتا ہے
اور اصلاح بھی مقصود نہیں ہوتی، دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہتا ہے
جس سے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر انسان اپنی خطاؤں کو یاد کر کے
ان پر ندامت کے ساتھ رویا کرے ان کی اصلاح کی فکر کرے تو دوسروں کے
عیوب کے پیچھے نہیں پڑے گا، نہ کسی سے بدگمان ہوگا اور بہت سے فتنوں
سے نجات مل جائے گی۔ ہوں جب تک اپنی نہ خبر پڑے دیکھتے اور دیکھتے ہی ہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر نہ تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے :-

مرا پیر دانائے روشن شہاب دو انداز فرمود بر روی آب
یکے آنکہ بر خود خود میں مباش دگر آنکہ بر غیر بد میں مباش

مجھ کو پیردا ناروشن دل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے
دریائیں سفر کرتے ہوئے دو نصیحت فرمائیں۔ ایک یہ کہ اپنی خوبی و کمال
دیکھنے والامت ہو۔ دوسرے کی بُرائی دیکھنے والامت ہو۔
غیر کی آنکھوں کا تنکہ تجھ کو اتنا بے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی!

ایک حدیث پاک میں زبان کا اندیشہ ہی سب چیزوں سے زیادہ بیان
کیا گیا ہے۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو میرے بارے
میں سب سے زیادہ کس چیز کا اندیشہ ہے۔
تو آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر
فرمایا۔ اس کا۔

(۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا أَخَوْفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاحْذَرْ
بِلِسَانِهِ وَقَالَ هَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
(مشکوٰۃ شریف)

فائدہ :- جس چیز کا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ
اندیشہ ہو اس سے کتنا بچنا چاہیے۔

ایک حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب ابن آدم
صبح کو اٹھتا ہے تو تمام اعضاء بدن
زبان کو قسم دیکر کہتے ہیں، ہمارے
بارے میں اللہ سے ڈرتی رہنا بلاشبہ

(۴) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَفَعَهُ قَالَ إِذَا
أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ
كُلَّهَا تُكْفِّرُ اللِّسَانَ فَيَقُولُ اتَّقِ
اللَّهَ فِينَا فَإِنَّا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمَّتْ
اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجَتْ

اَعُوْجِبْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۳۱۳ ہمارا معاملہ تیرے ہی ساتھ ہے۔ تو اگر سیدھی رہے ہم بھی سیدھے رہتے ہیں۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہو جائے تو ہم بھی ٹیڑھے رہتے ہیں۔

فائدہ :- مطلب یہ ہے کہ زبان کے سیدھے چلنے میں (کہ صحیح بات زبان سے نکلے غلط نہ نکلے) تمام اعضاء کی سلامتی ہے۔ اور زبان کے ٹیڑھے ہونے میں (کہ زبان صحیح چلنے کے بجائے غلط چلے، کسی کو گالی دے کسی کو برا کہے) تمام اعضاء کے لئے زحمت ہے کہ لڑائی کی نوبت آئے تو مار تمام بدن پر پڑتی ہے۔

گفتگو میں بد احتیاطی کا وبال

بعض دفعہ انسان گفتگو میں بے احتیاطی کرتا ہے اور اس کو معمولی سمجھتا ہے

حالانکہ بعض دفعہ ایک کلمہ بھی ہلاکت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

راوی ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اللہ کی

رضائی کوئی بات بول دیتا ہے اور اس

کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (لیکن) اللہ

تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات

بلند فرما دیتے ہیں۔ اور کوئی بندہ

اللہ پاک کو ناراض کرنے والی کوئی

بات کہہ دیتا ہے اور اس کو کوئی اہمیت

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ سَلَامٌ إِنَّ الْعَبْدَ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ

مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يَلْقَى لَهَا بَأْسًا

يَرْفَعُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ

لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ

وَلَا يَلْقَى لَهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا

فِي جَهَنَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲)

نہیں دیتا (مگر) اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔
 فائدہ:- پس ضروری ہے کہ جو لفظ بولا جائے خوب سوچ لیا جائے کہ
 کہیں یہ خدائے پاک کی ناراضگی کا سبب بن کر جہنم میں ڈالے جانے کا ذریعہ
 نہ بن جائے۔

بلا تحقیق گفت گو کرنا

بعض دفعہ انسان کسی کے بارے میں سُنی سُنائی بات پر عمل درآمد کر لیتا
 ہے اور اس سے بدگمان ہوتا ہے اور دوسروں سے بھی اس کو بیان کرتا ہے اور
 باہم نزاع شدید کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ حالانکہ بعض دفعہ شیطان انسانی شکل
 میں آکر آپس میں نا اتفاقی، لڑائی جھگڑا کرانے کے لئے کسی کے بارے میں کوئی بات
 جھوٹ کہہ دیتا ہے۔ اور جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہے اس کو خبر بھی نہیں
 ہوتی، وہ اس سے بالکل بری ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنه، فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل
 اختیار کر کے کسی قوم میں آتا ہے اور کسی کے

متعلق کوئی جھوٹی بات بیان کرتا ہے
 پھر لوگ ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں۔

پس ان میں سے کوئی آدمی کہتا ہے کہ ایک
 شخص جس کو صورت سے پہچانتا ہوں

مگر اس کا نام نہیں جانتا، میں نے
 اس کو ایسا ویسا کہتے سُنا ہے۔

(۴) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَمْتَلِئُ فِي صُورَةِ

الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ

بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكُذْبِ فَيَتَفَرَّقُونَ

فَيَقُولُ الرَّجُلُ فِيهِمْ سَمِعْتُ رَجُلًا

أَعْرَفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ

يُحَدِّثُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۲)

فائدہ :- پس جس کے بارے میں کوئی بات خلاف شرع کسی سے مسمیٰ ہو
صاحب واقعہ سے اس کی تحقیق کر لے کہ فلاں بات ہم کو اس طرح معلوم ہوئی
ہے بلا تحقیق اس پر یقین کر لینا اور غلطی آمیز کر لینا جائز نہیں۔

بہتان تراشی اور لعن طعن کرنا

جب کسی سے جھگڑا ہو جاتا ہے تو انسان بہتان تراشی، گالی گلوچ سے
بھی نہیں چوکتا، حالانکہ حدیث پاک میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔
ارشادِ عالی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو بُرا
کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا
کفر ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ
فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
(مشکوٰۃ شریف ص ۱۲)

فائدہ :- بُرا کہنا، گالی دینا فسق ہے یعنی فاسق کا کام ہے مومن کا
نہیں۔ اور مسلمان کو قتل کرنا، اگر مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے تو کفر ہے
ہی کہ حرام کو حلال قرار دے رہا ہے۔ اور اگر حرام سمجھتے ہوئے قتل کر رہا
ہے تو یہ مطلب ہے کہ یہ اس کا فعل کفر کا سبب ہے کہ کفر تک پہنچا سکتا ہے۔
اگر توبہ نہ کی اور حرکت سے باز نہ آیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اللہ پاک کی بڑی
نعمت کی ناشکری کی۔

کسی کو کافر کہتے

ایک شخص اگر ہماری رائے سے متفق نہیں خواہ اس کے پاس کیسے ہی دلائل کیوں نہ ہوں محض سنی سنائی بے سند باتوں کو بنیاد بنا کر کفر تک کا حکم لگانے سے نہیں چوکتے، نہ اس سے تحقیق کرنے کی ضرورت سمجھی جاتی ہے نہ اس کی پوری زندگی جو اشاعتِ دین اور احیاءِ سنت کے لئے وقف ہے اس کی پروا کی جاتی ہے نہ اس کے جذبہٴ اتباعِ سنت کا خیال کیا جاتا ہے۔ نہ آتشِ عشقِ الہی و نبوی جو اس کے سینہ کو بریاں و جگر کو کباب بنائے ہوئے ہے۔ کو دیکھا جاتا ہے اور بے دھڑک کفر کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ وہ ذرا اس کا انجام سوچیں۔ حدیثِ پاک میں ہے۔

(۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لَا حِيَةَ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا. متفق عليه (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک پر وہ ضرور پڑے گا۔

فائدہ :- مطلب یہ ہے کہ اگر جس کو کافر کہتا ہے وہ واقعہً کافر ہے تو وہ کافر ہے ہی۔ اور اگر وہ کافر نہیں تو جس نے اس کو کافر کہا ہے وہ خود کافر ہو جائے گا کہ وہ ایمان کو کفر قرار دے رہا ہے اور کفر کو ایمان بنو ذوالنور دین و اسلام کے ستونوں پر بے دھڑک کفر کی مشین گن داغنے والے غور کریں کہ اس سے ان کے قلعہ ایمانی پر آپخ آنے کے بجائے خود اپنا جھونپڑا

ہی خاکستر نہ ہو جائے۔
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

(۹) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَ
لَا يَرْمِيهِ بِالْكَفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ يَدَا
لَمْ يَكُنْ صَاحِبَهُ كَذَلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
(مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، راوی
ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی دوسرے
شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے
تو وہ تہمت لگانے والے پر لوٹ آتی
ہے اگر اس کا ساتھ تھی (جس کو تہمت لگائی
گئی) واقعہ ویسا نہ ہو۔

فائدہ:- مطلب یہ ہے کہ اگر واقعہ وہ شخص جس کو فاسق یا کافر کہا ہے فاسق
یا کافر نہیں تو خود کہنے والا فاسق (اگر فاسق ہونے کی تہمت لگائی تھی) یا کافر
(اگر کافر ہونے کی تہمت لگائی تھی) ہو جاتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

طعنہ زنی اور فحش گوئی

کسی کو فاسق یا کافر کہنا تو ہے ہی سخت خطرناک طعنہ زنی اور فحش گوئی
جس کو بہت معمولی چیز سمجھا جاتا ہے بھی ایمان کے خلاف ہے۔ ارشادِ عالی ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن نہ

(۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالْطَّعَّانِ وَلَا

بِاللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبُكَزِيِّ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۳)
طعن زنی کر نیوالا ہوتا ہے نہ لعنت بھیجے
والا نہ یہودہ بکنے والا نہ بے حیائی کی
گفتگو کرنے والا۔

فائدہ :- مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں شانِ ایمان کے خلاف ہیں۔ ذرا غور فرمائیں
کہ کسی سے ادنیٰ اختلاف ہو جائے تو ان چیزوں میں سے کس میں کمی کی جاتی ہے اور پھر
ایمان کا کیا حال ہوگا۔

عیب گوئی

ایک دوسرے کی تحقیر اور عیب گوئی ان اختلافات کا ادنیٰ نتیجہ ہے حالانکہ
کسی مومن کی تحقیر اور عیب گوئی سے متعلق ایک کلمہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو
تمام میٹھے سمندروں میں ملا دیا جائے تو سب کڑوے ہو جائیں سب کا مزہ بدل
جائے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

(۱۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا
قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةٍ كَذَا وَكَذَا تَعْنِي
قَصِيرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتَ كَلِمَةً تَوْمُزُجُ
بِهَا الْبَحْرُ لِمَرْجَتِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۳)

ہیں اور آپ کی توجہ ان کی طرف ہے، یہ سن کر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا تم نے ایسی (سخت) بات کہی ہے کہ اگر اس کو سمندروں میں ملا دیا

جائے تو سب کو متغیر کر دے (سب پر غالب آجائے یا سب کڑوے ہو جائیں) فائدہ :- یہ بھی غور طلب ہے کہ یہ کلمہ کہنے والی عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جو صدیق اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتی ولاڈلی اور محبوبہ زوجہ مطہرہ ہیں جن کی بڑی فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں مخصوص مقام رکھتی ہیں۔ دوسو کنوؤں میں کیا کچھ باتیں ہو جایا کرتی ہیں۔ دوسرے جو بات کہی وہ واقع کے بھی خلاف نہیں۔ واقعہً وہ پستہ قد تھیں بھی مگر چونکہ اس میں کسی درجہ تخفیر کی آمیزش تھی جس کو آقائے مدنی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا سخت خطرناک فرمایا۔ جو لوگ معمولی اختلاف ہو جانے کی بنا پر ایک دوسرے کے عیوب کو اچھالتے ہیں چھاپتے ہیں اور ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل میں کمی نہیں کرتے اور اٹھڑے دل سے اس کے انجام پر غور فرمائیں اور اس طرز عمل سے آقائے مدنی صیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو کتنی سخت ناراضگی ہوتی ہے اس کا کچھ انداز اس حدیث پاک سے ہو جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (سفر میں) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد سواری تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک اونٹ دیدو۔ حضرت زینب نے کہا کہ میں اس

(۱۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ اِعْتَلَّ بَعِيرٌ لِّصَفِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَضَلَّ ظَهْرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَزَيْنَبَ اَعْطِيهَا بَعِيرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَ هَاذِلَ الْحِجْبَةَ وَالْمُحَرَّمِ

وَبَعْضُ صَفَرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۹)
یہودیہ کو دوں گی۔ اس پر حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور

حضرت زینبؓ سے ماہ ذی الحجہ و محرم اور ماہ صفر کے کچھ حصہ میں ان کے پاس آنا جانا
بندر کھا (ان کی اصلاح کے لئے)

فائدہ :- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جی بنی اخطب کی بیٹی تھیں جو بنی اسرائیل
میں سے تھیں اور حضرت ہارون بن عمران علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے
تھا۔ اسی نسبت سے یہودیہ کہا۔ مگر چونکہ ان کی تحقیر کے طور پر کہا اس لئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ دونوں ازواج مطہرات
رضی اللہ عنہن میں سے ہیں۔ آپس میں سوکن ہونے کا تعلق ہے۔ سوکنوں کی رقابت
مشہور ہے تب اتنی ناراضگی کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اور مسند احمد ص ۲۳۱، ۲۳۲ کی روایت میں یہ جملہ بھی ہے قَالَتْ حَتَّى يَبْسُتَ مِنْهُ
وَحَوْلَتْ سَرِيرَتِي۔ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حتیٰ کہ میں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ناامید ہو گئی کہ آپ کبھی میرے پاس تشریف نہیں لائیں گے اور میں نے
حضرتؓ کا بستر بھی اٹھا دیا۔

اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ متوکلہ
تھیں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا نفقہ خیرات کر دیا کرتی تھیں اور
اپنے ہاتھ سے چمڑا رنگا کرتی تھیں اس سے گذر بسر فرماتی تھیں۔ حضرت نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کا ہاتھ
سب سے لمبا ہے، سب نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے۔ حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے
نکلے۔ مگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ
لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی کہ حضرت زینبؓ سب ازواج مطہرات سے سب سے زیادہ

سنی تھیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱)

ایک دوسرے کی تقیر و تذلیل اور عیب گوئی کرنے والے اور علماء و مشائخ،
کُدام دین و حدیث کی شان میں گستاخی کرنے والے ذرا عصبیت سے ہٹ کر حدیث
پاک کی روشنی میں اپنے طرز عمل پر غور فرمائیں۔

اَللّٰہُ جَوَہَرٌ دَیْکِیْتِی ہے لب پہ اُسکتا نہیں
جو حیرت ہوں کہ دنیا کیسے کیا ہو جائیگی

آبروریزی

آج اختلافات میں انسان ایک دوسرے کی آبروریزی کو فخر و کمال سمجھتا ہے
حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا إِلَّا سَطَالُهُ رُبِّي
عَنْ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ زَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالْبَيْهَقِيُّ. (مشکوٰۃ شریف)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد
پاک نقل فرماتے ہیں کہ سود کی بڑی قسموں
میں سے مسلمان کی ہے آبرو کی کٹنے زبان
دھڑکی کرنا مسلمان کی ناحق آبروریزی کرنا

فاٹلہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ سود کا ایک درجہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے
سے زیادہ سخت ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ سود کے تشر درجے ہیں ان میں ادق
اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۲)

غور فرمائیں جب ادق درجہ کا یہ حال ہے تو سب سے بڑا درجہ مسلمان کی
آبروریزی ہے اس کا کیا ماں ہوگا جو آج بہ ذلیق بہ جماعت کا اپنے ہر مقابل
کے ساتھ محبوب مشغلہ برقعہ ہے و رَحْمَتُكَ رَبِّكَ فَتَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يَخْضَعُ لَهَا

عصیت

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس جماعت سے کسی کا تعلق ہوتا ہے اس کا عیب بھی کمال اور اسکے بالمقابل جماعت کا کمال بھی عیب نظر آتا ہے اور اپنی جماعت کی نا انصافی اور غیر حق ہونا معلوم ہونے کے باوجود اس کی حمایت و نصرت کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ نا انصافی اور غیر حق کی حمایت ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

(۱۴) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ
كَالْبَعِيرِ الَّذِي رَدَىٰ فَهُوَ بِئِزْءٍ
بِذَنْبِهِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
(مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی
نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ناحق میں اپنی قوم
کی حمایت کرتا ہے اُس کی مثال اس اونٹ
جیسی ہے جو (کسی گڈھے وغیرہ میں) گر گیا ہو
اور اس کی دُم پکڑ کر اس کو کھینچا جا رہا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:-

(۱۵) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَىٰ عَصِيَّةٍ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ راوی
ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو

مذہب مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ کسی گڈھے یا کنویں میں گر گیا اور اب اس کے زندہ نکلنے کی
کوئی صورت نہ رہی حتیٰ کہ اگر کوئی اس کی دُم پکڑ کر کھینچے تب بھی نہیں نکل سکتا۔ اسی طرح
عصیت کی مدد کرنے والے کا حال ہے اُس نے محض اپنی قوم کو دیکھا، حق و ناحق پر نظر نہ
کی بربادی کے گڈھے میں گر گیا اس سے نکلنے کا راستہ نہیں رہا۔

وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصِيَّةٍ رَوَاهُ ابوداؤد
(مشکوٰۃ شریف ۳۱۸)

عصیت کی دہائی دیتا ہے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصیت کی بنیاد پر قتال کرے وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کو عصیت پر قائم رہتے ہوئے موت آجائے۔

ایک اور حدیث میں ہے:-

(۱۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ لَشَيْءٍ يُعْبَى وَيُصَمُّ رَوَاهُ ابوداؤد
(مشکوٰۃ شریف ۳۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی چیز کے ساتھ تمہاری محبت تم کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔

فائدہ:- مطلب یہ ہے کہ جس سے محبت ہے اس کے عیوب سے اندھے بہرے ہو جاتے ہو۔ اور اس کے بالمقابل شخص کے کمالات سے اندھے بہرے ہو جاتے ہو۔ قرآن پاک میں اسی کو حمیت جاہلیت سے تعبیر کیا گیا ہے جو کفار کا طریقہ تھا ذرا اپنی اس حالت پر بھی غور کریں اور آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدل و انصاف پسندی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حدود میں سفارش | قریش کے ایک بڑے قبیلہ کی عورت فاطمہ بنت اسود مخزومیہ نے چوری کی، جس کی سزا اسلام میں ہلکے کاٹنا جانا ہے۔ تمام خاندان کو اس سے صدمہ ہوا کہ اس سے تمام خاندان کی بدنامی تھی، کسی کی ہمت بھی نہ تھی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ عرض کر سکیں۔ آپس کے مشورہ سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے) آمادہ کیا کہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں گفتگو کریں۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَتَشْفَعُ فِيْ

حُدُودِ اللّٰہ کیلئے اللہ کے حدود میں سفارش کرتے ہو۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اس میں فرمایا: تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو تھوڑے دیتے، مگر ورنہ آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اور قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد (اعاذنا اللہ منہ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱)

فضیلتِ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جن کو سیدۃ النساء اہل الجنة

اہل جنت میں عورتوں کی سردار اور سیدۃ النساء المؤمنین تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہونے کی بشارت عطا فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق کا اظہار بھی اس درجہ فرمایا کہ ارشاد فرمایا فاطمۃ بضعة منی فمن أغضبها أغضبني فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس کو ناراض کیا مجھ کو ناراض کیا۔ اور ایک روایت میں ہے یُرِیْبُنِیْ مَا أَرَا بِهَا فَوَیْوُ ذِیْنِیْ مَا أَذَاهَا جِسْمِیْ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت ہو اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶) یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اذیت میری اذیت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا ائی الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون زیادہ محبوب تھا قالت فاطمۃ۔ ارشاد فرمایا فاطمہ (رضی اللہ عنہا) فقیل من الرجال دریافت کیا گیا مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا قالت من وجہہا۔ فرمایا ان کا شوہر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) مشکوٰۃ شریف ص ۵۷

مگر اس محبت اور تعلق خاطر کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں "لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" چونکہ خالق و مالک تعالیٰ شانہ کے حکم کی تعمیل سب پر مقدم ہے اس کے سامنے کسی کی کوئی روہ رعایت نہیں۔

ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں ذرا سوچیں اور غور کریں ہمارا کیا حال ہے۔ اور کرنے والے کر کے دکھا گئے ہیں۔ اولیاءِ کرام اور صلحاءِ اُمت کا اتباعِ سنت تو اپنی جگہ پر ہے ہی ایک دُنیا دار ایک عظیم سلطنت کے مالک بادشاہ کا حال بھی ملاحظہ ہو۔

عدلِ جہانگیری منظم

بادشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں کی محبت مشہور ہے حتیٰ کہ مشہور ہے کہ جہانگیر کے پردہ میں نور جہاں

ہی سلطنت کرتی تھی مگر اس کے باوجود جہانگیر کے عدل و انصاف پسندی کا واقعہ بھی مشہور ہے۔ کاش وہی ہمارے لئے باعثِ عبرت ہو جائے۔ علامہ شبلی نے اس کو اس طرح نظم کیا ہے۔

قصرِ شاہی میں ممکن نہیں غیروں کا گذر
کوئی شامت زدہ رہ گیا دھر آنکلا
غیرتِ حُسن سے بیگم نے طینچی مارا
ساتھ ہی شاہ جہاں کو پہنچی جو خبر
حکم بھیجا کہ کنیزانِ شہستان شہی!
نخوتِ حُسن سے بیگم نے بصدنا زکھا
ہاں مجھے واقعہ قتل سے انکار نہیں
اس کی گستاخ نگاہی نے کیا اسکو ہلاک
مفتیِ دین سے جہانگیر نے فتویٰ پوچھا
مفتیِ دین نے بے خوف و خطر صاف کہا
لوگ دربار میں اس حکم سے تھرا اٹھے
ترکوں کو یہ دیا حکم کہ اندر جا کر

ایک دن نور جہاں بامِ پہ تھی جلوہ فگن
گر پہ تھی قصر میں ہر چہار طرف سے قدغن
خاک کا ڈھیر تھا ایک کشتہ بے گور و کفن
غیظ سے آگئی ابروئے عدالت پہ نیکن
جا کے پوچھا آئیں سچ یا کہ غلط ہے یہ سخن
میری جانب سے کر عرض آئیں حُسن
مجھ سے ناموس حیا نے یہ کہا تھا کہ بزن
کشورِ حُسن میں جاری ہے یہی شرع کہن
کہ شریعت میں کسی کو نہیں کوئی جائے سخن
شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑادو گردن
پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن
پہلے بیگم کو کریں بستہ زنجیر و سن

پھر اسی طرح سے اسے کھینچ کے باہر لائیں
یہ وہی نور جہاں ہے کہ حقیقت میں یہی
اس کی پیشانی برنازک پہ جو پڑتی تھی نگاہ
اب نہ وہ نور جہاں ہے نہ وہ اندازِ غرور
اب وہی پاؤں ہر اک گام پہ تھراتے ہیں
ایک مجرم ہے کہ جس کا کوئی حامی نہ شفیع
خدمتِ شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام
مفتی شرع سے پھر شاہ نے فتویٰ پوچھا
دارویش کو دیے رلاکھ درہم بیگم نے

ہم کو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص
قتل کا حکم جو رک جائے تو ہے مستحسن

یہ تو ایک دنیا دار بادشاہ کا حال ہے، ہم جو دین دار کہلاتے ہیں ذرا اپنے
حال پر بھی غور کریں کہ اپنا عزیز یا اپنی پارٹی و جماعت کا آدمی کیسا ہی قصور وار
کیوں نہ ہو اس کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور مخالف پارٹی کا
کوئی کیسا ہی صاحب فضل و کمال، صاحب علم و عمل کیوں نہ ہو، کیسی ہی اس کی دینی
خدمات کیوں نہ ہوں، کیسا ہی تقویٰ و طہارت کا حامل ہو مگر چونکہ مخالف پارٹی سے
اس کا تعلق ہے۔ اس لئے اس کی تنقیص، توہین و تذلیل ضروری ہے۔ اعاذنا اللہ منہ،

ترک تعلق

جس سے اختلاف ہوتا ہے اس سے تعلقات ختم کر دیے جاتے ہیں، ملاقات
تک بند کر دی جاتی ہے، راستہ میں ملاقات ہو جائے تو سلام کلام کی بھی نوبت

نہیں آتی۔ حالانکہ اس پر کتنی سخت وعید ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:-

(۱۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفِرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحَاءٌ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هَذِينَ حَتَّى يَصْطَلِحَ رَأْسُ دَاةٍ مُسْلِمَةٍ

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو خدا کے ساتھ شرک کرتا ہو لیکن اس شخص کی مغفرت نہیں ہوتی جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں کو ابھی رہنے دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:-

(۱۸) عَنْ أَبِي خُرَاشٍ السَّامِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفَلِ دَمِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

حضرت ابو خراش سلمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو سال بھر تک چھوڑے رکھا تو یہ ایسا ہے جیسا کہ اس کا خون ہی کر دیا۔

فائدہ:- آج ہم لوگوں کو برسوں گزر جاتے ہیں کہ جن سے اختلاف ہے ان سے ملنے کا نام تک نہیں لیتے۔ اگر کوئی درمیان میں مصلحت کی کوشش کرتا ہے تو اس کو بھی رد کر دیتے ہیں اور ملنے میں عار محسوس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نہ ملنے میں ہماری بڑائی ہے۔ غور کریں کہ یہ بڑائی کس کام کی ہے جبکہ تین دن سے زائد مومن بھائی سے قطع تعلق کرنا حلال نہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے:-

(۱۹) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا بِوَجْهِ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي عَرَّضَ بِالسَّلَامِ
متفق عليه (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۳)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھے کہ دونوں کی آپس میں ملاقات ہو جائے تو یہ اذہر کو منہ پھیرے یہ اذہر کو منہ پھیرے۔ اور دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔

فہذا سلام کرنے سے نزاع ختم ہوتا ہے رابطہ قائم ہوتا ہے۔ اس لئے سلام کہ پہل کرنے والا گویا تعلق و رابطہ قائم کرنے والا ہے۔ اس لئے اس کو دونوں میں افضل و بہتر فرمایا ہے۔

مومن کو فریب دینا

نا اتفاقی کسی سے ہو جائے کوئی رنجش ہو جائے تو اس کو فریب دینے، نقصان پہونچانے میں بھی کوتاہی نہیں کی جاتی۔ حالانکہ حدیث پاک میں ہے:-

(۲۰) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُونٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكْرَبَهُ. رواه الترمذی
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو ضرر پہونچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۸)

فائدہ: یہ حکم تو عام مومن کو ضرر پہنچانے اور اس کو فریب دینے کا ہے اور اگر اس میں اور بھی کوئی خوبی و خصوصیت عزیز و قریب ہونے یا پڑوسی وغیرہ ہونے یا عالم دین و خادم دین وغیرہ ہونے کی ہو تو اسی درجہ اس وعید میں شدت ہو جائے گی۔

بدگمانی

عموماً بدگمانی ہی بڑے بڑے اختلافات کی بنیاد بنتی ہے۔ اگر مدارس اسلامیہ اور دیگر اداروں و جماعتوں کے اختلاف کا جائزہ لیا جائے تو سب کی بنیاد یہی بدگمانی نکلے گی۔ اور جب کسی سے اختلاف ہو جاتا ہے اس کے ہر عمل کے متعلق بدگمانی یہی کارفرما ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل کیسا ہی صحیح اور حق کیوں نہ ہو اس کا غلط محل بھی تجویز کیا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:-

(۲۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابُرُوا وَكُونُوا عِبَادًا لِلَّهِ إِخْوَانًا وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا تَنَافَسُوا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، راوی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور (دشمنوں کے عیوب کی) لڑھ میں مت لگو نہ جاسوسی کرو نہ بیع میں بھاؤ بڑھا کر دھوکا دو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو نہ (ایک دوسرے سے پشت پھرا کر) قطع تعلق کرو۔ اور بندگانِ خدا آپس میں بھائی بن کر رہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی چیز کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ نہ کرو۔

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فائدہ: ان چیزوں میں کون سی ایسی ہے جو آج اختلاف ہو جانے کی صورت میں موجود نہیں ہوتی۔ اور اختلاف میں پڑ کر ان تمام عمرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

مخالف کی تکلیف پر اظہارِ خوشی

اپنے مخالف کو تکلیف پہنچ جائے یا وہ کسی رنج و مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس پر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور اس کو اپنی مخالفت کی سزا سمجھی جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:-

(۲۲) عَنْ وَائِلَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَظْهَرُ الشَّامَتَةُ لِأَخِيكَ فَيَرْحُمَهُ اللَّهُ وَيَتَّبِلِيكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴)

حضرت وائلہ بن اسفغ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی مت ظاہر کرو۔ ممکن ہے کہ خدا نے پاک اس پر رحم فرمادے اور تجھے اس (تکلیف مصیبت) میں مبتلا کر دے

فائدہ: کسی کی مصیبت پر خوش ہونے سے اندیشہ ہے کہ وہ خود اس مصیبت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مہ یہ امور دنیوی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ چونکہ مقابلہ میں دوسرے کو نقصان پہنچانے، زک دینے کی نیت بھی ہوتی ہے اس لئے منع فرمایا۔ دنیا حقیر ہے اس کے چاہنے والے بہت ہیں اس لئے اس کے حاصل کرنے کے مقابلہ میں ایک فریق سے دوسرے فریق کو تکلیف پہنچ جاتی ہے اور ملتی ہے ایک ہی کو اور کبھی کسی کو بھی نہیں ملتی۔ رہا آخرت کے طالبین کا معاملہ تو وہ اسکے برعکس ہے۔ آخرت اتنی بڑی ہے کہ کبھی بھی ختم نہ ہو اور ہر ایک کی آرزو سے زیادہ ملنے کے بعد بھی بچ جائے گی۔ لہذا اس کے حاصل کرنے میں مقابلہ ہو تو اس سے کسی فریق کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اسی لئے فرمایا ہے وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ۔

میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔
کسی کی بے کسی کو مسکرا کر دیکھنے والے
تجے نقتدیر اس منزل پہ لے آئی تو کیا ہوگا

کسی کو مصیبت زدہ دیکھے تو یہ دعا پڑھے | اسی لئے حدیث شریف میں دعا
بتائی گئی ہے کہ کسی کو مصیبت

میں مبتلا دیکھے تو یہ دعا پڑھے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا بَتَلَاكَ نَبِيهِ
وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا۔ اس کی برکت سے انشا اللہ اس
مصیبت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے گا۔ جامع سنن الترمذی ص ۳۹۳ باب ۳۸ مطبوعہ بیروت

باہمی تعلقات کی استواری اور فسادِ البین

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا
میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جو روزہ، صلا
اور نماز کے درجے بہتر ہے ہم نے عرض کیا
ضرور، ارشاد فرمایا باہمی تعلقات کی درستگی
اور باہمی فساد (دین کو) مونڈ دینے
والا ہے۔

(۲۳) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَّا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ
الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلَاةِ قَالَ قُلْنَا
بَلَى قَالَ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ
ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۷)

حسد و بغض

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

(۲۳) عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دَبَّ إِلَيْكُمْ ذَاؤُ الْإِثْمِ فَبُئِيَكَمُ الْحُسْدُ
وَالْبُغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَخْلُقُ
الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَخْلُقُ الدِّينَ رَوَاهُ
أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ پھیلی اُمتوں کی بیماری تمہاری جانب بھی
آہستہ آہستہ پہنچ گئی یعنی حسد اور
بُغض مونڈ دینے والی خصلت ہے میں
یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ دین
کو مونڈ دیتی ہے۔

فائدہ :- پہلے گزر گیا کہ نا اتفاقی میں کتنے محرمات کا انسان ارتکاب کرتا ہے
اور اپنا مخالف خواہ کیسی ہی حق بات کیوں نہ کہتا ہو اس کی تردید اور مخالفت گویا
لازم ہے۔ اور جب حق کی تردید کرے گا تو دین کہاں باقی رہ جائے گا اعاذنا اللہ منہ
سے صاف و شفاف تھی پانی کی طرح نیت دل کی
دیکھنے والوں نے دیکھا اسے گدلا کر کے
جب باہمی نزاع اور بُغض و دشمنی کا یہ حال ہے کہ دین برباد ہو جاتا ہے، جو
لوگ دوستوں میں نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں اور اس کو بڑی ہنرمندی سمجھتے ہیں اس کا
کیا حال ہو گا۔ حدیث شریف میں ایسے لوگوں کو بدترین بندے فرمایا گیا ہے۔

بدترین لوگ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَنَمٍ وَأَسْمَاءُ بِنْتِ
يَزِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْ
ذَكَرَ اللَّهَ وَشَرُّ عِبَادِ اللَّهِ الْمُسَاوُونَ

عبد الرحمن بن عنم اور اسماء بنت یزید رضی
اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ
بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے

بِالنِّمَةِ الْمَفْرُوقُونَ بَيْنَ الْأَحْبَةِ الْبَاغِي
الْبَرَاءُ أَلْعَنَتْ رَاةَ أَحْمَدَ وَالْبِهِقِ
فی شعب الا یہاں (مشکوۃ شریف)

اللہ یاد آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بدترین
بندے وہ ہیں جو جنگی لئے پھرتے ہیں جو دوستوں
کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ

برائیوں سے (برے) ہیں ان کے لئے مصیبت تلاش کرتے ہیں۔

فائدہ:- اس کا آج خوب مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جو حضرات یکسوئی سے دینی
اہم خدمات میں مشغول ہیں ان کو بھی چین سے نہیں رہنے دیا جاتا۔ ان کو بھی میدان
واکھاڑہ میں گھسیٹنے اور مصیبتوں میں پھنسانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ضبطِ غصہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خلاف مزاج بات سامنے آنے پر انسان کو غصہ آتا ہے اور
اس کو ضبط نہیں کر پاتا، زبان سے کیا کیا باتیں کہہ دیتا ہے جس سے اور زیادہ لڑائی
ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ غصہ ضبط کر لیتا اور پھر سنجیدگی سے اس کا جواب دیدیتا تو
ناگواری ختم ہو جاتی۔ لڑائی کی نوبت نہ آتی۔ اس لئے حدیث شریف میں ضبطِ غصہ کا
حکم فرمایا ہے اور اس کو بڑی بہادری قرار دیا ہے۔ گویا غصہ ضبط کر لینا علاج ہے نزاع
کے ختم ہونے کا نزاع سے بچنے کا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں جو بچھاڑ دے
پہلوان تو وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے
نفس پر قابو رکھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ
الَّذِي يَبْلُغُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ
متفق علیہ (مشکوۃ شریف)

فائدہ:- جب ناگواری بات پیش آئے اور غصہ آئے تو اس وقت اپنے نفس

پر قابو رکھے کہ غصہ کے تقاضہ پر عمل نہ کرے۔ جو کہے خوب اس کے انجام کو سوچ لے اسکے بعد سنجیدگی کے ساتھ جواب دے۔ یہی بہت بڑی بہادری ہے، گوہے بہت مشکل مگر جب انسان کوشش کرتا ہے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔
مرد باید کہ ہر اسان نہ شود مشکلی نیست کہ آسان نشود

اسی طرح جب بار بار یہ کوشش کرتا رہے گا تو انشاء اللہ غصہ کے وقت نفس بد قابو بھی حاصل ہو جائے گا۔ اسی کو خواہ مجذوب نے فرمایا ہے کہ
کرنفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو سو مرتبہ بھی ہاں کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کے بھی پھڑا ہوا سمجھ ہر وقت اس پچھیت رہ ہوشیار تو
خبر نہیں کب کس وقت کس طرح پینیر ابدل کر حملہ کر دے اس لئے اس سے ہوشیار
رہنے کی ضرورت ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے:-

(۲۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ أَفْضَلَ مِنْ جُرْعَةٍ خَظِيَ يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ نے کوئی گھونٹ نہیں پیا جو اس غصہ کے گھونٹ سے بہتر ہو جسے خدائے پاک کی خوشنودی کی خاطر پی گیا ہو

ایک اور حدیث شریف میں ہے:-
(۲۸) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ كَشَفَ غَضَبَهُ كَفَّ اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ اخْتَدَرَ إِلَى اللَّهِ قَبْلَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور جو شخص اپنے غصہ

اللَّهُ عَذْرَاءٌ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

شُعْبُ الْإِسْكَانِ .

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۳)

کو رو کے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس سے
اپنے غصہ کو دور رکھے گا۔ اور جو شخص اللہ
تعالیٰ کی طرف عذر خواہی کرے گا اللہ پاک
اس کے عذر کو قبول فرمائیں گے۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:-

(۲۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ

رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي

قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّ ذَلِكَ مَرَانًا قَالَ

لَا تَغْضَبْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
شخص نے وصیت کی درخواست کی۔ ارشاد
فرمایا غصہ نہ کرنا، اس نے کئی مرتبہ یہی خوا
ہ کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی ارشاد
فرماتے رہے، غصہ نہ کرنا۔

غیبت کا سننا

بعض حضرات محتاج ہوتے ہیں وہ غیبت کسی کی نہیں کرتے، زبان کو محفوظ رکھتے
ہیں، لیکن ان کے سامنے کوئی کسی کی غیبت کرتا ہے بُرائی کرتا ہے تو وہ اسکی باتوں
سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ حدیث
پاک میں ارشاد ہے:-

(۳۰) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أُغْتِيبَ عِنْدَكَ

أَخُوهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدُرُ عَلَى نَصْرِهِ

فَنَصَرَ نَصْرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل فرماتے
ہیں کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی
غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو

فَإِنْ لَمْ يَنْصُرْكَ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى
نَصْرِكَ أَذْرَكَكَ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ
الْآخِرَةِ سَوَاءٌ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ .
(مشکوٰۃ شریف)

اور اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا
و آخرت میں مدد فرمائے گا۔ اور اگر وہ اس کی
مدد پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ
کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دنیا و آخرت
میں اس کی پکڑ فرمائے گا۔

فائدہ :- مدد کرنا یہ ہے کہ اس کو غیبت کرنے سے منع کر دے یا اس کے سامنے
اس کی جس کی یہ غیبت کر رہا ہے تعریف کر دے کہ اس میں یہ خوبی ہے یہ خوبی ہے۔ اور
مدد نہ کرنا یہ ہے کہ خاموش بیٹھا سنتا رہے۔

قدرت ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کو منع کرنے سے ناقابل تحمل تکلیف پہنچنے
کا اندیشہ نہ ہو یا اور کوئی دینی و دنیوی ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ پس اگر اس قسم
کے ضرر کا اندیشہ ہو اور زبان نہ کھول سکتا ہو تو یہ جو ہر شخص کر سکتا ہے کہ وہاں
سے اُٹھ کر چلا جائے۔ بالفرض ایسی ہی کوئی صورت ہے کہ اُٹھ کر بھی نہیں جاسکتا تو
دل سے مکروہ جانے۔ اور جہاں تک ہو کانوں کو ادھر سے غافل رکھے تو
انشاء اللہ اس صورت میں پکڑ نہیں ہوگی۔

سُنی سُنائی بات بیان کرنا

اختلافات میں بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے محض گمان سے یا صریحاً اپنی طرف سے
بنا کر ایک دوسرے کی طرف باتیں منسوب کر دیتے ہیں اور دوسرے لوگ ان
سُنی سُنائی باتوں پر اعتماد کر لیتے ہیں اور وہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں
دوسرے لوگ ان کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور اس سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔
اس سے بڑے فتنے ہوتے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ سُنی سُنائی باتوں پر اعتماد

کہا جائے، اس کی تحقیق کی جائے، بلا تحقیق ان پر اعتماد کرنا ہوگز جائز نہیں، ایسی بات کہنے والے سے ثبوت مانگے اور اس کو جھوٹا قرار دینے کی کوشش کرے۔

(۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ مَرَّةً وَاحِدَةً مُسْلِمًا۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد منقول ہے کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کرے۔ (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ :- یعنی بلا تحقیق سنی سنائی بات بیان کرنا جھوٹ ہی میں شامل ہے اور اس پر جھوٹ ہی کا گناہ ہوتا ہے۔ اور خاص کر جبکہ اس کے جھوٹ ہونے کا بھی گمان ہو مگر اس سے اپنے مخالف کی تحقیر و تذلیل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو جھوٹ جاننے کے باوجود آگے کو چلتا کر دیتے ہیں۔ دوسری حدیث میں اس کو دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا فرمایا ہے۔ آج ہم لوگ سنی سنائی باتوں سے بڑے بڑے مشائخ بدگمان ہو جاتے ہیں اور تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے اور اختلافات کے مضبوط قلعوں کی بنیاد ان ہی سنی سنائی باتوں پر قائم کرتے ہیں۔
 اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

دل میں کدورت نہ ہونا

حدیث پاک میں ارشاد ہے :-

(۳۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَصْبِحَ وَتَمْسِيَ وَلَيْسَ
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بیٹا اگر تم قدرت رکھتے

فِي قَلْبِكَ غَشٍّ لِأَحَدٍ فَأَفْعَلُ شَرًّا
قَالَ يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي
وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَ
مَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (مشکوٰۃ شریف)

ہو کہ صبح شام اس حال میں کرو کہ تمہارا
دل میں کسی کی طرف کچھ کھوٹ (کینہ کپٹ)
نہ ہو تو ایسا کر لیا کرو۔ پھر ارشاد فرمایا
بیٹا یہ میری سنت ہے اور جس نے میری
سنت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت

کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ دل کی صفائی کہ کسی کی طرف کینہ نہ ہو کتنا اونچا
عمل ہے۔ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ممتاز اور محبوب طریقہ ہے۔
ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے لَا يُبْلَغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ
شَيْئًا فَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ أُخْرَجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمٌ الصَّدْرِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
مشکوٰۃ شریف ص ۴۲

میرے اصحاب میں سے کوئی رکسی کی (برائی کی) کوئی بات مجھ تک نہ
پہنچایا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے اس حالت میں ملوں کہ دل (سب
کی طرف سے) صاف ہو۔ (کسی کی طرف سے دل میں کدورت نہ ہو)

اور اس پر کتنا بڑا وعدہ ہے جو کیا ہی مرٹے کی چیز ہے۔ اور اس میں گویا
حسنِ خاتمہ کی بشارت بھی ہے۔ اور دل اگر صاف ہو تو پھر نہ بدگمانی ہو نہ نزاع
اور اگر کوئی بات سامنے آئے تو اس کا کوئی صحیح محل بھی تجویز ہو سکتا ہے۔
پس اس کی انتہائی کوشش کی جائے۔ دل میں اگر کسی کی طرف سے کدورت ہو جائے
تو جلد اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ صاحبِ واقعہ سے تحقیق کرے اور
دل کی صفائی کرے، ملنے جلنے سے صفائی ہوتی رہتی ہے اور بدگمانیاں کم
پیدا ہوتی ہیں بلکہ پیدا ہی نہیں ہوتیں۔

ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا

(۲۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَا عَائِشَةُ أَيُّ الْوُجُوهِ مُحَقَّرَاتِ
الذُّنُوبِ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللَّهِ طَالِبًا
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهٍ وَالدَّارِمِيُّ.

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا۔ عائشہ (معمولی) گناہوں
سے بھی بچنا بلاشبہ اللہ پاک کی طرف
سے اس پر بھی پکڑ ہے۔

فائدہ :- ہم لوگ تو کبار سے نہیں چوکتے بلکہ کبار کو بھی معمولی سمجھتے ہیں
جو بہت خطرناک ہے۔ اور یہاں معمولی گناہوں سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے :-

(۳۵) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
أَنْتُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَذَقُ فِي
أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعْدُّهَا
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنَ الْمَوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمَهْلَكَاتِ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،
انہوں نے فرمایا۔ بیشک تم ایسے اعمال
کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ
باریک ہیں (یعنی بہت معمولی ہیں) ہم ان
کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں مہلکات میں سے شمار کرتے

تھے۔ یعنی ان اعمال میں سے شمار کرتے تھے جن کی وجہ سے آدمی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے
فائدہ :- پس جن گناہوں کو ہم معمولی سمجھتے ہیں وہ بھی انتہائی خطرناک
ہیں۔ ان سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔ آگ کی معمولی چنگاری بھی گھر بھر بلکہ

پوری بستی کو جلانے کے لئے کافی ہوتی ہے اس کو معمولی جان کر برداشت نہیں کیا جاتا۔ یہی حال گناہ کا بھی ہے۔ ایک معمولی گناہ بعض دفعہ گھراؤں بلکہ شہروں ملکوں کو تباہی میں ڈال دیتا ہے۔

جھگڑے کا ترک کرنا

(۳۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي أَرْضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْهَرَاءَ وَهُوَ مُعَقَّبٌ بُنِيَ لَهُ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَخَذَ حَسَنَ (مَشْكُوتٌ شَرِيفٌ ص ۱۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے منقول ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو ترک کر دے حالانکہ وہ باطل ہی ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے ابتدائی حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے اور جو شخص حق ہوتے ہوئے جھگڑے کو ترک کر دے اس کے لئے جنت کے درمیانی حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص حسن اخلاق اختیار کرے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔

فائدہ :- آج جھگڑا ختم کرنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں اس لئے خواہ کتنا ہی دنیوی و اخروی نقصان ہو جائے، جھگڑا چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے گھر کے گھر اس ضد کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو جھگڑا ترک کر دیا کرے کہ دنیا میں بھی اس کے وبال سے بچے اور آخرت میں جنت کے اعلیٰ محل کا انعام حاصل کرے۔

مذمت کبر

ان تمام جھگڑوں، فسادات کا سرچشمہ تکبر و بڑائی ہے بلکہ تکبر ہی تمام بُرائیوں، اخلاقِ رذیلہ، امراضِ باطنی کی اصل اور جڑ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اُمُّ الامراض کہا جاتا ہے۔ کبر کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:-

(۳۷) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَزْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَزْدَلٍ مِنْ كِبَرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ اور نہ جنت میں کوئی ایسا شخص داخل ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہو۔

ایک دوسری حدیثِ پاک میں ہے:-

(۳۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ أَمْثَالَ الذُّرِّيَّاتِ الْقِيَامَةِ فِي صُورِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمْ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسْتَبَى بُولُسُ تَعْلُوهُمْ نَارُ الدُّنْيَا

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا متکبروں کو قیامت کے دن جیونٹیوں کے مثل انسانوں کی صورتوں میں جمع کیا جائیگا ہر طرف ذلت (ورسوائی) ان کو ڈھانچے ہوئے ہوگی جہنم میں قید خانہ جس کا نام

يُسْقَوْنَ مِنْ عَصَاةِ أَهْلِ النَّارِ بولس ہے کی طرف ان کو ہانک کر لے
طِينَةَ الْخَبَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ جایا جائے گا۔ سخت ترین آگ اور چڑھی

مشکوٰۃ شریف ص ۳۳

یعنی پیپ وغیرہ ان کو پلایا جائے گا جس کو طینۃ الخبال بھی کہتے ہیں۔
فائدہ :- غور فرمائیں کہ جس کبر کا انجام یہ ہوا اس سے کیا فائدہ، کچھ
دن دنیا میں اگر اپنی بڑائی کا اظہار ہو ہی گیا اس سے کیا حاصل، جب آخرت
میں یہ ذلت و رسوائی ہوگی جب انجام کو بار بار سوچیں گے تو انشا اللہ
غور جاتا رہے گا۔ اسی طرح یہ سوچیں کہ جو نعمتیں جوانی، تندرستی، عقل، علم،
مال و دولت، مرتبہ میرے پاس ہیں یہ میری اپنی ذاتی تو نہیں، اللہ پاک
کی عطا کی ہوئی ہیں۔ نہ ان کے عطاء ہونے میں میرے اپنے کسی کمال کو
دخل ہے۔ پھر ان پر کیوں غرور کیا جائے۔ پھر جو دینے پر قادر ہے وہ
واپس لینے پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے ان نعمتوں کو واپس لے لے۔
پھر غرور سے کیا فائدہ۔ جب یہ چیز بار بار سوچیں گے تو انشا اللہ غور
جاتا رہے گا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

تواضع اور کبر

اس حدیث پاک کے مضمون کو بھی دل میں جمائیں۔

(۳۹) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ هُوَ عَلَى الْمُنْبَرِ يَا
أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر
ارشاد فرمایا لوگو تواضع اختیار کرو
بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو

فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرٌ
وَمَنْ تَكَبَّرَ وَصَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي
أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ
حَتَّىٰ لَهْوَاهُ وَهُمْ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَوٍّ
خَنِزِيرٍ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ کے لئے تو اضع اختیار کرتا ہے اللہ
تعالیٰ اس کو بلند کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی
نظر میں چھوٹا ہو جاتا ہے لوگوں کی نظر
میں بڑا (سب اس کی تعظیم کرتے ہیں)
اور جو بڑائی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ

اس کو ذلیل کر دیتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے جو اپنے آپ
کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ
ذلیل ہو جاتا ہے۔

اخبِ ظلم

ظلم سے دنیا میں تو بربادی آتی ہی ہے آخرت میں اس کا انجام اور
زیادہ خطرناک ہے کہ ظلم کرنے والے کی نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں
گی جن پر اس نے ظلم کیا تھا۔ اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے
گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔
حدیث پاک میں ارشاد ہے:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے
اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو اس کی آبروریزی
وغیرہ یا اور کچھ تو وہ اس کو اس سے
اُج حلال کرا لے (حق ادا کر دے یا مٹا

رہ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَنْ كَانَتْ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ
عَرَضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ
قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ
إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ

بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ
أَخَذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُبِلَ عَلَيْهِ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (مشکوٰۃ شریفؒ ۴۳۵)
کرا لے) اس سے قبل کہ (وہاں) نہ دینا
ہو گا نہ درہم، اگر اس کا کوئی نیک عمل
ہو گا تو وہ اس کے ظلم کے بقدر اس سے
لے لیا جائے گا (اور جس پر ظلم کیا تھا اس کو دیدیا جائے گا) اور اگر نیک اعمال
نہیں ہوں گے تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:-

(۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا
الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا
مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي
مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيٍّ
وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا
وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ هَذَا
وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا
فِيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا
مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ
قَبْلَ أَنْ يُقْضَى عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ
فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ
رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریفؒ ۴۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو مفلس کون
ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
جواب دیا۔ مفلس ہم میں وہ کہلاتا ہے
جس کے پاس نہ پیسہ ہو نہ سامان۔
ارشاد فرمایا۔ مفلس میری اُمت میں
وہ شخص ہے جو قیامت میں (خوب)
نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا،
مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اس کو گالی
دی ہوگی اور اس کو تہمت لگائی ہوگی
اور اس کے مال کو کھایا ہو گا اور اس
کا ناحق خون بہایا ہو گا اور اس کو
مارا ہو گا، اس کی نیکیاں مظلوموں کو
بانٹ دی جائیں گی۔ کچھ اس کو دیدی جائیں گی۔ اگر

اس کی نیکیاں ان حقوق کی ادائیگی سے قبل جو اس کے ذمہ ہیں ختم ہو جائیں گی تو ان صاحب حقوق لوگوں کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

فائدہ :- کتنی حسرت و افسوس کا مقام ہو گا کہ زندگی بھر کی ساری کمائی ساری عبادتیں دوسروں کو دیدی جائیں گی اور دوسروں کے گناہوں کا وبال اس کے سر ڈال کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔

ظالم کی مدد

بعض لوگ خود تو ظلم نہیں کرتے مگر ظالموں کی مدد کرتے ہیں جس سے ظلم کو تقویت ہوتی ہے حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظالم ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے :-

حضرت اوس بن شریحیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرما رہے تھے جو شخص ظالم کے ساتھ اس کی مدد کے لئے چلتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے یقیناً وہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

(۴۲) عَنْ أَوْسِ بْنِ شَرِيحِيلٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيه، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ :- جس طرح ظلم حرام ہے اسی طرح ظلم کی مدد بھی حرام ہے اور عموماً انسان ظلم کو تو سمجھتا ہے کہ ناجائز ہے مگر ظلم کی مدد کو ناجائز نہیں سمجھتا اور حرام کو حرام نہ جاننے بلکہ حلال اعتقاد کرنے سے اسلام جاتا

رہتا ہے۔ اور چونکہ حرام نہیں جانتا اس لئے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔
اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔
مظلوم کی بددعا

ایک حدیثِ پاک میں ہے:-

(۳۳) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِذَا لَكَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ فَإِنَّمَا
 يَسْأَلُ اللَّهُ تَعَالَى حَقَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ
 لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ
 (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۵ و ۳۳۶)

حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے حضرت
 رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اشارہ
 نقل فرمایا۔ مظلوم کی بددعا سے بچ۔
 پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق
 کا سوال کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ
 کسی حق والے کا حق نہیں روکتا۔

فائدہ:- یعنی اللہ پاک نے اپنی رحمت سے مظلوم کی مدد کرنا اپنے اوپر
 لازم فرمالیا ہے۔ مظلوم جب دُعا یا بددعا کرتا ہے تو گویا اپنے حق کا سوال
 کر رہا ہے اور اللہ پاک صاحبِ حق کا حق نہیں روکتے، اس کی دُعا ضرور
 قبول کی جاتی ہے۔ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ مظلوم کی بددعا اور عرشِ الہی کے درمیان
 کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے ضرور بچنا چاہیے۔ اور اس سے بچنے کی
 صورت یہ ہے کہ کسی پر ظلم ہی نہ کیا جائے۔ اور اگر اتفاق سے ہو جائے تو فوراً
 معافی تلافی کر لی جائے۔ اس طرح کہ اس کا حق ادا کر دیا جائے تاکہ اس کا دل
 صاف ہو جائے۔ محض رسمی معافی (کہ صرف زبانی ہوتی ہے اور انداز بھی معافی
 کا نہیں ہوتا نہ دل میں احساس نہ معاملہ میں تبدیلی) کافی نہیں اور اس کا کچھ
 اعتبار نہیں، کوشش یہ کی جائے کہ اس کا دل خوش ہو جائے۔

بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن
 اجابت از در حق بہر استقبال می آید

معافی :- اگر ظالم کو ظلم کرنے کے بعد ندامت ہو گئی اور ظلم سے باز آ گیا اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ ظلم نہیں کرے گا اور معافی طلب کرتا ہے تو مظلوم کو چاہیے کہ معاف کر دے کہ معاف کرنے سے اس کا مرتبہ اللہ پاک کے نزدیک بہت بلند ہو جائے گا۔ اور معاف نہ کرنے سے گنہگار ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے۔

(۳۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْلَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ إِذَا قَدْ رَغَضَ (مَشْكُورَةً شَرِيفَةً)

حضرت ابو ہریرہ رضی نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون لوگ ہیں فرمایا جو قدرت ہوتے ہوئے معاف کر دے۔

(۳۵) عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ فَلَمْ يُعَذِّرْهُ أَوْ لَمْ يَقْبَلْ عَذْرَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ الْمَكِّيُّ الْعَشَّارُ (مَشْكُورَةً)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے عذر خواہی کرے اور وہ اس کا عذر قبول نہ کرے۔ (اس کو معاف نہ کرے) اس پر ناتی ٹیکس وصول کرنے والے کے مثل گناہ ہو گا۔

اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم :- یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ رحمتہ للعالمین صلعم نے کیسے سخت ظالموں اور شدید مجرموں کو معاف فرما دیا جو سب قتل کئے جانے کے مستحق تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتقام پر پوری قدرت بھی تھی بلکہ کبھی اپنی ذات کے لئے دونوں جہاں کے بادشاہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام لیا ہی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے وَمَا اسْتَقَمَّ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي نَفْسِي قَطْرًا اِلَّا اَنْ يَنْتَهَكَ حُرْمَةً
اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ اللّٰهُ بِهَا. متفق عليه مشکوٰۃ شریف. رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے یہ کہیں کہیں انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی
کسی حرمت کو توڑا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا انتقام لیتے۔ یہی طریقہ
اکابر اور لیبر اُمت کا ہمیشہ رہا ہے۔

امام مالک کا واقعہ | امام مالکؒ کے ساتھ بعض حاسدوں نے
سخت مار پیٹ کی۔ خلیفہ وقت سزا

دینا چاہتا تھا۔ حضرت امام مالکؒ نے سواری پر سوار ہو کر شہر میں اعلان کیا
میں نے ان سب کو معاف کیا، کسی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔

امام احمد بن حنبل کا واقعہ | امام احمد بن حنبلؒ کے خلیفہ
کوٹھے لگواتا۔ امام صاحب

ہر روز معاف کر دیتے۔ پوچھا گیا کیوں معاف کر دیتے ہیں۔ فرمایا میری وجہ ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کو قیامت میں عذاب ہو اس میں میرا
کیا فائدہ ہے۔

ابراہیم بن ادہم کا واقعہ | حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے سپاہی
نے جوتے مارے۔ بعد میں اس کو

معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، اس نے معافی چاہی۔ فرمایا دوسرا
جوتہ مارنے سے پہلے پہلا معاف کر دیتا تھا۔ اکابر کے حالات سے تاریخ
بھری ہوئی ہے۔

عالمگیر کا دشمن کے ساتھ حسن سلوک | عالمگیرؒ کی جنگ
شیواجی سے ہو رہی ہے۔

اس کا راشن ختم ہو گیا۔ اماں سے مشورہ کیا۔ اماں نے کہا عالمگیر سے مشورہ کر۔ اس نے کہا وہی تو دشمن ہے۔ کہا دشمن ضرور ہے مگر دین کا پابند ہے۔ مسلمانوں کے دین میں ہے الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ مشورہ صحیح دیا جائے۔ اس نے مشورہ صحیح دے گا۔ چنانچہ مشورہ کیا راشن ختم ہو گیا کیا کروں فرمایا صلح کرلو پھر تیاری کرو۔ جب تیاری ہو جائے اس کے بعد جنگ کرنا۔ کہا کیا آپ صلح کر لیں گے۔ فرمایا ہاں۔ کہا کب تک کے لئے۔ جواب دیا دس برس تک کے لئے اور عالمگیر نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ وزیروں نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا قرآن شریف میں ہے الصُّلْحُ خَيْرٌ کہا پھر دس برس کی مہلت کیوں دی۔ جواب دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ پر دس برس کے لئے ہی صلح فرمائی تھی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی میں کامیابی ہے۔

بعض دنیا داروں کا واقعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

تحریر فرماتے ہیں۔ خیر القرون اور اسلاف کا ذکر نہیں۔ میں نے قریب ہی زمانہ کے اپنے خاندانی بزرگوں کے قصے کثرت سے سنے ہیں کہ آپس میں جائیدادی قصوں میں مقدمہ بازی ہے مگر کیرا نہ تحصیل میں جو کاندھلہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے اکثر دونوں فریق ایک ہی بہل میں چلے جاتے تھے۔ جس فریق نے اپنی بہل جڑ والی دوسرا بھی اسی میں چلا گیا۔ انہی واقعات کے سلسلہ میں ایک عجیب بات سنی ہے کہ دو عزیزوں میں طویل مقدمہ بازی تھی، ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ اسی دوران میں مدعا علیہ کا انتقال ہو گیا

مدعی نے مرحوم کی اہلیہ کے پاس کہلا بھیجا کہ میری لڑائی بھائی سے کھتی۔ تم جیسے ان کی چھوٹی کھین میری بھی چھوٹی ہو تم سے کوئی جھگڑا نہیں۔ کاغذات ارسال ہیں، جو تم طے کر دو گی اور تجویز کر لو گی وہی مجھے منظور ہے۔ اسی صدی کا قصہ ہے، اور دنیا داروں کا واقعہ ہے۔ کیا آج کل دینی دار کہلانے والے بھی ایسا کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم لوگوں کی مساعی بجائے تخریب کے تعمیر میں خرچ ہوتیں۔ (الاعتدال ص ۳)

شاہجہاں کی بلند حوصلگی شاہجہاں نے قندھار فتح کیا، کچھ عرصہ بعد شاہ عباس صفوی والی

ایران نے موقع پا کر اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵۹۵ء میں شاہ عباس کا انتقال ہو گیا اس کا نوجوان شہزادہ عباس ثانی تخت نشین ہوا۔ موقع تھا کہ اس قدرتی انقلاب سے فائدہ اٹھایا جاتا۔ چنانچہ داراشکوہ نے اس کی درخواست کی۔ مگر شاہجہاں کی اس بلند ہمتی کی نظیر مشکل سے ملے گی کہ اس نے جواب دیا:-
”ایک لڑکے کی سلطنت پر جس کے باپ کی حال ہی میں وفات ہوئی ہو اور جس کی حکومت نے ابھی استحکام نہ حاصل کیا ہو، حملہ کرنا سلاطین نیک سیرت کے رویہ کے مخالف ہے بلکہ“

شاہانِ خاندانِ مغلیہ کے یہاں سخت سے سخت دشمن گرفتار کر کے لایا گیا جس پر قابو پانے کے لئے کروڑوں روپیہ اور بے شمار جانیں ضائع کی جا چکی تھیں لیکن جب وہ مغلوب ہو کر سامنے آیا تو فاتح کا مستانہ نعرہ یہ ہوتا تھا کہ
درغولذقیست کہ درانتقام نیست

ملہ تاریخ ہندوستان ص ۳ جلد ۱ علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳ جلد ۱

اگر دوبارہ بغاوت کرتا اور پھر مغلوب ہو کر ندامت کا اظہار کرتا تو نشاط فتح میں نہایت کمکت سے کہدیا جاتا ہے۔ ایں درگہ مادرگہ ناامیدی نیست جیسا کہ جب شیواجی نے دوسری مرتبہ عالمگیر کے سامنے ندامت کا اظہار کیا تو عالمگیر نے یہی جواب دیا تھا۔ یہ بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہم زمین میں خدا کا سایہ ہیں مگر اس نے معنی ان کے عقائد کے بموجب صرف یہ تھے کہ جس طرح خداوند عالم ارحم الراحمین ہے ہمیں دنیا میں اس کی مخلوق کے لئے پیکرِ رحم بن کر رہنا چاہیے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۸ ج ۱)

اختلاف رائے

سطر بالا سے قرآن و احادیث کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ اتحادِ اُمت کتنا ضروری اور اہم ہے اور افتراقِ اُمت کتنا مضر اور مہلک ہے۔ باقی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی اختلاف ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔ بعد کے علماء و مشائخ میں بھی نظریاتی اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے۔ یہ کیوں اور کیا یہ اتحادِ اُمت کے خلاف نہیں۔ اس کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان کی تحریر پیش کر دی جائے۔ فرماتے ہیں:-

سب سے پہلے میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نظری مسائل میں آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کے مٹانے کی ضرورت ہے نہ مٹایا جاسکتا ہے۔ اختلافِ رائے نہ وحدتِ اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لئے مضر۔ اختلافِ رائے ایک فطری و طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا

نہ رہ سکتا ہے، کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاق رائے صرف دو صورتوں میں ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ ان میں کوئی سوچہ بوجھ والا انسان نہ ہو جو معاملہ پر غور کر کے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لئے ایسے مجمع میں ایک شخص کوئی بات کہدے تو دوسرے سب اس پر اس لئے اتفاق کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی رائے اور بصیرت ہی نہیں۔

یہاں سوچ میں مکمل اتفاق رائے ہو سکتا ہے کہ مجمع کے لوگ ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے بعض دوسروں کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ کریں۔

اور جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلاف رائے نہ ہو اس لئے اس کو اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں کہا جاسکتا۔ اور اگر حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلاف رائے اگر اپنی حدود کے اندر ہے تو وہ کبھی کسی قوم و جماعت کے لئے مضر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسلام میں مشورہ کی تکریم اور تاکید فرمانے کا یہی منشاء ہے کہ معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آراء سامنے آجائیں تو فیصلہ بصیرت کے ساتھ لیا جاسکے۔ اگر اختلاف رائے مذموم سمجھا جائے تو مشورہ کا فائدہ ہی ختم ہو جاتا۔

صحابہ کرام رضوانا بعین میں اختلاف رائے اور اس کا درجہ

انتظامی اور تجرباتی امور میں تو اختلاف رائے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کی مجلس میں بھی ہوتا رہا اور خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں امور انتظامیہ کے علاوہ جب نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل سامنے آئے جن کا قرآن و حدیث میں صراحت نہ تھی یا قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت سے یا ایک

حدیث کا دوسری حدیث سے بظاہر تقارض نظراً یا اور ان کو قرآن و سنت کی نصوص میں غور کر کے تقارض کو رفع کرنے اور شرعی مسائل کے استخراج میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلاف رائے ہوا جس کا ہونا عقل و دیانت کی بناء پر ناگزیر تھا۔ اذان اور نماز جیسی عبادتیں جو دن میں پانچ مرتبہ میناروں اور مسجدوں میں ادا کی جاتی ہیں ان کی بھی جزوی کیفیت میں اس مقدس گروہ کے افراد کا خاصا اختلاف نظر آتا ہے۔ اور اختلاف رائے پر باہمی بحث و مباحثہ میں بھی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ ایسے ہی غیر منصوص یا مبہم معاملات حلال و حرام، جائز و ناجائز میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُراد کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ پھر صحابہ کرام رض کے شاگرد حضرات تابعین کا یہ عمل بھی ہر اہل علم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت کسی صحابی کی رائے کو اختیار کر لیتی تھی اور کوئی ان کے مقابل دوسری جماعت دوسرے صحابی رض کی رائے پر عمل کرتی تھی۔ لیکن صحابہؓ و تابعینؓ کے اس پورے خیر القردن میں اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ بھی اس کا سُنے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا کوئی مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کے پیچھے اقتدار کرنے سے روکتے ہوں یا کوئی مسجد میں آنے والا لوگوں سے یہ پوچھ رہا ہو کہ یہاں کے امام اور مقتدیوں کا اذان و اقامت کے صیغوں میں قرأت، فاتحہ، رفع یدین وغیرہ میں کیا مسلک ہے۔ ان اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل یا سب و شتم، توہین، استہزاء اور فقرہ بازی کا تو ان مقدس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

امام ابن عہد البرق طہی نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم" میں سلف کے باہمی اختلافات کا حال الفاظ ذیل میں بیان کیا ہے :-

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ مَا بَرِحَ أَهْلُ
الْفَتْوَى يُفْتَوْنَ فَيُحِلُّ هَذَا وَيُحَرِّمُ
هَذَا فَلَا يَرَى الْمُحَرِّمُ الْمُحِلَّ
هَلَكًا لِتَحْلِيلِهِ وَلَا يَرَى الْمُحِلُّ
أَنَّ الْمُحَرِّمَ هَلَكًا لِتَحْرِيمِهِ .

(جامع بیان العلم ص ۵)

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اہل
فتویٰ فتوے دیتے رہے۔ ایک شخص
(غیر منصوص احکام میں) ایک چیز کو حلال
قرار دیتا ہے دوسرا حرام کہتا ہے مگر نہ حرام
کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حلال ہونے
کا فتویٰ دیا وہ ہلاک اور گمراہ ہو گیا۔

اور نہ حلال کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حرام ہونے کا فتویٰ دیا وہ ہلاک اور
گمراہ ہو گیا

اسی کتاب میں نقل کیا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فقیہ مدینہ
حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق دریافت
کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان دونوں آراء میں سے آپ جس پر عمل کر لیں کافی ہے
کیونکہ دونوں طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا اسوہ موجود ہے۔

(جامع بیان العلم)

ایک شبہ اور جواب

یہاں اصول دین اور اسباب اختلاف سے ناواقف لوگوں کو یہ شبہ
ہو سکتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شریعت اسلام میں ایک چیز حلال بھی ہو اور
حرام بھی ہو، جائز بھی ہو نا جائز بھی ہو۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک
غلط اور ایک صحیح ہوگی۔ پھر دونوں جانب کا یکساں احترام کیسے باقی رہ سکتا
ہے جس کو ایک آدمی غلط سمجھتا ہے اس کو غلط کہنا عین دیانت ہے۔

جواب یہ ہے کہ کلام مطلق حلال و حرام اور جائز و نا جائز میں نہیں، کیونکہ

قرآن و سنت کے منصوصات اور تقریحات کے اعتبار سے کچھ چیزیں واضح طور پر حرام ہیں جیسے سود، شراب، جوا، رشوت وغیرہ ان میں دورے نہیں ہو سکتیں، اور نہ سلف صالحین کا ان میں کہیں اختلاف ہو سکتا تھا۔ اور ان میں اختلاف کرنا تو دین کے بیانات اور واضح نصوص کا انکار کرنا بہ اتفاق اُمت گمراہی اور الحاد ہے اور جو ایسا کرے اس سے بیزاری اور برأت کا اعلان کرنا علین تقاضائے ایمان ہے، اس میں رواداری ممنوع ہے۔

یہ رواداری کی تلقین اور اختلاف رائے کے باوجود اپنے مخالف کی رائے کا احترام صرف ایسے مسائل میں ہے جو یا تو قرآن و سنت میں صراحۃً مذکور نہیں یا مذکور ہیں مگر ایسے اجمال یا ابہام کے ساتھ کہ ان کی تشریح و تفسیر کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ یا دو آیات یا دو روایتوں میں بظاہر کچھ تعارض نظر آتا ہے۔ ان سب صورتوں میں مجتہد عالم کو قرآن و سنت اور تعاطی صحابہ وغیرہ میں غور و فکر کر کے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اس کا منشاء اور مفہوم کیا ہے اور اس سے کیا احکام نکلتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ ایک عالم مجتہد اصول اجتہاد کے مطابق قرآن و سنت اور تعاطی اب وغیرہ میں غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ فلاں کام جائز ہے اور دوسرا عالم مجتہد ان ہی اصولوں میں پورا غور و فکر کر کے اس کے ناجائز ہونے کو صحیح سمجھے۔ ایسی صورت میں یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر و ثواب کے مستحق ہیں، کسی پر کوئی عتاب نہیں۔ جس کی رائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے اس کو دوہرا اجر و ثواب اور جس کی صحیح نہیں اس کو ایک اجر ملے گا۔ اس سے بعض اہل علم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اجتہادی اختلافات میں دونوں متضاد قول حق و صحیح ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں، تمام احکام، عبادات و معاملات سے اللہ تعالیٰ کا مقصود کوئی خاص

کام نہیں، بلکہ بندوں کی اطاعت شعاری کا امتحان ہے۔ جب دونوں نے اپنی اپنی غور و فکر اور قوتِ اجتہاد شرائط کے ساتھ خرچ کر لی تو دونوں اپنا فرض ادا کر چکے دونوں صحیح جواب ہیں۔ مگر جمہورِ امت اور ائمہ مجتہدین کی تحقیق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو ان دونوں میں سے کوئی ایک حق و صحیح ہوتا ہے تو جو لوگ اپنے اجتہاد سے اس حق کو پالیں وہ ہر حیثیت سے کامیاب اور دوہرے اجر کے مستحق ہیں۔ اور جو مقدور بھر کوشش کے باوجود اس حد تک نہ پہنچیں تو معذور ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں بلکہ ان کے سعی و عمل کا ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے۔ (وحدتِ امت) آج ہم لوگ غور کریں کہ غیر منصوص مسائل میں اختلافِ رائے کی وجہ سے دوسرے فریق پر بے دھرمک گمراہ اور فاسق بے دین ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کی تحریر سے واضح ہو گیا کہ نظری، غیر منصوص مسائل میں اختلافِ رائے لازمی اور ضروری ہے۔ اور دیانت داری کے ساتھ جو جس رائے کو حق سمجھتا ہے اس کو وہی اختیار کرنی چاہیے۔ استہزار و تمسخر کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ کوئی فریق کسی فریق کو باطل یا گمراہ و فاسق قرار دے کہ اس کی کسی طرح شریعتِ اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل اختلافِ رائے میں پیٹ کر دیا جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

سیاسی مسائل میں مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فتنہ، مکتوبی حکمتوں کے ماتحت پیش آیا۔ آپس میں تلواریں بھی چل گئیں مگر عین اسی

فتنہ کی ابتداء میں جب امام مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور یہی باغی نمازوں میں امامت کراتے تھے تو امام مظلوم نے مسلمانوں کو ان کی اقتدار میں نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اور عام ضابطہ یہ بتا دیا کہ اِذَا هُمْ أَحْسَنُوا فَأَحْسِنُ مَعَهُمْ وَإِنْ هُمْ أَسَاءُوا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ۔ یعنی جب وہ لوگ کوئی نیک کام کریں اس میں ان کے ساتھ تعاون کرو۔ اور جب کوئی بُرا کام اور غلط کام کریں اس سے اجتناب کرو۔ اس ہدایت کے ذریعہ اپنی بہن پر کھیل کر مسلمانوں کو قرآنی ارشاد تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِسْثَرِ وَالْعُدُوِّ کی صحیح تفسیر بتادی اور باہمی انتشار و افتراق کا ماحول بند کر دیا۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما

اور اسی فتنہ کے آخر میں جبکہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان میدان جنگ گرم تھا۔ روم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی مدد کرنے کا پیغام ملا۔ قیصر روم نے حضرت معاویہ روم کو خط لکھا کہ تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رستہ رکھا ہے۔ تمہاری مدد کے لئے میں فوج بھیج دوں۔

قیصر روم کے خط کا جواب | اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب لکھا۔ اے نصرانی کئے! میرے اور علیؑ کے

درمیان جو اختلاف ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یاد رکھ کر اگر تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ترجیحی نگاہ سے دیکھا تو سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا

سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑنے والا معاویہ ہو گا۔

قیصر روم نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا، حضرت معاویہ رض کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے قیصر کے نام خط لکھا:-
 ”اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی کٹھان لی ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے
 ساتھی (حضرت علی رض) سے صلح کر لوں گا۔ پھر تمہارے خلاف ان کا جو شکر ادا نہ ہو گا
 اس کے ہر اول دستہ میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا دوں گا اور تمہاری
 حکومت کو گاجر مولیٰ کی طرح اکھاڑ پھیکوں گا۔“ (تاج العروس ص ۲۲۲ مادہ اصطغلیں)
 اسی طرح حضرت معاویہ رض سے منقول ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ علی رض
 مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں۔ اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان رض کے
 قصاص کے مسئلہ میں ہے۔ اور اگر وہ خون عثمان رض کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں
 ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۵۹)
 (فضائل صحابہ رض ص ۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ

حضرت علی رض سے استفسار

ایک شخص ابن خبیری نے اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ لیا، صبر نہ ہو سکا اس کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس مقدمہ پہنچا، ان کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، کیا فیصلہ فرما دیں، قاتل کی سزا قصاص۔ لیکن یہ قتل جن حالات میں پیش آیا وہ بھی بالکل نظر انداز کرنا مشکل۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، کو لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے اس بارے میں مسئلہ تحقیق کر کے لکھیں (موظا امام مالک) کیا ہم بھی اپنے کسی سیاسی مخالف کے سامنے جہل کا اقرار کر سکتے ہیں، کسی مسئلہ میں جو باہمی نزاعی نہ ہو اس کی طرف

رجوع کر سکتے ہیں۔ ہمارے سیاسی مخالف کا نہ کوئی قول معتبر ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں اس کی طرف رجوع کرے (الاعتدال)

حضرت علیؑ کے اوصاف | ابو صالح نے بیان کیا کہ ایک روز مزارِ امیرِ کثانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے تو آپ نے مزار سے کہا کہ علیؑ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ انھوں نے کہا امیر المومنین مجھے معاف رکھیں۔ آپ نے کہا نہیں آپ بیان کرو۔ مزار نے کہا جب کچھ بتانا ہی ضروری ہے تو سنیں۔

• بخدا وہ ایک بلند نظر و راندیش اور ایک طاقت ور انسان تھے ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عادلانہ ہوتا تھا۔ ان کے اطراف و جوانب سے علم و حکمت کے چستے پھوٹتے تھے۔ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے دور رہ کر رات کی تاریکیوں سے نوز میں رہتے تھے۔ دائرہ بہت روتے تھے اور سوچ میں غرق رہتے تھے اپنی تعمیرِ عالمی پلٹے تھے اور اپنے آپ سے باتیں کیا کرتے تھے۔ موٹا جھوٹا لباس ورعاً نہ پسند کرتے تھے۔ بخدا! ہمیں جیسے ایک آدمی نظر آتے تھے۔ ان کے پاس جب بمجبور نہ تو وہ بھی قریب رکھتے اور ہماری باتوں کا جواب دیتے۔ لیکن تنہ قریب کے باوجود ان کی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے بات نہیں کر پاتے تھے وہ مسکرتے تو موتیوں جیسے دانت نظر آتے۔ وہ دین داروں کی تعظیم کرتے و رفقہ و مساکین سے محبت رکھتے۔ کوئی طاقت ور آدمی ان سے کسی غلط کام کرنے کی بات نہیں سوچ سکتا تھا اور کوئی مکرور آدمی ان کے عدل سے کبھی مایوس نہ ہوتا تھا۔

میں خد کوہِ عمر بھی کر گستاہوں کہ شب کی تاریکیوں میں انھیں بعض مواقع پر بسنے دیجئے۔ محراب کے اندر اپنی دائرہ صی پکڑے ہوئے اس بے چینی سے تڑپ

رہے ہیں جیسے انھیں بچھونے ڈنک مار دیا ہو اور کسی غم زدہ کو ستم رسیدہ شخص کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی ان کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ اے میرے پروردگار! اے میرے پالنے والا اس کے حضور وہ گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ اور دنیا سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں۔ تم میرے پاس آرہی ہو، تم مجھ پر نظریں جمارہی ہو۔ افسوس! افسوس! جاؤ، کسی دوسرے کو دھوکہ دو۔ میں نے تمہیں تین طلاقیں دیدی ہے۔ تمہاری عمر مختصر، تمہاری محفل ذلیل و حقیر اور تمہارا فائدہ بہت کم ہے۔ آہ! آہ! تو شہ راہ کتنا قلیل، سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔“

یہ سنکر (حضرت) امیر معاویہؓ اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے اور ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی جسے وہ اپنی آستین سے پوچھتے رہے اور حاضرین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ (حضرت) امیر معاویہؓ نے فرمایا، ابو الحسن (علیؓ) ایسے ہی تھے، اللہ ان پر رحم فرمائے۔ پھر انھوں نے پوچھا ضرار! تمہیں ان کا کتنا غم ہے؟ ضرار نے جواب دیا۔ اتنا ہے جیسے کسی کا کوئی اپنا آدمی خود اسی کی گود میں ڈک کر دیا جائے جس سے اس کے آنسو نہ ٹھہریں اور نہ اس کا غم سکون پائے۔ یہ کہہ کراٹھے اور واپس چلے گئے۔“

(الحلیۃ از ابو نعیم ص ۸۳ ج ۱ والاستیغاب از ابن عبد البر ص ۳۴ ج ۳)

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رونا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رونے لگے۔ ان کی بیوی نے کہا اب روتے ہو حالانکہ ان سے تم نے جنگ کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا، تجھ پر افسوس ہے، کیسی

ہائیں کرتے تھے نہیں معلوم آج علم و فضل اور فتنہ لوگوں کے ہاتھوں سے ہاتھ مارا۔
(البدایہ منہاج ۸) فضائل صحابہ ص ۳۱

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ

جنگِ جمل کتنی سخت لڑائی ہوئی تھی کہ تقریباً بیس ہزار آدمی اس لڑائی میں قتل ہوئے (تاریخ الخلفاء) لیکن جب معرکہ شروع ہو رہا تھا اور دونوں طرف سے گھسان کی لڑائی شروع ہونے کو تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ص ۳۱ سے آگے بڑھے اور مد مقابل جماعت میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آواز دی وہ بھی اپنی صف سے آگے بڑھے دونوں نے معانقہ کیا اور دونوں روئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے مجبور کیا کہ تم یہاں مقابلہ پر آ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ نے۔ دونوں حضرات میں گفتگو ہوتی رہی یہ ایسے دو مخالفوں کا برتاؤ ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلواریں نکالے ہوئے بالکل تیار بیٹھے تھے (کتاب الامامة والسياسة) اس کے بعد معرکہ ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت کو فتح ہوئی۔ دوسری جماعت کے بہت سے افراد قید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے بعض افراد نے اصرار کیا کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے دوبارہ بیعت لیتے رہے اور معاف کرتے رہے۔ ان مغلوبین کے مال کو غنیمت قرار دیا لیکن ان کی جانوں کو قیدی بنانے سے انکار فرما دیا۔ لوگوں نے اس پر بھی اصرار کیا کہ جب ان کے مال غنیمت بنائے گئے تو جانیں بھی قیدی بنائی جائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اول انکار فرماتے رہے۔ آخر اپنی جماعت کے اصرار پر ارشاد فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو باندی بنا کر

اپنے حصہ میں لینے پر تم میں سے کون تیار ہے۔ انھوں نے عرض کیا استغفر اللہ یعنی ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں یہ تو ہو نہیں سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا
وَأَنَا اسْتَغْفِرُ اللَّهَ (میں بھی اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں)

کسی نے جنگ جمل میں آپ کے مخالفین کے بارے میں سوال کیا، کیا وہ مشرک ہیں۔ آپ نے فرمایا مشرک سے تو وہ بھاگے ہی تھے (تب ہی تو وہ اسلام میں داخل ہوئے) اس نے پھر پوچھا کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا منافقین اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد اس نے سوال کیا، پھر وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا! ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے ہم سے بغاوت کی (جس کی وجہ سے مجبوراً جنگ کرنی پڑی) سنن بیہقی ص ۱۱۱ فصل اول صحابہ مکہ کیا ہم بھی اپنے کسی مخالف کا کوئی احترام باقی رکھتے ہیں۔ دشمنی اور مقابلہ میں تلوار اٹھانا بہت بڑی چیز ہے۔ کیا ہم معمولی سا خلاف کرنے والے کا بھی اتنا احترام رکھتے ہیں جتنا یہ حضرات مقابلہ میں تلوار اٹھانے والے کا رکھتے تھے۔

اس کے بعد دیکھا کہ مقتولین میں محمد بن طلحہ پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے، تم بڑے عبادت گزار، شب بیدار، تمام رات نماز پڑھنے والے تھے، سخت سے سخت گرمی میں کثرت سے روزے کھنے والے تھے (کتاب الامامہ)

حضرت علی رضا اور حضرت عائشہ رضا کا سلوک | اس لڑائی کے خاتمہ پر جب حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کا اونٹ زخمی ہو کر گرا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلدی سے کہا۔ دیکھو (ام المؤمنینؓ) کو کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی (طبری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے

جلدی سے بڑھے۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ہودج کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا اما جاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ اللہ جل شانہ تمہاری غلطی کو معاف فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ (طبری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کو شکست ہوئی۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اونٹ کے اوپر کاجا وہ جس میں بیدہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف رکھتی تھیں مقتولین کے درمیان سے اٹھالیا جائے اور ان کے لئے خیمہ لٹکایا جائے اور خود حاضر ہو کر خیریت پوچھی (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۴ ج ۱)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا انھوں نے بھی مرحبا کہا۔ وہاں ایک عورت صفیہ نامہ موجود تھی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہا تیری اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ یتیم کہے جیسا کہ تو نے میری اولاد کو یتیم کیا۔ اس نے دوبارہ یہی الفاظ کہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی بات ان سنی کر دی اور خاموشی سے تشریف لے آئے۔ کسی نے عرض کیا امیر المومنین خاموشی سے گزرے چلے جا رہے ہیں، آپ نے سنا نہیں یہ عورت کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہیں یہ حکم ہے کہ مشترک عورتوں سے بھی تعرض کریں۔ پھر مسلمان عورتوں سے کیونکر درگزر نہ کریں۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵ ج ۱)۔

فتاویٰ صحابہ ص ۶۱

اسی موقع پر ایک شخص نے آکر عرض کیا امیر المومنین دو آدمی دروازہ پر کھڑے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبراً کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبعا بن عمرو کو حکم دیا کہ دونوں آدمیوں کو (تغزیہ) سو سو کوڑے لگائیں۔ (حوالہ بالا)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روانہ ہونے لگیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے قافلہ کے لئے سواریوں کا انتظام کیا اور زاد راہ کھانا پینا دیکر سامان فراہم کر کے دیا اور

بصرہ کی چالیس عورتیں ان کے ساتھ کیں۔ جب روانگی کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بنفس نفیس دروازہ پر تشریف لائے اس وقت اور بھی بہت افراد موجود تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب کو رخصت کیا اور سب کو دعا دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہ ایک واقعہ پیش آگیا تھا جو اپنوں میں کبھی پیش آجاتا ہے رہم ایک دوسرے کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں) بلاشبہ یہ دنیا و آخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ بطور مشایعت چند میل تک چلتے رہے اور اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ آج کا دن بھر سفر گزاریا (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۶ ج ۲ فضائل صحابہ ص ۶۸)

یہ تھا مخالفوں کے ساتھ معاملہ اور یہ تھی مقابلین کی عزت افزائی۔ ہم لوگوں کو اپنے کسی جریف پر تسلط حاصل ہو جائے تو ہمارا کیا برتاؤ ہے۔ کسی مخالف پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کی جان و مال آبرو کوئی چیز بھی ایسی ہے جس پر ہم تم کر سکتے ہیں۔ (الاعتدال ص ۲۳)

حضرت علی بن یاسر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی بن یاسر رضی اللہ عنہ جو جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے موقف کے خلاف تھے۔ ان کے سامنے کسی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ کہا تو آپ نے غصہ کے عالم میں اسے ڈانٹا، چپ ہو جا بھونکنے والے قبیح آدمی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ زوجہ کو ایذا پہونچانا چاہتا ہے؟ وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ محترمہ رہیں گی، انھوں نے امن کی راہ اختیار کی۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی محبوبہ زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ہمارا امتحان لیا کہ ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں یا خدا کی (کنز العمال ص ۱۶۲ وحیاء الصحابہ ص ۱۶۲)

اس سے بلند نمونہ ادب اور کیا ہو سکتا ہے؟ جو ایسے انسانوں نے پیش کئے جن کے درمیان مشیتِ خداوندی سے آپس میں شمشیر زنی اور نیزہ بازی ہو چکی تھی لیکن جو نور انھوں نے شمعِ نبوت سے پایا تھا وہ ان کے دلوں میں جگمگاتا رہا جس سے کینہ اور بغض و حسد کی ظلمتیں ان کے قریب نہ آ سکیں اور ادب و اختلاف کی اتنی عظیم اشان مثالیں انھوں نے پیش فرمادیں۔ فالحمد للہ (اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب)

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ ناگوار بات کہدی۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ اے میرے بھائی! میرے لئے مغفرت طلب کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، غصہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ اس بات کا اعادہ کیا۔ پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا نہ پڑا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی تم سے سوال کرتا ہے کہ تم اس کے لئے مغفرت طلب کرو اور تم ایسا نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ کوئی مرتبہ ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے مجھ سے اپنے لئے استغفار کرائی ہو اور میں نے استغفار نہ کی ہو۔ اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی آپ کے بعد مجھے ان سے زیادہ محبوب نہیں سہیگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور قسم اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے، آپ کے بعد ان سے زیادہ مجھے بھی کوئی محبوب نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے میرے ساتھی کے بارے میں تکلیف مت دو۔ اس لئے کہ مجھے اللہ پاک نے ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تھا۔ تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ

کہتے ہو۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور اگر اللہ پاک نے ان کا نام صاحب نہ رکھا ہوتا تو میں ان کو اپنا خلیل بنا لیتا، لیکن اللہ کے لئے بھائی بندہ ہے سن لو مسجد میں سے ہر درتچی بند کر دی جائے مگر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کو درتچی باقی رہے دی جائے (حیات الصحابہ ص ۵۶)

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ تعالیٰ عنہا کا طرز عمل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب بلایا اور کہا ہمارے آپس میں بہت سی دفعہ وہ باتیں ہوئیں جو سوکنوں میں ہوتی ہیں۔ اللہ میری اور تمہاری ان معاملات میں مغفرت کرے جو ہوئے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان سب باتوں کی مغفرت کرے اور تجاوز کرے، اور ان سب باتوں سے بری الذمہ کرے۔ یہ سن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ تم نے مجھ کو خوش کیا اللہ تمہیں خوش کرے اور اسی طرح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی اسی جیسی بات کہی۔ (حیات الصحابہ ص ۵۶ حصہ ۲ اردو)

شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں ان کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، تشریف لائے، اور

ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہ! یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا آپ کو پسند ہے کہ میں انھیں اندر آنے کی اجازت دوں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ انھوں نے اجازت دی چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رحمہ کو راضی کر رہے تھے اور فرمایا خدا کی قسم! میں نے گھر اور مال اور اہل اور خاندان محض اللہ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے اور تم اہل بیت کو راضی کرنے کے لئے چھوڑا ہے اور اس کے بعد پھر انھیں منایا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رحمہ راضی ہو گئیں۔ (حوالہ بالا)

حضرت سیدنا حسین بن علی اور
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
طبرانی میں ہے کہ حضرت رجاء بن ربيع
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی
علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تھا

حسن اتفاق سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا انھوں نے سلام کیا۔ ہم سب
نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، خاموش رہے جب
قوم سلام کا جواب دے کر چپ ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے باوازی بلند
کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قوم کی طرف توجہ
کی اور کہا کیا تم میں سے نہ بتاؤں کہ آسمان والوں کے نزدیک زمین والوں میں
کون زیادہ محبوب ہے؟ قوم نے کہا ضرور بیان کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ خدا
کی قسم یہی جو ان (حسین بن علی رضی اللہ عنہ) ہے۔ جنگ صفین کی راتوں کے بعد
میں نے اس جو ان سے بات کی ہے اور نہ اس نے مجھ سے۔ خدا کی قسم! اگر یہ مجھ سے
راضی ہو جائے تو یہ بات مجھے اُحد پہاڑ کے برابر (سوئے) سے زیادہ محبوب ہے
ان سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم علی الصباح ان کے پاس نہ چلو گے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور چلوں گا۔ چنانچہ ایک دوسرے سے صبح
چلنے کا وعدہ ہوا۔

رجاء رضا کہتے ہیں کہ میں بھی ان دونوں کے ساتھ چلا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ
اندر آنے کی اجازت چاہی، انھیں اجازت دی تو ہم داخل ہوئے اور انھوں نے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور ہمارے کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی داخلہ کی اجازت دی اور وہ اندر آئے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان کے لئے جگہ خالی کی۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ رہے تھے لیکن انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا طرف کھینچا لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے اور بیٹھ نہیں۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ دی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے سرگذشت سنا لی۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اسی طرح ہے اے ابن عمر رضی اللہ عنہما! کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام زمین والوں میں آسمان والوں کے نزدیک زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں! رب کعبہ کی قسم بے شک آپ زمین والوں میں آسمان والوں کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو پھر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ تم نے مجھ سے اور میرے باپ سے یوم صفین میں جنگ و جدال کیا۔ خدا کی قسم! میرا باپ مجھ سے بھلا تھا۔ کہا ہاں یہی بات ہے، لیکن (میرے باپ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور کہا تھا کہ عبد اللہ دن بھر روزے رکھتا ہے اور راتوں کو عبادت کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز بھی پڑھا کر اور سویا بھی کر۔ روزے بھی رکھ اور افطار سے بھی رہ اور (اپنے باپ) عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا مان۔ پس جب یوم صفین ہوا، خدا کی قسم! انھوں نے مجھے قسم دے کر شریک کیا نہ تو میں نے ان کی جماعت میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ رہ کر تلوار سونپی اور نہ میں نے کوئی نیزہ مارا اور نہ کوئی تیر چلایا۔ یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ جہاں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا

بے شک میں جانتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں۔ گویا کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات مان لی (حیات الصحابہ صفحہ ۵ حصہ ۶ اردو)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس منبر پر چڑھا اور میں نے کہا کہ میرے

باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر بیٹھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے باپ کے لئے کوئی منبر نہ تھا اور مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ جب منبر سے اترے مجھے اپنے مکان لے گئے اور مجھ سے پوچھا۔ اے میرے بیٹے تجھے یہ کس نے سکھایا ہے میں نے کہا مجھے یہ کسی نے نہیں سکھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کاش تو ہمارے پاس آمد و رفت رکھے تو بڑا اچھا ہے۔ میں ایک دن ان کے پاس گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں کچھ کہہ رہے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے ان کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی تھی میں لوٹ آیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور فرمایا۔ اے میرے بیٹے! میں نے تجھے نہیں دیکھا کہ تم میرے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا میں آیا تھا اور آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں باتیں کر رہے تھے اور میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ واپس ہوئے تھے میں بھی واپس ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بہ نسبت اجازت دینے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ دیکھو یہ سرفرازی جس کو تم دیکھ رہے ہو، اللہ نے عطا فرمائی ہے اور اس کے بعد تم لوگوں نے اور اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا۔ (حیات الصحابہ صفحہ ۵ ج ۲ حصہ ۶ اردو)

حضرت علی و حضرت عمران بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما | حضرت ابو حبیبہ رضی اللہ عنہ
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے

آزاد کردہ غلام فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، جب کہ آپ اصحاب قبل سے فارغ ہو چکے تھے، ابو حبیبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمران رضی اللہ عنہ کے لئے انھوں نے مرجھا بھی۔ اور انھیں اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ پاک مجھ کو اور تیرے والد کو ان لوگوں میں سے کرے جن کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا:-

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ إِخْرَاجًا عَلٰی سُرٍّ مُّتَقَابِلَيْنِ
ترجمہ :- اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا وہ سب دور کر دیں گے (سورۃ حجر کو دعا)
کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے میرے بھتیجے! فلاں عورتوں کا کیا حال ہے؟ فلاں عورتوں کا کیا حال ہے؟ اور ان سے ان کے باپ کی ام ولد تک کو پوچھا۔ اس کے بعد فرمایا، میں نے ان برسوں میں تمہاری زمین پر اس لئے قبضہ کیا ہے ایسا نہ ہو کہ لوگ اس پر لوٹ ڈال لیں، اے فلاں! ان کے ساتھ ابن قریظ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ان برسوں کا غلہ دے اور ان کی طرف ان کی زمین کو واپس کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ دو آدمی ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک ان میں سے حارث عور رضی اللہ عنہ تھا۔ ایک نے ان میں سے کہا اللہ ان سے زیادہ الصاف کرنے والا ہے۔ ہم ان لوگوں سے لڑیں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، تم کھڑے ہو اور اللہ پاک کی دوردراز زمین میرا کر آباد ہو جاؤ۔ اس شخص کے کہنے کا مصداق میرے اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے

علاوہ اور کون ہو سکتا ہے، اے میرے بھتیجے! جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو ہمارے پاس آیا کر۔ (حیات الصحابہ ص ۵۴ ج ۲ حصہ ۱ اردو)

حضرت عمر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما | حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ

کی طرف سے لوگوں پر کچھ خفیہ مقرر تھے، چنانچہ یہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ کچھ لوگ جمع ہوئے اور آپ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور ان لوگوں کی طرف آدمی بھیجا اور وہ لائے گئے۔ آپ نے فرمایا: اے قوم کے شریر لوگو! اے قبیلہ کے شریر لوگو! اے صاف لوگوں میں فساد ڈالنے والو! انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کس لئے ایسا فرما رہے ہیں، ہم نے کیا کیا ہے؟ پھر بھی آپ نے میں حترہ ان کلمات کا اعادہ کیا اور فرمایا: تم نے مجھ میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں تفریق کیسے کی؟ اس ذات کی قسم کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے لئے جنت میں (کاش) وہ مقام ہوتا جہاں حضرت ابو بکرؓ کو آنکھوں کے سامنے دیکھوں۔ (حیات الصحابہ ص ۵۴ ج ۲ اردو)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا نبی اکرمؐ کے بعد اس اُمت میں سب بہتر حضرت ابو بکرؓ ہیں جس نے میری اس گفتگو کے بعد خلاف کیا وہ معتزلی ہے اور اس پر وہی سزا جاری کی جائیگی جو انفرادہ کر نیوالے پر جاری کی جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ (ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمت میں سب سے بہتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو دُرہ سے مارنا شروع کیا۔ اور کہہ رہے تھے کہ اس نے اول سے آخر تک جھوٹ کہا ہے۔ بے شک حضرت ابو بکرؓ مجھ سے اور میرے باپ سے اور تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر تھے (حیات الصحابہ ص ۵۴ ج ۲ اردو)

حضرت علی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما | ابو زناد رضی اللہ

کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا حالانکہ آپ ان کی بہ نسبت مناقب میں زیادہ کامل ہیں۔ اور اسلام لانے اور صلح جونی میں ان سے پیش پیش اور سبقت لے جانے والے اعمال میں ان سے آگے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو قریشی ہے تو اللہ سے استغاثہ کر (یعنی اس بات کے کہنے سے اللہ کی پناہ پکڑ) اس شخص نے کہا بہت اچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔ اور اگر تو زندہ رہ گیا تو میری جانب سے تیرے پاس وہ گھبراہٹ آئے گی جو تیرا چاروں طرف سے محاصرہ کر لے گی۔ تجھ پر بڑا افسوس ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چار باتوں میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ امام بننے میں مجھ سے سبقت لے گئے اور امام بنائے جانے میں، اور ہجرت کے وقت غار کے واقعہ میں بھی مجھ پر سبقت لے گئے۔ اور اسلام کی اشاعت میں مجھ پر سبقت لے گئے۔ تجھ پر بڑا افسوس ہے۔ اللہ پاک نے تمام لوگوں کی مذمت کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی۔ اور فرمایا **إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَتَضِلَّ نَصْرُهُ اللَّهُ إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَائِرِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى ط وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ط**

(سورہ توبہ رکوع ۶)

ترجمہ :- اگر تم لوگ ان کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مدد نہ کرو گے

تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلا وطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے شکوک سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے) (حیات الصحابہ ص ۵۴)

حضرت عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما | شیخ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے

کہ ان دونوں حضرات کے درمیان سو مختلف فیہ مسائل تھے اور ان میں سے چار کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان اختلافات کے باوجود ان دونوں حضرات کی باہمی محبت و یگانگت اور عزت و احترام میں کوئی کمی نہیں آئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک روز دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک نے حضرت عمرؓ اور دوسرے نے کسی دوسرے صحابی سے قرآن حکیم پڑھا تھا۔ پہلے شخص نے آپؓ سے کہا کہ مجھے عمر بن خطابؓ نے پڑھایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعودؓ رو پڑے۔ ان کا دامن آنسوؤں سے تر ہو گیا اور فرمایا حضرت عمرؓ نے تمہیں جس طرح پڑھایا ہے اسی طرح پڑھ کر مجھے سناؤ۔ وہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں داخل ہو کر کوئی نکل نہیں سکتا تھا۔ آپ کے انتقال سے وہ قلعہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔

۱۔ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ اعلام الموقعین ص ۲۱۸ ج ۲۔
۲۔ الاحکام ص ۴۱ ج ۴۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ایک روز تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تشریف فرما تھے۔ آپ کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم و تفقہ سے بھری ہوئی شخصیت۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ علم سے ایسے بھرے ہوئے کہ میں اہل قادیسیہ پر انھیں ترجیح دیتا ہوں۔

بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و توقیر محبت و عظمت کا یہ حال تھا۔

حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما

عہما میں بعض مسائل میں اختلاف تھا اور سخت اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود ان کا حسن کردار یہ تھا۔

ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ان کی سواری کی رکاب تھام لی اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

”اے فرزندِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ چھوڑ کر ہٹ جائیں اور ایسا نہ کریں“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:-

”ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کریں“ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- ”آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں“ ابن عباس نے ہاتھ آگے کیا جسے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فوراً چوم لیا اور فرمایا:- ”ہم کو اہل بیت نبی کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم اور تعلیم دی گئی ہے۔“

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶ ج ۳ و حیات الصحابہ ص ۷۹ ج ۳ مملہ کنز العمال ص ۷۳ ج ۷
۲۔ حیات الصحابہ ص ۳۳ ج ۳ بحوالہ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔

حضرت زید رض کا انتقال ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "علم اس طرح رخصت ہوتا ہے" اور ایک روایت میں ہے "علم کا جانا اس طرح ہوتا ہے" آج علم کا بہت زیادہ حصہ دفن ہو گیا۔

حضرت عمر رض کا اپنے قاتل کے ساتھ حسن سلوک | ابو لؤلؤہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل

ہے نصرانی غلام تھا۔ حضرت عمر رض کی زندگی ہی میں ان کو اشارہ سے قتل کی دھمکی دی تھی، حتیٰ کہ کچھ عرصے بعد قتل ہی کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے خود فرمایا کہ اس نے اس وقت مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن اس کے باوجود کیا کوئی انتقام اس سے لیا بلکہ اس کے بالمقابل اس کے ساتھ احسان کا ارادہ تھا جو کتب احادیث اور تاریخ میں مشہور ہے۔ اور اس کی عداوت کا یہ حال تھا کہ جب نہادند قیدی پکڑ کر لائے گئے تو ایک ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور کہتا تھا کہ اکل عمر کیدی عمر نے میرا جگر کھالیا۔ (اشاعت)

حضرت علی رض کا اپنے قاتل کیساتھ سلوک | ابن بلجم حضرت علی رض کا قاتل ایک مرتبہ کسی اپنی حالت

کو لے کر حضرت علی رض کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی حاجت پوری فرمادی، اور ارشاد فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ کسی نے عرض کیا اس کو آپ قتل کیوں نہیں کر دیتے آپ نے فرمایا **يَقْتُلْنِي** پھر مجھے کون قتل کرے گا۔ (اشاعت) ایک روایت میں ہے کہ ابھی تو اس نے قتل نہیں کیا (تو پہلے سے قصاص کیسے ہو سکتا ہے) جب اس شقی

۱۔ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ اعلام الموقعین ص ۱۸ ج ۱

۲۔ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ سنن البیہقی ص ۲۱۱ ج ۲ والمحصل ص ۷۷ ج ۲

نے آپ پر حملہ کر دیا اور پکڑا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی قتل نہ کرنا قید میں رکھنا (وَأَطِيبُوا
طَعَامَهُ وَالْيَنُوقَ فَرَأَسَهُ) اور کھانے کو اچھا دینا اور بسترہ نرم دینا۔ اگر میں اس
حملے سے مر گیا تو قصاص میں قتل کر دینا۔ اور اچھا ہو گیا تو میں اپنے معاملہ کا مختار ہوں
چاہے معاف کر دوں یا بدلہ لوں (خمیس) الاعتدال ۲۳۵

دشمنوں کے ساتھ ان پاک نفوس کا جو برتاؤ تھا وہ ہمارا دوستوں سے بھی نہیں
پھر اُمید باندھے بیٹھے ہیں کہ اسلام اسلام کا نام زبان پر رٹیں اور ثمرات وہی حاصل
ہوں جو ان کو حاصل تھے (فَاللّٰهُ الْمُسْتَكْنٰی) الاعتدال۔

حضرت حسن کا اپنے قاتل کے ساتھ سلوک | حضرت حسن رضی اللہ عنہ
کو جب زہر پلایا گیا اور

جب وصال ہونے لگا تو لوگوں نے دریافت کیا آپ کو کچھ معلوم ہے کہ کس نے زہر دیا
ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ میں ہرگز نہ بتاؤں گا کہ کس نے پلایا ہے۔ اگر وہی
ہے جس کو میں سمجھتا ہوں تو اللہ جلّ شانہ، کا انتقام بہت کافی ہے اور اگر وہ نہیں
ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی بے گناہ کو مارا جائے۔ (خمیس)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ | حضرت حسن بن علی رضی
اللہ عنہ، پر زہر کے اثر

کا غلبہ ہوا تو اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس
بھیجا اور اس کی اجازت منگائی کہ میں ان کے گھر میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم
کے قریب دفن ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باوجود اس ساری لڑائی کے
بخوشی اس کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا
کہ شاید میری زندگی میں میری شرم و لحاظ کی وجہ سے اجازت دیدی ہو۔ میرے
انتقال کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا۔ اگر وہ بخوشی اجازت دیدیں تو وہاں دفن

کر دینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد دوبارہ احازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:-

(نغم و کرامت) ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ یہ ہے مسلمانوں کے اسلاف کی لڑائی اور آپس کی مخالفت۔

حضرت سعید بن العاصؓ سے نماز جنازہ پڑھوانا

اس کے بعد کا بھی حال سُنو کہ اُمراءِ بنو اُمیہ نے اس وجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کو وہاں دفن نہیں ہونے دیا تھا، مزاحمت کی اور کہا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن نہیں ہونے دیا تو حسن رضی اللہ عنہ بھی وہاں دفن نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے سعید بن العاصؓ امیرِ مدینہ کو بڑھایا اور فرمایا کہ یہی سنت ہے۔ (حمیس/الاقتداء)



پاسبانِ حق

سید محمد حسین

فروعی مسائل کے اختلاف میں علامہ انور شاہ صفا کی رائے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ایک اہم واقعہ نقل فرمایا ہے جو درج ذیل ہے:-

ایک اہم واقعہ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں جو اہم بھی ہے اور عبرت خیز بھی۔ قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال اسی جلسہ میں تشریف لائے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پجڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں! ٹھیک ہی ہے۔ میاں مزاج کیا پوچھتے ہو، عرضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گزری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء رہیں مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ فرمایا میں تمہیں صحیح کہتا ہوں، عرضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت بات کیا ہے؟ فرمایا ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدو کاوش کا یہ خلاصہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی۔ ابو حنیفہؒ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوالے گا، وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔

اور امام شافعی رحمہ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبل رحمہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلہ میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں، کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو "صواب محتمل الخطا" (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) ثابت کر دیں اور دوسرے کے مسلک کو "خطا محتمل الصواب" (غلط مسلک جس کے حق ہونے کا احتمال موجود ہے) کہیں اس آگے کوئی نتیجہ نہیں۔ ان تمام بحثوں، تدقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ پھر فرمایا۔ ارے میاں اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کونسا مسلک صواب تھا اور کونسا خطا۔ اجتہادی مسائل میں صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں بھی ہم تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح، یا یہ کہ یہ صحیح ہے۔ لیکن احتمال موجود ہو کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا مرے۔ اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو۔ دنیا میں تو یہ ہے ہی۔ قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھی یا بالسر حق تھی؟ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی رحمہ کو رسوا کرے گا نہ ابو حنیفہ رحمہ نہ مالکؒ کو نہ احمد بن حنبلؒ کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے جنہوں نے نور ہدایت چار سو پھیلا دیا ہے جن کی زندگی سنّت کا نور پھیلانے میں گذریں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا کہ وہاں میدان محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابو حنیفہ رحمہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی رحمہ نے غلط کہا تھا یا اس کے برعکس یہ نہیں ہوگا۔ تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں۔ اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دیا

اپنی قوت صرف کردی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سب ہی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی۔ آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی ہے۔ یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں میں اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واعیار ان کے چہرے کو مسح کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے۔ حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا یوں غلگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔ انتہی۔ (وحدت اُمت ص ۵۱)

اے انوس کہ بعض غیر مقلدین نے اپنا مشغلہ ہی یہ بنالیا کہ سادہ لوح مسلمان عوام کے پاس جا کر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ پر حدیث کے خلاف کرنے کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں اور اس طرح اُمت میں اختلاف و انتشار پیدا کرتے ہیں اور اس کو بڑی دینی خدمت سمجھتے ہیں۔ خدانے پاک ان کو سمجھ دے کہ اس پر قوت صرف کرنے کے بجائے اُمت میں جو بُرائیاں پھیل رہی ہیں، ہر چہار جانب سے جو اسلام پر حملے کئے جا رہے ہیں ان کے انسداد پر اپنی محنت و قوت صرف کریں۔

انوس کہ آج کم میں بہت سے حضرات انھیں فروعی مختلف فیہ مسائل میں الجھے ہوئے ہیں اور اسی پر اپنی تمام تر قوتیں صرف کر رہے ہیں اور ہر ایک اپنے مخالف فریق کو گمراہ قرار دیکر اُمت میں مزید اختلاف و انتشار کا باعث بن رہا ہے اور ایک دوسرے کے قریب آنے کے بجائے اور زیادہ دوری ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ہر طبقہ جس مسلک کو حق سمجھتا ہے دیا ننداری کے ساتھ اس پر عمل کرے اور دوسرے طبقہ کے پیچھے پڑنے کے بجائے اشاعت دین و سنت اور دعوت اسلام پر قوت صرف کریں۔ شرک و بت پرستی اور کفر و الحاد جو ہر چہار جانب سے حملہ آور ہو رہا ہے اس کے دفاع پر قوت صرف کریں تو اُمت کا کتنا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک طبقہ براہ راست حدیث پاک پر دیا ننداری کے ساتھ عمل کرتا ہے اور اس میں اتنی استعداد و صلاحیت بھی ہے کہ حدیث پاک کے صحیح مفہوم کو سمجھے اور ناسخ و منسوخ کو جانے تو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے مگر ائمہ مجتہدین کے خلاف بدگمانی اور بدزبانی کر کے اُمت میں انتشار تو نہ پھیلا میں اس کی تو شرعاً اجازت نہیں۔

ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا طرز عمل

تعبیر کتاب و سنت کے ماتحت غیر منصوص مسائل کے استخراج و استنباط کے سلسلہ میں جو ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے ہوا کہ ایک ایک چیز کو حلال کہتا ہے، ایک حرام، ایک جائز کہتا ہے، ایک ناجائز۔ ایک چیز کو ایک فرض و واجب کہتا ہے دوسرا ناجائز۔ مگر اس کے باوجود اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے ان کے مابین جنگ و جدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلاف مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے بلکہ ایک دوسرے کی تعریف و توصیف اور احترام و تعظیم سے ان کے حالات و تذکرے لبریز ہیں۔
حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف مشہور و معروف ہے اور سیکڑوں ہزاروں مسئلوں میں اختلاف ہے۔

لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔
جو فقیہ بنا چاہے اس کو چاہیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کو چمٹ جائے۔ میں خود امام محمد رحمہ اللہ کی کتابوں سے فقیہ بنا ہوں۔
(در مختار)

امام اعظم رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جہاں کہیں میرے قول کے خلاف کوئی دلیل ملے۔
میں خود اپنے شاگردوں سے خود فرمایا

جائے اس کو اختیار کرو۔ (الاعتدال ص ۲۵)
امام شافعی رحمہ اللہ کا حسن ادب | حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صبح کی نماز

میں قنوت کا پڑھنا سنت ہے۔ ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوئے اور صبح کی نماز وہاں پڑھی اور دُعا قنوت نہیں پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ بسم اللہ بھی آواز سے نہیں پڑھی (حالانکہ وہ بھی ان کے نزدیک سنت ہے) کسی نے استفسار کیا تو فرمایا۔ اس قبر والے کے ادب نے روک دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ یوں فرمایا۔ میں ان کی بارگاہ میں ہوں کیسے ان کی مخالفت کر سکتا ہوں؟ اور یہ بھی فرمایا کبھی ہم اہل عراق کا مسلک اختیار کر لیتے ہیں۔

(اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۳۵)

اشکال اور جواب | بعض لوگ اس قصہ پر بہت شور کرتے ہیں کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کی وجہ سے سنت

پر عمل چھوڑ دیا جاوے۔ امام شافعی رحمہ کی شان اس سے ارفع ہے کہ ایک مجتہد کی قبر کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دیں۔ حالانکہ اس کا تعلق سمجھ سے ہے۔ امام اعظم رحمہ کے ادب سے سنت کو نہیں چھوڑا بلکہ ان کے ادب سے ان کی تحقیق کو اپنی تحقیق پر مقدم سمجھا کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں سنت نہیں ہیں بلکہ سنت قنوت کا نہ پڑھنا ہے۔ اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا۔ ایک شخص اپنی تحقیق سے کسی چیز کو سنت سمجھنے کے باوجود دوسرے محقق عالم کی تحقیق پر عمل کرے تو کیا حرج ہے۔ (الاعتدال ص ۲)

امام شافعیؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا

خطیب بغدادی اور موفق نے علی بن میمون (جو امام شافعی رحمہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں) سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے امام شافعی رحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "میں ابو حنیفہ رحمہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کے ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں تو

دُعا کے بعد مراد برآنے میں دیر نہیں لگتی۔ (امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کے حیرانگیز واقعات)

امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں مخالف مسلک کا احترام | امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں تکسیر چوٹنے

اور حجامت (تکچھنے) لگوانے سے وضو ضروری ہو جاتا ہے۔ ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ امام کے بدن سے خون نکلا اور اس نے وضو نہیں کیا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

آپ نے جواب دیا: امام مالکؒ اور سعید بن مسیبؒ کے پیچھے میں کیسے نماز نہ پڑھوں؟ ملے

امام مالکؒ کا موطا پر لازمی عمل کرانے کی مخالفت کرنا | ائمہ میں امام مالکؒ اہل مدینہ کی روایت

کردہ احادیث کے سلسلہ میں سب سے زیادہ ثقہ اور صحیح الاسناد سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صدیقہ رضی اللہ عنہما و فقہاء سب سے رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کے سب سے بڑے عالم بھی تھے۔ آپ کے ذریعہ اور آپ ہی جیسے دوسرے ائمہ سے علم روایت و فتویٰ کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ آپ نے حدیث و افتاء کی بیش بہا خدمت کی اور موطا جیسی گرا نقدر کتاب تالیف فرمائی۔ جس میں اہل حجاز کی قوی احادیث اور مستند اقوال صحابہ و فتاویٰ تابعین رحمہم جمع کر دی گئی اور اس کے بہترین فقہی ابواب قائم فرمائے۔ یہ موطا آپ کی چالیس سالہ جانفشانی کا ثمرہ ہے۔ شہر معاصر علماء حجاز نے بھی اس کی تائید و موافقت فرمائی۔ اس کے باوجود منصور نے جب اس کے چند نسخے کرا کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں

ملے اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب ص ۹۱

بھیجے گا۔ اور کیا۔ تاکہ لوگ اس فقہ پر عمل کریں اور پیدا شدہ اختلافات ختم ہو جائیں
تو سب کے پیچھے اپنے اس خیال کی مخالفت فرمائی اور فرمایا۔ امیر المومنین آپ ایسا نہ کریں
وہ تک بہت سی باتیں احادیث و روایات پر چلی جکی ہیں اور ہر جگہ کے لوگ
ان سے کچھ کو اپنا پتھ میں جسے خود ہی اختلاف رونا ہو چکا ہے اور اب اس
قد سے یہ اختلافات پیدا ہو جائیں گے اس لئے اٹھولنے اپنے لئے جو اختیار کر
لیے اس پر بھی آپ تھوڑے دیں۔ خلیفہ منصور نے یہ مسکد کہا:
"ابو عبد اللہ آپ کو اللہ اور قومیں بخشنے سے"

یہ مکتبائیں القہر ہے جو بغیر رضامندی کے اس کتاب پر دعوتِ عمل کا
قدم بھی نہیں رہتے دیتا جس میں اس نے اپنی سنی ہوئی سب کے اچھی احادیث اور
ہند محض و قوی محمود دیت کر دیا تھا جس پر اہل مدینہ اور بہت سے معاصر علماء کا
جو اتفاق تھا۔ ارجو ہے بار

مکتوب ایث بن سعد بن امام مالک | غالباً ادب اختلاف کی سب سے اچھی
اور بہترین مثال وہ مکتوب ہے

جسے فقہیہ مکتبہ امام ایث بن سعد نے امام مالک کے نام بھیجا۔ کمالِ ادب کے ساتھ
اس میں اپنے ان سب مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں ان دونوں حضرات کا اختلاف
تھا۔ یہ مکتوب کافی عجیب ہے اس نے اس کا صرف انتخاب یہاں پیش کیا جا رہا ہے،
میں سے کہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت کے اسلاف اور علماء و فقہاء نے کن آداب
افتادہ کے سامنے میں ہدایت پائی تھی جنہ ت ایث بن سعد فرماتے ہیں :-
"آپ پرستی جو اس غذا کی عموماً تھا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ حرمِ صلوة

میں اس وقت کے معمول و آداب بحوالہ جہ - اللہ العالیٰ ص ۳۳۵

کے بعد دعا ہے کہ اللہ ہمیں اور آپ کو اپنی عافیت میں رکھے۔ اور دنیا و آخرت میں انجام بخیر فرمائے۔ آپ کا مکتوب ملا جس میں آپ نے صحت احوال و ظروف کا ذکر کیا ہے۔ اللہ آپ کو ہمیشہ اسی طرح رکھے اور اپنے فضل و احسان سے مزید حمایت و نصرت عطا فرمائے۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

”میرے کچھ ایسے فتاویٰ کا آپ کو علم ہوا ہے جس کے خلاف آپ کے یہاں لوگوں کا عمل ہے۔ اور یہ کہ فتاویٰ میں اپنے اوپر اعتماد کرنے سے مجھے ڈرنا چاہیے۔ سبھی لوگ اہل مدینہ کے تابع ہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ہوئی اور جہاں نزول قرآن ہوا۔ آپ نے جو کچھ لکھا درست اور بجا ہے۔ انشاء اللہ۔ میرے اوپر آپ کی تحریر کا وہی اثر ہوا جو آپ چاہتے ہیں۔ میں شاذ فتاویٰ کی ناپسندیدگی، گزشتہ علماء مدینہ کی افضلیت تسلیم کرنے اور ان کے متفقہ فتاویٰ قبول کرنے میں کسی عالم کو اپنے سے زیادہ نہیں پاتا جس پر اللہ رب العالمین کا شکر ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر امام لیث بن سعد اپنے اور امام مالک کے درمیان عمل اہل مدینہ کی محبت کے وجہ اختلاف بیان کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں؛

”بہت سے اسلاف کرام جنہوں نے درسگاہ نبوت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پائی۔ وہ جہاد کرتے ہوئے زمین کے شرق و غرب میں پھیل گئے۔ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں میں بھی بہت سی چیزوں میں اختلاف ہے۔ جیسے ربیعہ ابن ابی عبد الرحمن، ان کے بعض مآخذ کا ذکر کرنے کے بعد لکھا: بحمد اللہ اس کے باوجود ربیعہ کے یہاں بڑی بھلائی، اسیل عقل، بلیغ زبان، واضح فضیلت، اسلام کا اچھا راستہ، اپنے بھائیوں کے لئے عام طور پر اور ہمارے لئے خاص طور پر سچی محبت ہے۔ اللہ انہیں رحمت و مغفرت سے نوازے۔ اور ان کے

اعمال کی جزائے خیر دے۔

اس کے بعد اپنے اور امام مالکؒ کے درمیان کئی اختلافی مسائل کی مثالیں دیں، جیسے الجمع لیلة المطر، القضار بشاہد ویکین، مؤخر الصداق لا یقبض الا عند الفراق، تقدیم الصلوة علی الخطبة فی الاستسقاء وغیرہ۔
آخر میں لکھتے ہیں:-

”اس طرح کی بہت سی دوسری چیزوں کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ اللہ آپ کو خیر و صلاح عطا فرمائے، زیادہ دنوں باقی رکھے، کیونکہ اسی میں لوگوں کی بھلائی ہے۔ اور آپ کے چلے جانے سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہے۔ دوری کے باوجود آپ کے مقام و مرتبہ سے آشنا ہوں۔ آپ کے سلسلہ میں میری یہ رائے اور یہ قدر و منزلت ہے۔ اپنے اور اہل و عیال کے حالات سے یا کوئی ضرورت ہو تو مجھے باخبر فرماتے رہیں، مجھے مسرت ہوگی۔ اللہ مجھے اور آپ کو اپنی عافیت میں رکھے۔ فالحمد للہ، اس سے دعا ہے کہ اس نے ہم سب کو جو نعمت دے رکھی ہے اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

امام اعظمؒ اور امام مالکؒ | مسالک ائمہ کا جو ہم نے جائزہ لیا ہے اور ہر ایک کے اصول و ضوابط میں جو فرق ہے اس

میں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور دونوں میں عمر کا بھی تفاوت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ سے پندرہ برس بڑے ہیں بلکہ باوجود ایک دوسرے کے احترام میں کوئی چیز مانع نہ ہو سکی۔ اور فقہ میں

علم اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ اعلام الموقعین ص ۸۳ تا ۸۸
والفکر السامی ص ۳۷ تا ۳۹ ج ۱۔

اختلاف منہاج ہوتے ہوئے بھی ادب کا پہلو ہی غالب رہا۔ قاضی عیاضؒ المہارک میں فرماتے ہیں:-

”امام لیث بن سعد نے کہا ایک روز میں نے مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: ابو حنیفہ سے گفتگو کر کے میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اے مصری! وہ واقعی فقیہ ہیں۔“

امام لیث مصری نے کہا:-

”اس کے بعد میں نے ابو حنیفہؒ سے ملاقات کر کے کہا اس شخص (امام مالکؒ) نے آپ کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی۔ تو آپ نے فرمایا: صبح جواب اور بھر پور تنقید میں ان سے تیز خاطر آدمی میں نے نہیں دیکھا پہلے اسماعیل بن فذیک کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام اعظمؒ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں اور باہمی گفتگو بھی جاری ہے حتیٰ کہ جب دونوں مسجد کے دروازہ پر پہنچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالکؒ نے امام اعظمؒ کا احترام کرتے ہوئے انھیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے۔ (امام اعظم ابو حنیفہ کے حیرت انگیز واقعات ص ۲۵۳)

امام مالکؒ اور امام ابن عیینہؒ | سفیان ابن ابی عیینہؒ، امام مالکؒ کے ہم عصر اور ان کے ہمسر تھے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ مالک اور ابن عیینہ دونوں معاصر ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو علم حجاز

ملہ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔ بحوالہ الانتقار۔

رخصت ہو جاتا۔

اس کے باوجود روایت ہے کہ ابن عیینہ نے ایک بار ایک حدیث ذکر کی تو اُن سے کہا گیا کہ اس حدیث میں امام مالکؒ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا: ”مالک سے مجھے ملا رہے ہیں کہاں میں اور کہاں وہ؟ دونوں کا کیا مقابلہ؟“ سفیان ابن عیینہؒ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: ”قریب ہے کہ لوگ طلب علم میں سفر کریں گے تو عالم مدینہ سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے۔“ سفیان سے پوچھا گیا وہ کون عالم ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: وہ مالک ابن انس ہیں۔ اور کہتے تھے ان کے پاس صحیح احادیث ہی پہنچتیں، ثقہ راویوں سے وہ حدیثیں لیتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ میں ان کے بعد علمی ویرانی چھا جائیگی۔

اما مالکؒ اور امام شافعیؒ | دونوں حضرات امام ہیں اور فقہی مسائل میں دونوں کے درمیان کافی اختلاف ہے۔

اس کے باوجود حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”مالک ابن انسؒ میرے استاد ہیں۔ اُن سے میں نے علم حاصل کیا۔ علماء کا جب ذکر کیا جائے تو وہ ستارے ہیں۔ میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی قابل اطمینان نہیں۔“

اور یہ بھی فرماتے ہیں:-

”جب امام مالکؒ کے پاس سے حدیث آئے تو اُسے مضبوطی سے تھام لو۔ ان کو جب حدیث میں شک ہوتا تو اُسے مکمل چھوڑ دیے۔“

علم اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ الاستقاد ص ۲۰۱

امام اعظمؒ کے بار میں محدثین کی رائیں

شعبہ بن حجاج کا ارشاد | حضرت شعبہ بن حجاج علم حدیث میں امیر المؤمنین تھے مگر امام ابو حنیفہؒ کی بہت عزت و تکریم

کرتے تھے اور ان کے مقام و مرتبہ کے مداح تھے۔ دونوں حضرات میں محبت و مودت تھی اور مراسلت بھی۔ وہ امام ابو حنیفہؒ کی تائید و توثیق کرتے اور ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اور ان کو جب امام ابو حنیفہؒ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا:

”آپ (امام ابو حنیفہؒ) کے ساتھ فقہ کوفہ بھی رخصت ہو گیا۔ انھیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے نوازے۔“

امام اعظمؒ کے بار میں معاصر محدثین کے اقوال

قول احمد مکی خوارزمی | احمد مکی خوارزمیؒ فرماتے ہیں:-

أَيُّ جَبَلٍ نُّعْمَانٍ إِنْ حَصَا كَمَا لِيُحْصَى وَلَا يُحْصَى فُضَائِلُ نُّعْمَانٍ
اے دونوں پہاڑ نعمان بیشک تمہاری کنکریاں شمار کی جاسکتی ہیں لیکن نعمان بن ثابت (امام اعظمؒ) کے فضائل شمار نہیں کئے جاسکتے۔

قول شہاد بن حکیم | شہاد بن حکیمؒ فرماتے تھے: ”میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا“

عہ حوالہ بالا

قولِ مکی ابنِ ابراہیمؒ | مکی ابنِ ابراہیمؒ فرماتے تھے: "ابو حنیفہؒ اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔"

قولِ ابنِ جریجؒ | ابنِ جریجؒ کو امام ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر پہنچی تو انھوں نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا "اس شخص کے فوت ہونے سے علم کا بہت بڑا حصہ جاتا رہا۔"

قولِ عبداللہ بن داؤدؒ | عبداللہ بن داؤدؒ نے کہا: "جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہیں اور آثار یا حدیث کے دقائق یا مشکافین کو معلوم کرنا ہو تو ابو حنیفہؒ ہیں۔" عبداللہ بن داؤدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

"اہلِ اسلام پر اپنی نماز میں ابو حنیفہؒ کے لئے دُعا کرنا واجب ہے کیونکہ انھوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور آثار محفوظ کر دیا ہے۔"

قولِ امام احمد ابنِ حنبلؒ | امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: ابو حنیفہؒ علم، تقویٰ، زہد اور اختیارِ آخرت میں اس مقام پر تھے جہاں کوئی نہیں پہنچا۔

قولِ عبداللہ بن مبارکؒ | عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: "بجز امام ابو حنیفہؒ کے کوئی زیادہ حقدار نہیں کہ اس کا اقتدار کیا جائے۔ کیونکہ وہ امام و متقی و پرہیزگار اور عالم فقیہ تھے۔ علم کو انھوں نے ایسا کھولا کہ کوئی نہیں کھول سکا۔"

قولِ خلف ابنِ ایوبؒ | خلف بن ایوبؒ سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا: خدا تعالیٰ سے علم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا اور ان سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور ان سے تابعین کو اور

تابعین رحمہ سے ابو حنیفہ رحمہ کو پس جو چاہے راضی رہے یا غصہ ہو۔

قولِ سفیان ثوریؒ سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ ”جیسے باز کے سامنے چڑیوں کی حالت ہوتی ہے ویسی ہی ابو حنیفہ رحمہ کے سامنے ہماری

حالت تھی اور بلاشبہ ابو حنیفہ رحمہ علماء کے سردار ہیں۔“

قولِ سلیمانؒ سلیمانؒ سے منقول ہے کہ حدیث لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَظْهَرَ الْعِلْمُ (قیامت نہیں قائم ہوگی حتیٰ کہ علم ظاہر

ہو جائے) کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا ہے کہ یہاں علم سے امام ابو حنیفہ رحمہ کا علم مراد ہے۔

قولِ امامِ شعرانی مالکیؒ امام شعرانی مالکی رحمہ نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کی کثرتِ علم و ورع و عبادت

و دقت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے۔

قولِ ابراہیم بن عکرمہ مخزومیؒ ابراہیم بن عکرمہ مخزومی رحمہ سے مروی ہے وہ فرماتے تھے میں نے اپنی تمام عمر میں

کوئی عالم امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ پرہیزگار، زیادہ زاہد، زیادہ عبادت گزار، زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔

قولِ شقیق بلخیؒ شقیق بلخی رحمہ نے فرمایا: امام ابو حنیفہ رحمہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ پرہیزگار، سب سے

زیادہ عبادت گزار، سب سے زیادہ کریم النفس اور دین میں بڑی احتیاط کرنیوالے تھے۔
قولِ عبداللہ بن مبارکؒ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ”میں نے کوفہ میں داخل ہو کر وہاں کے لوگوں سے سوال کیا۔

تمہارے شہر میں کون شخص سب سے زیادہ علم والا ہے۔ سب نے کہا: امام ابو حنیفہؒ؟

پھر میں نے پوچھا سب سے زیادہ ہر ہیزگار کون شخص ہے۔ سب نے کہا امام ابو حنیفہؒ۔
 پھر میں نے پوچھا سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ سب نے کہا امام ابو حنیفہؒ۔ پھر میں نے
 پوچھا سب سے زیادہ عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے؟ سب نے کہا امام ابو حنیفہؒ۔
 پس اخلاق حسنہ و محمودہ میں سے میں نے کوئی صفت نہیں پوچھی مگر سب نے یہی کہا کہ
 بجز امام ابو حنیفہؒ کے ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اس وصف کے ساتھ پیدا ہوا۔

قول امام شافعیؒ | امام شافعیؒ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا۔ لوگ فقہ میں
 ابو حنیفہؒ کے عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے زیادہ کوئی فقیہ

نہیں دیکھا۔ اور امام شافعیؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو نہ
 دیکھے وہ نہ تو علم میں متبحر ہوگا اور نہ فقیہ ہوگا۔

قول امام وکیعؒ | امام وکیعؒ نے فرمایا۔ میں نے کسی ایسے شخص سے
 جو ابو حنیفہؒ سے زیادہ افقہ اور اچھی نماز پڑھنے

والا ملاقات نہیں کی۔

قول یحییٰ سعید القطان | یحییٰ ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سعید
 القطان کو فرماتے سنا: ”ہم جھوٹ نہیں بولتے

ہم نے ابو حنیفہؒ سے کوئی احسن رائے نہیں دیکھا۔ ہم اکثر ابو حنیفہؒ کے اقوال
 پر عمل کرتے ہیں۔

قول یحییٰ بن معینؒ | یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اہل قول
 میں ہمسزہ کی قرأت اور فقہ میں امام

ابو حنیفہؒ کا فقہ عمدہ ہے۔

قول محمد بن بشرؒ | نافع الکبیرؒ میں خطیب بغدادی سے نقل کر کے لکھا ہے
 کہ محمد بن بشرؒ کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ

کے پاس جایا کرتا تھا۔ پس جب ابو حنیفہ کے پاس آتا اور وہ مجھ سے پوچھتے کہاں سے آیا ہے تو میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے آیا ہوں۔ وہ فرماتے: تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ اگر علقہ اور اسود موجود ہوتے تو اس کے ضرور محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس آتا اور وہ مجھ سے پوچھتے کہ کہاں سے آیا ہے تو میں کہتا کہ ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ وہ فرماتے تو افعہ اہل ارض کے پاس سے آیا ہے۔

قول سہل بن عبد اللہ شتریؓ | سہل بن عبد اللہ شتریؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ

علیہما السلام کی امت میں امام ابو حنیفہؒ جیسا کوئی شخص عزیز العلم، ثاقب الفہم، قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو ان کی امت یہودی و نصرانی نہ ہوتی۔

قول مسعر بن کدامؓ | مسعر بن کدامؓ جن سے صحاح ستہ میں آیتیں لی گئی ہیں اور جو سفیان ثوری و سفیان بن

عیسیٰؒ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں: جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابو حنیفہؒ کو وسیلہ کر لے اور ان کے مذہب پر چلا چلے، میں امید کرتا ہوں کہ اس کو کچھ خوف نہ ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے:-

حَسْبِي مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا أَعَدُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي رِضَى الرَّحْمَنِ

دِينُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرُ لَوْ رِئِثَ إِعْتِقَادِي مَذْهَبُ النُّعْمَانِ

کافی ہیں مجھ کو وہ نیکیاں قیامت کے روز جو میں نے خدا کی رضا مندی کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس کے بعد میرا اعتقاد مذہب ابو حنیفہ نعمان کا ہے۔

قول علی بن عاصمؓ | ابن حجر مکیؒ نے نقل کیا ہے کہ علی بن عاصمؓ نے فرمایا ہے کہ اگر ابو حنیفہؒ کی عقل کو نصف

اہل ارض کی عقل کے ساتھ وزن کیا جائے تو البتہ ان پر غالب آجائے۔

قول یزید بن ہارونؓ

یزید بن ہارون رحمہ فرماتے ہیں:-
”میں نے ہزار شیوخ سے پڑھا

اور علم حاصل کیا۔ لیکن قسم بخدا میں نے ابو حنیفہ رحمہ سے زیادہ پر ہیز گار اور ان سے زیادہ حفظ والا اور ان سے زیادہ عقل والا نہیں دیکھا۔

قول امام شافعیؒ

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ سے زیادہ عقیل کوئی آدمی

پیدا نہیں ہوا۔

قول امام مالکؒ

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے: ”ایک دفعہ امام مالکؒ سے امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہ رحمہ

کا حال پوچھا:- انھوں نے فرمایا، وہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تم ان سے اس ستون کی نسبت بات چیت کرو اور وہ چاہیں کہ اس کو سونے کا ثابت کریں تو البتہ وہ دلائل سے ثابت کر دیں گے۔

اشعار عبد اللہ بن مبارک فی مدح ابی حنیفہ

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا	إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ أَبُو حَنِيفَةَ
بِأَثَرٍ وَفِيقَهُ فِي حَدِيثٍ	كَأَيَاتِ الزُّبُورِ عَلَى صَحِيفَةِ
فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهُ نَظِيرٌ	وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا يَكُوفَةُ
يَبِيتُ مُشْمَلٌ سَهْلًا لِلْيَالِي	وَصَامَ نَهَارًا لِلَّهِ حَنِيفَةَ
فَمَنْ كَابَى حَنِيفَةَ فِي عِلَاهُ	إِمَامٌ لِلْخَلِيقَةِ وَالْخَلِيفَةِ
رَأَيْتُ الْعَائِيْنَ لَهُ سَفَاهَا	خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيفَةِ

وَكَيْفَ يَعِدُ أَنْ يُؤْذِيَ فَعِيَهُ لَهُ فِي الْأَرْضِ أَثَارُ شَرِيفَةٍ
فَقَدْ قَالَ ابْنُ أَدْرِيسٍ مَقَالًا صَحِيحُ النَّقْلِ فِي حُكْمِ نَطِيفَةٍ
يَأْنِ النَّاسِ فِي فَقْهِ عِيَالٍ عَلَى فَقْهِهِ لَا مَامَ ابْنِ حَنِيفَةٍ
فَلَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَا ذَرْمَلٍ عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةٍ

یہ تمام اقوال حدائق الحنفیہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ حدائق الحنفیہ میں ان اقوال کے حوالے موجود ہیں۔ اختصار کی وجہ سے یہاں ترک کر دیا گیا۔

تنبیہ :- ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ان اقوال سے وہ غیر مقلدین عبرت حاصل کریں۔ اردو کے دو رسائل دیکھ کر مجتہدین بیٹھے ہیں اور ہجو دیگرے نیست کا نعرہ بلند کرنے لگتے ہیں۔ اور اسلام کی اس عظیم شخصیت کو ہدف ملامت بناتے ہیں جن کی مدح و توصیف میں اکابر محدثین اپنے فضل و کمال کے باوجود رطب اللسان ہیں، وہ ان اقوال میں غور کریں اور اپنے انجام کی فکر کریں۔ اللہ پاک صحیح فہم اور عقل سلیم عطا فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی و ضلالت سے حفاظت فرمائے۔

یہ اقوال ان ائمہ حدیث کے ہیں جو مسلک امام ابو حنیفہ رحمہ کی بہت سی باتوں کے خلاف ہیں۔ پھر بھی ان حضرات نے آپ کی تعریف و توصیف کی اور آپ کے اندر پائی جانے والی خوبیوں کا ذکر کرتے رہے۔ کیونکہ انھیں یہ یقین تھا کہ ان اختلافات کا سبب نفسانیت ہے اور نہ تفوق و برتری کی خواہش۔ بلکہ سبھی کا مقصود حق کی تلاش و جستجو ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی ائمہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

یہ ادب جمیل اور اخلاق فاضلہ نہ ہوتے تو بہت سے علماء سلف کا فقہ منتشر اور ناپید ہو جاتا۔ ایک دوسرے کا دفاع وہ اسی لیے کرتے تھے کہ

اس اُمت کے فقہ کی حفاظت کا یہی طریقہ ہے۔ اور اسی فقہ کے سائے میں اس کی زندگی کو صحیح ہدایت و استقامت ملتی رہے گی۔

امام شافعیؒ کے بارے میں بعض علما کی رائیں

ابن عیینہؒ کا ارشاد | امام ابن عیینہؒ اپنی جلالتِ شان کے باوجود تفسیر و فتویٰ کے سلسلہ میں امام

شافعیؒ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے ہائے میں اکثر کہا کرتے ”یہ اپنے وقت کا سب سے بہتر فوجوان ہے۔ اور آپ کی وفات کی خبر پا کر کہا:-
”اگر محمد بن ادریس کا انتقال ہو گیا ہے تو اپنے زمانہ کا سب سے بہتر شخص اس دُنیا سے رخصت ہو گیا۔“

یحییٰ بن سعید قطان کا ارشاد | یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں:-
”میں اپنی نماز میں بھی امام شافعیؒ

کے لئے دُعا کیا کرتا ہوں۔“

عبد اللہ بن حکم کا ارشاد | عبد اللہ بن حکم اور ان کے لڑکے مسلکِ امام مالکؒ کے پیرو تھے لیکن انھوں نے اپنے لڑکے

محمد کو وصیت کی کہ امام شافعیؒ کی خدمت میں لگے رہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ اس شیخ (امام شافعیؒ) کے ساتھ لگے رہو، ان سے بڑا عالمِ اصول (یا اصولِ فقہ) میں نے نہیں دیکھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کی نصیحت پر عمل بھی کیا۔ انھوں نے خود کہا۔ اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو میں بھی نہ جانتا کہ کیسے کسی کا جواب دیا جائے۔ سب کچھ میں نے انھیں سے سیکھا اور جانا۔ انھوں نے ہی

مجھے قیاس سکھایا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ وہ صاحب حدیث و سنت تھے، فضل و خیر کے جامع تھے۔ ان کی زبان فصیح اور عقل محکم اور ہمہ گیر تھی پلہ

امام احمد بن حنبل اور امام شافعیؒ | عبداللہ بن امام احمد نے ایک روز کہا والد محترم! شافعی کون شخص ہیں؟

میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان کے لئے بہت دعائیں کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ بیٹے! شافعی پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ اس دنیا کے لئے آفتاب اور انسانوں کے لئے باعث خیر و برکت تھے۔ کیا ان دونوں چیزوں کا عوض اور وارث ہو سکتا ہے۔ اور ایک روز صالح بن امام احمدؒ نے کہا: یحییٰ بن معین نے اپنی ایک ملاقات میں مجھ سے کہا۔ کیا آپ کے والد شرماتے نہیں وہ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ تب انھوں نے کہا: میں نے انھیں شافعی کے ساتھ دیکھا کہ وہ سوار ہیں اور یہ ان کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے پیدل چل رہے ہیں۔ یہ بات سن کر میں نے والد صاحب سے پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا، ان سے جب ملاقات ہو تو کہنا۔ میرے باپ کہہ رہے تھے اگر فرقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور دوسری طرف سے ان کی رکاب تھام لو پلہ

ابو حمید بن احمد بصری نے کہا: میں احمد بن حنبل سے ایک مسئلہ پر مذاکرہ کر رہا تھا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا اے ابو عبداللہ! اس میں حدیث صحیح نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ اس میں حدیث صحیح نہیں مگر امام شافعیؒ اس سلسلہ میں یہی کہتے ہیں۔ اور اس میں آپ کی حجت سب سے قوی ہے۔ احمد نے کہا، میں نے شافعی سے پوچھا کہ فلاں فلاں مسئلہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے ان کے جوابات دیے۔ میں نے کہا اس کا ماخذ کیا ہے؟ کوئی آیت یا حدیث ہے؟ کہا ہاں!

لے حوالہ بالا لے ایضاً۔

پھر ایک حدیث دکھائی رہی

امام احمد رحمہ اللہ کہتے تھے جب مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس میں کسی حد کا مجھے علم نہ ہوتا تو کہہ دیتا شافعیؒ یہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قریش کے امام عالم ہیں۔
داؤد بن علی اصبہانی کہتے ہیں۔ میں نے اسحق بن راہویہ کو یہ کہتے سنا مجھ سے مکہ مکرمہ میں احمد بن حنبل ملے اور کہا۔ آئیے میں آپ کو ایک ایسا آدمی دکھاؤں کہ آپ کی آنکھوں نے ایسا آدمی نہ دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے امام شافعیؒ کو دکھایا۔
امام شافعیؒ کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی یہ رائے تھی اور اگر شاگرد اپنے استاد کا گرویدہ اور اس کے فضل و کمال کا معترف و مداح ہو تو کوئی رجا تعجب نہیں۔ لیکن اس نسبت تلمذ کے باوجود خود امام شافعیؒ امام احمد کی فضیلت اور علم سنت کا اعتراف کرتے تھے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار فرمایا تم لوگ حدیث و رجال کے مجھ سے بڑے عالم ہو۔ حدیث جب صحیح ہو تو مجھے بتاؤ خواہ وہ کوئی ہو، بصری ہو، شامی ہو۔ اگر صحیح ہوگی تو میں اختیار کروں گا۔

امام شافعیؒ جب امام احمد رحمہ اللہ سے روایت بیان کرتے تو تعظیماً ان کا نام نہ لیتے بلکہ کہتے حَدَّثَنَا الثَّقَةُ مِنْ أَصْحَابِنَا وَابْنُ الثَّقَةِ وَخُبْرُنَا الثَّقَةُ بِہ
اس سرسری جائزہ اور طائرانہ نظری سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلاف کس ادب عالی اور اخلاق فاضلہ کے حامل تھے جن پر اختلاف اجتہاد کا کوئی مضر اثر نہیں ہوا کرتا تھا۔

یہ اگر ان قدر آداب ان شخصیتوں کے ہیں جنہوں نے درس گاہ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ آداب الشافعی و مناقبہ ۱۶ و ۱۷ حاشیہ آداب الشافعی و مناقبہ ص ۸۶۔

۲۔ الانتقار ص ۷۷ مناقب الامام احمد بن الحوزی ص ۱۱۶۔

مجھے منسلک ہو کر تکمیلِ علوم کی، اس لئے نفسانیت ان پر کہیں غلبہ نہ پاسکی۔ ان انہ کرام کے بلند کردار، لطیف علمی مباحثے، جن پر ادب رفیع اور اسلامی اخلاق کا سایہ فگن رہا۔ ان کے بے شمار نمونوں سے طبقات و تراجم، فضائل و مناقب اور تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

آج جبکہ ہمارے بھی مسائل و معاملات اختلاف و انتشار کا شکار ہیں ایسے نازک دور میں ہمیں سکونِ قلب کے لئے اسی شجرِ سایہ دار کا سہارا لینا چاہیئے۔ اور انھیں مبارک آداب و اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کر لینا چاہیئے جنہیں اسلافِ کرام ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے سنجیدہ کوشش کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔

سید احمد شہیدؒ

تکبیرِ اولی فوت ہونے پر تنبیہ | حضرت سید احمد شہید صاحبِ قدس سرہ نے شادی کی نماز میں کچھ دیر سے

تشریف آوری ہوئی۔ مولانا عبدالحی صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو، اتفاقاً کچھ دیر ہوگئی ہو۔ اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیرِ اولی ہو چکی تھی۔ مولوی عبدالحی صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا، عبادتِ الہی ہوگی یا شادی کی عشرت۔ سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کر لیا اور پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لانے لگے۔
(آپ بیتی ۲ ص ۲۹۴ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۲۷۲)

۱۔ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب ص ۱۲۴۔

لفظ مردود کہنے پر تنبیہ | ایک دفعہ ایک خادم کی سخت غلطی پر مردود کا لفظ نکل گیا۔ خدام حضرت کی زبان سے عادت کے

خلاف یہ لفظ سُکر متحیر رہ گئے اور حضرت سے عرض کیا۔ اُنح حضرت کی زبان سے مردود کا لفظ نکل گیا۔ یہ لفظ کسی مسلمان کو کہنا کیسا ہے؟

آپ نے اس سوال کو سُکر دیر تک سکوت فرمایا اور کہا کہ یہ بات کسی مسلمان کو نہیں کہنا چاہیے۔ یہ کلمہ میری زبان سے بے اختیاری میں بے ساختہ نکل گیا اور بڑا قصور ہوا اور تم بھائیوں نے خوب کیا جو اس قصور سے مجھ کو آگاہ کیا۔ اور پھر ان صاحب کو بلا کر سب کے سامنے معافی مانگی۔ ان کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا " حاجی صاحب! ہم تمہارے قصور مند ہیں۔ اس وقت غصہ میں بے اختیار ہماری زبان سے مردود کا جو لفظ نکل گیا، ہماری یہ خطا اللہ معاف کر دے اور ہم سے مصافحہ کر لو (آپ بیتی ۲ ص ۲۹۵ بحوالہ سیرت احمد شہید ۲ ص ۵۰۵)

شِرک فی النبوٰۃ | افاضات یومیہ میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا شہید صاحب اور

حضرت سید صاحب میں ایک مسئلہ پر طویل گفتگو ہوئی۔ بالآخر مولانا شہید صاحب نے معافی چاہی اور عرض کیا کہ مجھ کو آپ کی بات بلا چون و چرا مان لینا چاہیے۔ تھا۔ اس پر سید صاحب نے فرمایا کہ تو بہ کرو۔ یہ تو نبی کا مرتبہ ہے کہ اس کی بات کو بلا چون و چرا مان لیا جائے اور یہ بھی شرک فی النبوٰۃ ہے۔ مولانا شہید فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے مجھے شرک فی النبوٰۃ کے متعلق ایک باب عظیم علم کا مفتوح ہوا۔ (آپ بیتی ۲ ص ۳ بحوالہ افاضات ۱ ص ۹)

مگر افسوس آج ہر شخص اسی کا خواہشمند ہوتا ہے کہ میری بات بلا چون و چرا تسلیم کی جائے اور کون مخالفت نہ کرے۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ

میلہ میں جانے پر تنبیہ | ایک مرتبہ حضرت مولانا اسماعیل شہید نور اللہؒ
مرقدہ ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحب

اس زمانے میں ان سے پڑھتے تھے، وہ بھی ان کے ساتھ گئے۔ جب یہ دونوں
میلے میں پہنچے تو سید صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا
اور تیز لہجے میں مولانا شہیدؒ سے فرمایا۔ آپ نے کس لئے پڑھا تھا، کیا سواد
کفار بڑھانے کے لئے آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں۔ آپ غور
فرمائیں کہ ایک عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب
کا بھتیجا کفار کے میلہ کی رونق بڑھائے کس قدر شرم کی بات ہے۔ مولانا پر
اس کا خاص اثر ہوا۔ اور انھوں نے فرمایا کہ سید صاحب آپ نہایت بجا
فرماتے ہیں، واقعی یہ میری غلطی ہے اور یہ فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی
میلہ میں نہیں گئے۔ حضرت حکیم الامتؒ اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔
شاگرد کی نصیحت کو تیز لہجے میں قبول کر لینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدہ عظیمہ ہے
رآپ بقی ۷ ص ۳ بحوالہ ارواح ضہ

شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ

استاذ الکل حضرت شاہ اسحاق صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایک شاگرد
اجیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ اشاعت دین کرتے تھے۔
انھوں نے حدیث لا تشدو الرجال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی
ہوا۔ اتفاق سے شاہ اسحاق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہو گیا۔

جب شاہ صاحب کے قصد کی ان کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جناب عازم سفر، ہجرت ہوں تو اجمیر تشریف نہ لاؤں کیونکہ میں حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ کا وعظ کہہ رہا ہوں۔ اور لوگ راہ پر اچلے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے غتر بود ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا۔ لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں۔ اس لئے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں۔ جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحاق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا۔ اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار ہو مجھے ہرگز ناگوار نہ ہوگا اور میں اقرار کروں گا کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرر و فح ہو جائے گا جس کا تم کو اندیشہ ہے۔ اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں۔ رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ (آپ بیتی ۲ ص ۳۳ بحوالہ ارواح ضلّٰہ)

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

ارواحِ ثلاثہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ! احمد رضا خاں مدت سے میرا رد کر رہا ہے، ذرا اس کی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا۔ حضرت نے فرمایا، کیوں؟ میں نے عرض کیا حضرت! ان میں تو گالیاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے، پڑی گالیاں ہوں تم سناؤ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو۔

تو ہم رجوع کر لیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت حکیم الامتؒ اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اللہ اکبر یہ ہے حق پرستی کہ اس کے طلب و اتباع کے غلبہ میں دشمن کی بیہودگی سے بھی متاثر متغیر نہ ہوں اور مولانا یحییٰ کا یہ کہنا کہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔ ہو کقول علی رضا لا احوک۔
 (آپ بیتی ص ۳ بحوالہ اوراق ثلاثہ)

مولود شریف میں شرکت سے انکار | حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے

کہ میں نے اپنے ابتدائی استاد مولانا فتح محمد صاحب سے سنا ہے کہ ایک بار جبکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بمقام مکہ معظمہ حاضر تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے پاس مولود شریف کا بلاوا آیا۔ حضرت نے مولانا سے پوچھا مولوی صاحب چلو گے مولانا نے فرمایا کہ نا حضرت میں نہیں جاتا۔ کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کیا کرتا ہوں۔ اگر میں یہاں شریک ہو گیا تو وہاں کے لوگ کہیں گے وہاں بھلے شریک ہو گئے تھے۔ حاجی صاحب نے بجائے برا ماننے کے مولانا کے اس انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں۔ اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب و معظم ہو گا۔ مگر دین کی حفاظت ان کے اتباع سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے دونوں کے ظاہری تعارض کے وقت اسی کو ترجیح دی۔ واقعی حفاظت دین بڑی نازک خدمت ہے۔ سارے پہلوؤں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہونی چاہیے اس میں فرق آئے۔

مولانا نصیر الدین کا اپنے شیخ سے اختلاف

مولانا نصیر الدین صاحب چراغ کو اپنے شیخ حضرت

سلطان جی رہے مسئلہ سماع میں اختلاف تھا۔ مرزا میر کے ساتھ تو وہ بھی نہ سنتے تھے۔ لیکن مولانا نصیر الدین صاحب بلا مرزا میر سننے کو بھی خلاف سنت سمجھتے تھے۔ کسی نے کہا کہ سلطان جی تو سماع سنتے تھے۔ مولانا نے جواب دیا کہ فعل پیراں سنت نباشد (پیروں کا فعل سنت نہیں ہوتا) ان کا یہ قول سلطان جی سے نقل کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ نصیر الدین راست می گوید (نصیر الدین صحیح کہتا ہے) سبحان اللہ یہ حضرات تھے دین کے سچے خادم اور سچے عاشق۔

۳ وزیرے چنی شہر یارے چناں

حضرت گنگوہی کا ارشاد

حاجی محمد علی انبہٹوی نے حج سے واپس آکر یہ مشہور کیا کہ حضرت

حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دے دی ہے۔ کسی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی۔ مولانا نے سُنکر فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں۔ اور اگر وہ صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ ایسے مسائل میں خود حاجی صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ ہم سے پوچھ کر عمل کریں۔ البتہ اصلاح نفس کے مسائل میں ہمارے ذمہ ہے حضرت حاجی صاحب کا اتباع۔ اس ارشاد پر عوام میں بڑا چرچا ہوا۔ مگر اُس مفسدہ کا جو، ان صاحب کی روایت سے ہوتا بالکل انداد ہو گیا۔ تو مولانا نے حفاظتِ دین کے مقابلہ میں اپنی بدنامی کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ لوگوں نے حضرت حاجی صاحب تک یہ شکایتیں پہنچائیں مگر وہاں بھلا کیا اثر ہوتا، گو ادروں کو شکایت ہوئی مگر حضرت پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ (آپ بیتی ۳ ص ۳۳ بحوالہ افاضات)

مولانا خلیل احمد صاحبِ قدس سرہ

مولوی احمد حسن سنہجلیؒ سے مکالمہ | حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کے متعلق تذکرۃ الخلیل میں

لکھا ہے کہ بایں تفقہ (حضرت کے تفقہ کے چند واقعات ذکر کئے ہیں) آپ کو اپنے کسی کمال پر ناز نہ تھا اور نہ ضد تھی۔ ایک بار آپ تھانہ بھون گئے اور فسادِ صلوٰۃ بمحاذاتہ النساء کے مسئلہ میں مولوی احمد حسن سنہجلیؒ کا حضرت سے مکالمہ ہوا۔ حضرت تو حنفیہ کے قول کو قوی فرما رہے تھے اور مولوی احمد حسن ضعیف۔ حضرت نے فرمایا تم پہلے میری تقریر سن لو۔ پھر جو کہنا ہے وہ کہنا۔ مگر مولوی صاحب نے درمیان میں آپ کا کلام قطع کرنا شروع کر دیا۔ حضرت کو تکدر ہوا اور لہجہ میں تیزی آگئی۔ مولوی احمد حسن بھی تیزی پر آگئے۔ تب آپ نے تحمل کیا اور خاموش ہو گئے۔ جب آپ ریل پر آنے لگے تو آپ نے خود ابتداء بالسلام کی، اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر فرمایا۔ اگر مجھ سے کچھ گستاخی آپ کی شان میں ہوگی، ہو تو معاف فرما دیں۔ ان بندہ خدا نے اس پر بھی کوئی معذرت نہیں کی (آپ بی ۴ ص ۳ بحوالہ تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۷)

تذکرۃ الخلیل میں تو یہ قصہ اتنا ہی نقل کیا ہے لیکن حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو اس واقعہ سے بہت قلق ہوا۔ اور مولوی احمد حسن کو تنبیہ بھی کی کہ اکابر کے سامنے یوں گستاخانہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ | حضرت رفیعانویؒ سے مکاتبت | خوانِ خلیل میں تحریر فرماتے ہیں

مسجد پیر محمد والی کی سمت جنوب میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اس پر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اس کے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا۔ چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی آخر فیصلہ نہیں ہوا۔ اس مکاتبت کا نام ”مسئله اہل الخلة فی مسئلة الظلة“ ہے جو ترجیح الراجح کے حصہ دوم کے اخیر میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دربا جملہ ہے وہی ہذہ۔

”گرامی نامہ موجب برکت ہوا کئی روز تک یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں۔ مبادا تکرار موجب بار ہو بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کروں الخ۔“

ملاحظہ فرمایا جاوے اس جملہ میں رعایت حق و رعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اس پر جو عرض کیا گیا باوجودیکہ اس کا جواب نہیں آیا مگر مجھ کو ایک تنبیہ میں اس لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جاوے الیٰ قولی۔ اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کی جاوے۔ (خوان خلیل ص ۹ ج ۷)

حضرت شیخ الہند قدس سرہ

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے حسن العزیز میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ الہند مراد آباد مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا (مولانا وعظ سے بچتے تھے) عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں۔ مگر لوگوں نے نہیں مانا۔ آخر مولانا کھڑے ہوئے اور حدیث ”فقیہ واحد اشد علی الشیطان من ألف عابد“ پڑھی اور

اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ ترجمہ غلط ہے۔ اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ بس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے۔ اور کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے اور بعد میں مولانا ان کے پاس آئے اور پوچھا کیا غلطی ہوئی۔ کہا اشد کا ترجمہ اضر ہے نہ کہ اثلقل مولانا نے کہا۔ حدیث کیفیت وحی میں بھی یہ لفظ ہے ”وَيَا تُبَيُّنِي أَحْيَانًا كَصَلِّصَلَةٍ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّ هَا عَلَيَّ“۔ وہاں اضر کا ترجمہ کیسے بنے گا۔ بس ان عالم صاحب کی یہ حالت کہ رنگ فوق تھا اور سر سے پیر تک عرق میں ڈوبے ہوئے تھے

(آپ بیتی ۶ ص ۳ بحوالہ حسن العزیز ص ۲۴)

حضرت حکیم الامت نے فرمودہ کا طرز عمل

حضرت حکیم الامتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بیجا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس میں سے اکثر کا سبب تعصب اور تحزب ہے۔ جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا۔ نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہو جاتا ہے، تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوتی۔ میسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا۔ چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹھوٹا۔ ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی۔ میں اہل خلوص کو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین

کم ہو جائیں گے، شان میں فرق آجائے گا۔ جس کا حاصل ارضام عوام ہے، سو طبعاً مجھ کو اس مقصود ارضام عوام سے غیرت آتی ہے» (آپ بیتی ۶ ص ۳ بحوالہ خان خلیل ص ۳۱) اشرف السوانح میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ پر معترضین کی بھرمار، بوچھاڑ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت والا نے اپنے معترضین کے مقابلہ میں بھی کبھی ردی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ان کے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں منطقتاً نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہو تو اس کو قبول کر کے اس پر عمل کیا جائے۔ (اشرف السوانح ص ۶۷ ج ۲)

اشرف السوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ حضرت والا پر اگر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا ہے تو اس سے اپنا تبریہ فرمانے کی ہرگز کوشش نہیں کرتے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی رنگ کا ہوتا ہے اور قابل قبول ہوتا ہے تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیق سابق سے بلاتامل رجوع فرما لیتے ہیں اور ترجیح الراجح میں اپنا رجوع شائع فرما دیتے ہیں۔ یہ معاملہ تو علمی رنگ کے اعتراضات کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا ہوتا ہے تو اس کی مطلق پرواہ نہیں فرماتے۔ چنانچہ اگر ایسا اعتراض بذریعہ جوابی خط کے موصول ہوتا ہے تو بجائے اپنا تبریہ فرمانے کے نہایت استغفار کا جواب تحریر فرما دیتے ہیں۔ اور ایسے عنوان سے کہ معترض پر ظاہر ہو جائے کہ اس کے اعتراض کو بالکل لغو اور غیر قابل التفات سمجھا گیا۔ مثلاً ایک شخص کو جس نے وہی تباہی اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے، تحریر فرما دیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توقع نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کر دو تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔ اور اگر خط جوابی نہیں ہوتا تو اس کو پھاڑ کر ردی میں ڈال دیتے ہیں۔

(آپ بیتی ۶ ص ۳ بحوالہ اشرف السوانح ص ۶۷ ج ۲)

مولوی محمد رشید کی حق گوئی اور حسنِ ادب

مولوی محمد رشید مرحوم

جنھوں نے مجھ سے پڑھا تھا، بڑے حق گو لیکن اس کے ساتھ بڑے باادب تھے۔ ایک بار میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ریزگاری کی ضرورت پڑی۔ ایک صاحب کے پاس موجود تھی ان کو روپیہ دیکر میں نے ریزگاری لے لی۔ مولوی صاحب بھی اس وقت موجود تھے وہ آگے بڑھے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا بیع میں تو داخل نہیں۔ مجھے فوراً تنبیہ ہوا۔ میں نے کہا خیال نہیں رہا۔ یہ معاملہ تو واقعی بیع ہی میں داخل ہے جو مسجد میں جائز نہیں۔ پھر میں نے ان صاحب کو جن سے معاملہ ہوا تھا ریزگاری واپس کر کے کہا کہ میں اب اس معاملہ کو منسوخ کرتا ہوں۔ پھر میں نے کہا مسجد سے باہر چلو، وہاں پھر اس معاملہ کو از سر نو کریں گے۔ چنانچہ مسجد سے باہر آ کر اور روپیہ دے کر میں نے پھر ان سے ریزگاری لے لی۔ مولوی محمد رشید کی اس بات سے میرا جی بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ ظاہر کرنا تو ضروری ہی تھا لیکن انھوں نے نہایت ادب سے ظاہر کیا۔ یہ پوچھا کہ کیا یہ بیع میں تو داخل نہیں۔

(افاضات ۹ ص ۳۵۳ آپ بیتی ۶ ص ۳۱۱)

مولانا محمد یوسف صاحبِ قدس سرہ امیر تبلیغ کا حسنِ ادب

ایک شخص حضرت مولانا محمد الیاس صاحبِ قدس سرہ کے سامنے حضرت قدس سرہ کی تعریف کر رہا تھا۔ مولانا محمد یوسفؒ بھی موجود تھے۔ مولانا محمد یوسفؒ نے ایک کاغذ پر مٹی رکھی اور اس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبِ قدس سرہ کی طرف کھسکا کر چپکے سے اٹھ کر چلے گئے، گویا حسنِ ادب کے ساتھ اس پر تنبیہ کی کہ اپنی تعریف سنا حدیث کے خلاف ہے کہ حدیث پاک میں منہ پر تعریف کرنے

والے کے لئے حکم ہے کہ اس کے چہرہ پر مٹی ڈال دی جائے۔

مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا محمد کبیر صاحب کا اختلاف رائے

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی^۲
تحریر فرماتے ہیں:-

میرے والد صاحب قدس سرہ اور میرے حضرت قدس سرہ کے درمیان
میں متعدد مسائل میں اختلاف تھا، مگر چونکہ مجادلہ اور مخالفت نہیں تھی،
اس لئے عوام تو عوام، خواص کو بھی اس کی ہوا نہیں لگتی تھی۔ ان میں سے ایک
مسئلہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔ قربانی کے جانور میں دو تین شرکاء اگر
ایک حصہ مشترک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ ان کے حصے
اپنے بھی اس جانور میں ہوں۔ یہ صورت میرے والد صاحب کے نزدیک جائز تھی
اور میرے حضرت کے نزدیک ناجائز۔ میرے والد صاحب اوپر رہتے تھے اور
حضرت قدس سرہ کا قیام نیچے رہتا تھا۔ قربانی کے زمانہ میں متعدد لوگوں کو
میں نے دیکھا کہ وہ مسئلہ حضرت کے پاس پوچھنے آتے تو میرے حضرت یوں فرمایا
کرتے تھے کہ میرے نزدیک تو ناجائز ہے مولانا کبیر صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ تو
اوپر جا کر ان سے مسئلہ پوچھ لے، وہ تجھے اجازت دیدیں گے تو اس پر عمل کر لینا۔
اس کے بعد میرے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور ہمارے مدرس کے مفتی مسابق
(مفتی سعید احمد صاحب) اور سابق ناظم مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہ کے
مسئلہ کے مطابق ناجائز بتاتے تھے اور ہر ایک کا فتویٰ ایک دوسرے کو
معلوم تھا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے گفتگو بھی کی، انھوں نے میری نہیں مانی۔
میں نے ان کی نہیں مانی مگر نہ کبھی اشتہار بازی ہوئی نہ جنگ و جدال ہوا اب بقیہ

حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ رحمہ کا اختلاف رائے | حضرت شیخ الحدیث

قدس سرہ اپنا

واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں: "خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحمہ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑ بڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے۔ تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں شہادت پر مدار تھا۔ بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اس لئے روزہ ہے اور میرا ناقض خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے۔ دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا۔ حضرت نے طے فرمادیا کہ میں روزہ رکھوں گا میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں آگیا ہو تو روزہ رکھو ورنہ نہیں۔ بالآخر حضرت کا روزہ تھا میرا افطار۔ حضرت کے خدام میں اور بھی متعدد ایسے تھے جنہوں نے افطار کیا اور متعدّد نے روزہ رکھا۔ حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا۔ گو مجھے اب تک قلق ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کو حضرت کی رائے کے مقابلہ میں کیوں قابلِ اعتنا نہ سمجھا مگر حضرت نے ذرا بھی اشارۃً "کنایتہ" کچھ بھی نہیں فرمایا بلکہ کچھ تصویب ہی فرمائی، "لا اعتدال لہذا" (۲)

حضرت بیانیؒ اور مولانا ظفر احمد صاحبؒ کا واقعہ | حضرت شیخ المشائخ مولانا

محمد زکریا صاحب مہاجر

مدنی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:-
لیگ، کانگریس کے دور میں بھی یعنی تقسیم سے پہلے میرے حضرت مدنی شیخ الاسلام قدس سرہؒ تو کانگریس کی حمایت میں جتنے زوروں پر تھے سبھی کو

آج معلوم ہے، اور اس کے مقابل حضرت تھانوی قدس سرہ اس کی مخالفت اور حضرت کے اتباع میں مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شیخ الاسلام پاکستان لیگ کی حمایت میں حضرت مدنی سے کم نہیں تھے۔ منبروں پر، جلسوں میں اشتہار میں ایک دوسرے کی تردید دونوں طرف سے جتنی شدت ہوتی تھی۔ وہ ابھی تک سب کو معلوم ہے۔ اور بمقدور سے دونوں اکابر میرے مہمان ہوا کرتے تھے۔ لیکن مولانا ظفر احمد صاحب کی جب تشریف آوری ہوتی تھی تو دو تین دن قیام ہوتا تھا اور حضرت مدنی رح کے حالات میں گذر چکا ہے کہ حضرت کی تشریف آوری منٹوں اور گھنٹوں کی ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اسی دور میں مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجدہم و دام ظلہم تشریف فرما تھے، دو تین دن سے آئے ہوئے تھے۔ مدرسہ میں قیام تھا۔ میرے مہمان تھے۔ میں دارالطلبہ گیا ہوا تھا۔ ایک لڑکے نے مجھے جا کر اطلاع دی کہ حضرت مدنی قدس سرہ آئے ہیں۔ کچھ گھر میں ہیں۔ میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور اب تک بھی جب اس منظر کا مجھے خیال آجاتا ہے اور اپنی اس وقت کی پریشانی یاد آتی ہے تو دھڑ دھڑ سی آجاتی ہے۔ میں دارالطلبہ سے بہت تیزی کے ساتھ مدرسہ قدیم آیا۔ اور مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجدہم سے درخواست کی کہ حضرت مدنی تشریف لے آئے۔ مکان پر ہیں، حضرت کا قیام گھنٹہ آدھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوگا۔ آپ ابھی تکلیف نہ فرماویں۔ کھانے کے بعد حضرت کی تشریف بری کے بعد میں آپ کو بلاؤں گا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے اللہ ان کو بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے، یہ فرمایا کہ کیوں؟ میری حاضری سے کیا نقصان ہوگا۔ میں ابھی آؤں گا۔ میں نے بڑی خوشامد و منت کی کہ اللہ کے واسطے ہرگز کرم نہ فرماویں۔ مگر جتنا میں نے خوشامد کی اتنا انھوں نے اصرار کیا کہ نہیں ابھی آؤں گا۔ حضرت میرے بڑے ہیں وہ کچھ ارشاد فرمائیں گے تو میں بالکل جواب

نہیں دوں گا۔ ان سے مایوس ہو کر میں کچے گھر میں حاضر ہوا۔ اور حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کئی دن سے آئے ہوئے ہیں اور میرے مہمان ہیں۔ میں ان سے کہہ آیا ہوں کہ ابھی نہ آویں۔ حضرت کی تشریف بری کے بعد آپ کو بلاؤں گا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا، کیوں میں ان سے کیا چھین لوں گا یا وہ مجھ سے کیا چھین لیں گے۔ میری گفتگو حضرت سے ہو رہی تھی کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کچے گھر میں پہنچ گئے۔ حضرت ان کو دیکھ کر بہت ہی مسرت سے اُٹھے۔ کھڑے ہو کر مصافحہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا یہ ابوالدیک صاحب بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس کی شرح یہ ہے کہ جب عزیز مولوی عمر احمد ابن مولانا ظفر احمد صاحب پیدا ہوئے تو ان کی تاریخ ولادت "مرغ محمد" تجویز کی گئی تھی۔ اس وقت سے حضرت مدنی قدس سرہ نے تقریباً مولانا ظفر احمد صاحب کی کنیت ابوالدیک تجویز کر رکھی تھی۔ اور اکثر ملاقات پر اسی لفظ سے مخاطبت ہوتی تھی۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے دست بوسی کی اور پھر بھی ڈرتا ہی رہا۔ اور یارب سلّم سلّم پڑھتا رہا۔ جلدی سے دسترخوان بچھایا، دونوں اکابر نے آمنے سامنے بیٹھ کر کھانا نوش فرمایا۔ طرفین سے خیریت، اہل و عیال کے حالات وغیرہ امور ہوتے رہے۔ تقریباً پون گھنٹے بعد حضرت مدنی قدس سرہ تشریف لے گئے اور میری جان میں جان آئی۔ اور کوئی سیاسی لفظ اس مجلس میں نہیں آیا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مٹھالی کھلاؤ۔ میں نے کہا ضرور مگر آپ سے زیادہ حضرت شیخ الاسلام ہیں۔ مجھے یہ فکر تھا کہ اگر ایک ڈانٹ پڑ گئی تو کیا ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ مولانا اگر ڈانٹیں گے تو کچھ نہیں بولوں گا۔ مجھے مولانا کی بڑائی یا علو شان سے کچھ انکار نہیں۔ میں مولانا کو ہر طرح اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا کریں۔ ہم دیانتہ کانگریس کو مسلمانوں کے حق

میں نہایت مفسر سمجھتے ہیں۔ اس لئے اخبارات، اشتہارات اور منبروں کی تقریریں تردید پر مجبور ہیں۔ (آپ بیتی ص ۹۶)

حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ میں اختلاف رائے

حضرت اقدس حکیم الامت اشرف العلماء مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہؒ اور حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہؒ کا اختلاف رائے اور دونوں حضرات کا طرز عمل بھی قابلِ دید ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ لیگ کے سخت حامی تھے اور کانگریس کو امت کے لئے مفسر سمجھتے تھے۔ اور حضرت

شیخ الاسلامؒ کانگریس کی شرکت کو ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے تھے اور اس کی پوری حمایت فرماتے تھے۔ اس شدت اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کا کس درجہ احترام تھا۔

سیدی حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہؒ سے جو حضرات بیعت کی درخواست کرتے، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہؒ حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے اور فرماتے ہماری جماعت کے بڑے حضرت تھانویؒ ہیں ان سے بیعت ہو جاؤ۔

مولانا عبدالمجید صاحب دریابادیؒ کی بیعت کا واقعہ

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دریابادیؒ حضرت مدنیؒ سے ہی بیعت ہونا چاہتے تھے مگر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہؒ ان کو لے کر خود کھانا بھون تشریف لائے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت تھانویؒ نور اللہ مرقدہؒ نے ارشاد فرمایا کہ کام تقسیم کر لیا جائے، اگر

مجھ سے بیعت ہوں تو اصلاحی تعلق آپ سے ہو۔ اور یا بیعت آپ فرمائیں اصلاحی تعلق مجھ سے ہو۔ آخر حضرت ماری نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور اصلاحی تعلق حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے رہا۔

مکتوب حضرت مدنی رحمہ بنام مولانا عبد الماجد صاحب

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب کے نام تحریر فرماتے ہیں:-

واقعہ یہ ہے کہ یہ ناکارہ تو حضرت مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کا نہایت معتقد اور انکی تعظیم و احترام کو نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ ان کی قابلیت اور کمالات کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جو کہ طفل دبستاں کو افلاطون سے ہو سکتی ہے۔ البتہ تحریک حاضرہ کے متعلق جو چیزیں وہاں سے شائع کرائی جاتی ہیں۔ اور جو کچھ وہاں کے متوسلین گاتے ہیں وہ نہایت دلخراش ہیں۔ میں مولانا کو اپنا مقتدی اور اپنے اکابرین میں سمجھتا ہوں۔ ۱۵ سوال ۵۲ ج ۲ (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۳۳ ج ۱۔ تکملہ الاعتدال ص ۲۲)

بیشک وہ مجدد تھے | ایک صاحب کے سوال پر ارشاد فرمایا "بیشک وہ (حضرت تھانوی) مجدد تھے، انھوں نے اسے وقت میں دین کی خدمت کی جبکہ دین کو بہت احتیاج تھی" رجسٹر انگریز واقعات ۱۹۶۱ء بحوالہ تکملہ الاعتدال ص ۲۲

مکتوب حضرت مدنی رحمہ | ایک صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ مشرک

عقائد ہرگز نہیں رکھتے تھے۔ بہت بڑے مؤحد، خدا پرست، نقویں میں ان کا قدم

بہت راسخ تھا۔ پیری مریدی بھی حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے حکم پر اور ان کی اجازت سے کرتے تھے۔ علم ظاہر میں بھی ان کا قدم راسخ تھا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نہ صرف صحیح مسلمان ہونے کا معتقد ہوں، بلکہ ان کو بہت بڑا عالم باعمل اور صوفی و کامل جانتا ہوں، ہاں ان کی رائے دربارہ تحریک آزادی ہند غلط سمجھتا ہوں۔ اس بارے میں میرا یقین کامل ہے کہ میرے اور حضرت تھانویؒ کے استاد حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی۔ یہ غلطی حضرت تھانوی رحمہ کی اجتہادی غلطی جانتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ گستاخی کرتا ہوں اور نہ کسی کی گستاخی کو رد کرتا ہوں۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۳ و ۳۴ بحوالہ تكملة الاعتدال)

مولوی احمد حسن سنہجلیؒ کے بارے میں حضرت مدنی رحمہ کا ارشاد

مولوی احمد حسن سنہجلی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور بڑے عالم تھے، خانقاہ امدادیہ تھانویہ میں تصنیف و تالیف کی خدمت پر حضرت تھانویؒ سے ان کو اچھی تنخواہ پر لگا رکھا تھا۔ سیاسیات میں حضرت تھانویؒ سے ان کو اختلاف ہوا اور انھوں نے اس کی بڑی صورت اختیار کی۔ حضرت تھانویؒ کے اکرام و احترام کا کوئی خیال نہ رکھا اور بہت ہی نامناسب رویہ اختیار کیا، جس پر حضرت تھانوی رحمہ نے رسالہ ”مودی مرید“ لکھا۔ امر ہر ضلع مراد آباد کے ایک مدرسہ میں ان کو صدر مدرس تجویز کیا مگر وہ اس عہدہ کو کامیابی کے ساتھ باقی رکھنے میں ناکام رہے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں نے

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کو یہ حالت لکھی۔ اس پر حضرت مدنی قدس سرہ نے مدرسہ کے ذمہ داروں کو تحریر فرمایا:-

مولوی احمد حسن سنہجلی کا صدر مدرس کے کام کو بخوبی انجام نہ دے سکنا قابل تعجب امر ہے جس کا تسلیم کرنا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک مولوی صاحب موصوف نے اپنے پیرومرشد (حضرت تھانویؒ) کے متعلق جو اعلانات شائع کئے ہیں اس میں نہایت فاش غلطی کھائی ہے اور اس کے بُرے نتائج کا خوف ہے مگر اس کو ان سے ذکر کرنے کا موقع مجھ کو ہاتھ نہ لگا کہ میں پکڑا گیا، اگرچہ اس میں ان کی نیت بخیر ہو۔ مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ غیر مناسب ہوا۔ اور وہ مولوی صاحب کے لئے شاید مضر ہو۔ وَاللّٰهُ يَحْيِيْنَا وَاٰيَاہٖ وَسَاۡوِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ حَوَادِثِ الدَّهْرِ وَسُوْءِ الْعَوَاقِبِ اٰمِيْنَ (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۹ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

واضح ہو کہ مولوی احمد حسن کا سیاسی مسلک وہی تھا جو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کا تھا، اس کے باوجود آپ نے مولوی احمد حسن کے طرز عمل کی مذمت کی۔ کوئی دنیا دار پابند نفس ہوتا تو خوش ہوتا اور اپنے مخالف کے مرید کی اور کمر ٹھونکتا کہ تم نے بہت اچھا کیا، مگر اہل اخلاص حق اور حقیقت کو ہاتھ سے کہاں جانے دیتے ہیں (تکملہ الاعتدال ص ۲۲)

مکتوب حضرت مدنی رحمہ بنام مولانا خدابخش ملتانی رحمہ | مولانا خدابخش ملتانی رحمہ کے نام

تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف ہے، مگر جزئیات اور فروع اور اسلاک لاجن کو سیاست سے تعلق نہیں ہے، ان میں ان کا ذاتی قابل اعتماد ہو گا۔ مولانا موصوف کا اسلامی تہفہ

اور علوم و فنون میں تمام عمر مصروف رہنا، ان کی تعلیم دینا، ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا، ان میں بے شمار مفید اور کارآمد تصانیف و تالیفات کر کے عالم اسلامی اور خلائق کو فیضیاب بنانا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہے اور ہو چکا ہے۔ اس بارے میں مودودی صاحب کا قول ان کے سامنے ایسا ہی شمار کیا جائے گا جیسے کہ ایک کامیاب بیرسٹر کے سامنے چو کھتی یا پانچویں کلاس کے طالب علموں کا قول ہو گا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی بنام زاہد حسینؒ

زاہد حسین صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:-

”حضرت مولانا تھانوی کے مواعظ حریذ لیجئے اور ان کو دیکھا کیجئے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۳ ج ۱ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی بنام سید علی آفندیؒ

سید علی آفندیؒ کو تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں، ضرور ان کا مطالعہ رکھیں۔ علیٰ ہذا

القیاس“ تربیت السالک ”بھی مفید ہے۔“

(مکاتیب شیخ الاسلام ص ۱۱۳ ج ۲ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت مدنی بنام مولانا عبدالحق مدنیؒ

مولانا عبدالحق مدنیؒ کو تحریر فرماتے ہیں:

”وَأَمَّا عَدَمُ مُلْكِهِمْ إِلَيْنَا أَشْرَفَ عَلَىٰ صَاحِبِ فَأَرَاكُمْ مُخْطِئِينَ فِيهِ“ (حوالہ بالا)

لیکن آپ کا مولانا تھانوی کی جانب میلان نہ ہونا سو میں اس بارے میں آپ کو

غلطی پر سمجھتا ہوں۔

مکتوب حضرت بی بی بنام مولانا دریابادی

مولانا عبدالماجد صاحب
دریابادی کو تحریر فرماتے

ہیں۔ واللہ نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ کھانہ بھون ارزائی کے متعلق مجھ روسیہ و نالائق سے اجازت چاہنا عجیب بات ہے۔ میں تو خود ہی ناکارہ ہوں۔ اس کے بڑھ کر کیا چیز خوشی کی ہو سکتی ہے کہ مقصد اصلی اور محبوب حقیقی تک رسائی ہو جو کہ حضرت مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کی بارگاہ میں ارجمندی ہو۔ از دیوبند جمادی الثانیہ ۱۳۵۰ھ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۴ بحوالہ تکملہ الاعتدال) ایک دوسرے واللہ نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ایضاً

”اپنے مشاغل قلبیہ سے غافل نہ رہیں، ذکر میں کوشاں رہیں۔

مولانا (تھانوی) دامت برکاتہم کی خدمت میں جس قدر بیٹھنا نصیب ہو غنیمت جانیں اس وقت جہاں تک ممکن ہو ذکر کا خیال رہے اور قلب حاضر ہو صحبۃ الشیخ خیر من عبادۃ سنتین سنۃ“ قول اکابر ہے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں سلام مسنون اور استدعا و دعوات صالحہ و صرف ہمت عرض کر دیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۴ ج ۱ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

مکتوب حضرت بی بی قدس سرہ بنام مولانا سید محمد میاں صاحب قدس سرہ

ان اختلافات کے سلسلہ میں مولانا سید محمد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ سے استفسار کیا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:- ملاحظہ ہو۔

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نصوف کا ضروری اور مضبوط اصول جو کہ نفس پر شاق بھی بہت ہوتا ہے

یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بدظنی اور دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے
اسی کے ماتحت حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-
" معرفت خدا تعالیٰ برائے کس حرام است کہ خود را از کافر و فرنگ بہتر
داند فکیف از اکابر دین "

اپنے نفس کے کید و مکر سے کسی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے ۔

ع فَإِنَّكَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصِمِ الْحَكِيمَةِ
وَمَا أُبْرِيْ نَفْسِيْ إِنْ النَّفْسُ لَا مَأْنَةَ بِالسُّوءِ ۔

پس جو حضرات پہلے سے معتقد علیہم ہیں یا جن کے اقوال و افعال مسابہی
خاصہ کے سوا پسندیدہ ہیں۔ ان کے ساتھ بد اعتقادی وغیرہ نہ ہونا چاہیے
حسن ظن رکھنا چاہیے۔ ہمارے لئے مستاحبات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درس
عبرت ہیں، ممکن ہے ان حضرات کی رائے صحیح ہو، اگرچہ غلبہ ظن یہی ہے کہ ہماری
آراء اور اعمال بالکل حق بجانب ہوں۔ لہذا نہ زبان درازی چاہیے نہ بد اعتقادی
بلکہ ان کے اور اپنے لئے دعا کرنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا
اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرْزُقْنَا اِجْتِنَابَهُ ۔

ذکر سے غافل نہ ہو جائے، وقت کو غنیمت جانے، گیا وقت پھر ملے
آتا نہیں۔ آج کچھ کر لیجئے کل کو کرنا ناممکن ہوگا۔ جفاکش بننے آرام و راحت
کو آخرت کے لئے چھوڑ دینے ۔

ناز پروردہ راہ بند راہ بدست عاشقی شیوہ زندان بلاکش باشد
من نکر دم شما حذر بکنید

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد

(سیاست شیخ الاسلام صفحہ ۲۷، ص ۲۷۱ شیر شیخ الاسلام صفحہ ۲۰)

”کتنی عظیم انسانیت اور کس اعلیٰ کردار کے حامل تھے۔ یہ حضرات کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود نہ زبان درازی کی اجازت دیتے ہیں نہ بد اعتقادی کی بلکہ حسن ظن کی تاکید فرماتے ہیں۔ اے کاش ان حضرات اسلام کے کردار و اخلاق کا کچھ حصہ ہم کو بھی نصیب ہو جاتا۔“

سیاسی کشمکش زوروں پر کھٹی، گنگوہ میں اسی سلسلہ میں ایک عظیم جلسہ تھا۔ اثنائے جلسہ میں ایک شخص نے حضرت تھانوی قدس سرہ پر اعتراضات و الزامات کی بوچھاڑ کر ڈالی۔ حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہ نے جو بڑی غضب میں جو جوابی تقریر فرمائی تو حضرت تھانوی قدس سرہ کے فضائی و مناقب ہی پر ختم کر دی۔ ۱۹۹ سیرت شیخ الاسلام۔

حضرت تھانویؒ کا بُرائی سے ذکر کرنے پر ڈانٹنا ایک شخص ایک جلسہ میں لے

جانے کے لیے دیوبند حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اثنائے گفتگو اس نے تھانہ بھون کا ذکر کیا اور حضرت تھانوی قدس سرہ کا ذکر بُرائی کے ساتھ کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہ کو سخت غصہ آگیا۔ کبھی اتنا غصہ نہیں آیا، اور سخت لہجہ میں فرمایا مجھ سے تعلق رکھتے ہو۔ میرے بزرگوں کو بُرا کہتے ہو۔ خادم سے فرمایا اس کا بستر اٹھا کر لے جاؤ۔ میرے یہاں کھڑنے کی اجازت نہیں۔ جو سخت سے سخت تکالیف اور گالیاں سن کر بھی کبھی کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے اور اپنے سیاسی مخالف مگر دینی عظیم رہنما کی شان میں کوئی جملہ برداشت نہیں کر سکے۔ اور غصہ کی شدت میں اپنے یہاں کھڑانے کے بھی روادار نہ ہوئے۔ ایسی مثال شاید حضرت مدنی قدس سرہ کے یہاں شاذ و نادر ہی پیش آئی ہو کہ اپنے یہاں سے نکلوا دیا اور کھڑانے کے تک کے روادار نہ ہوئے۔

حضرت مدنی رحمہ کی تھانہ بھون تشریف آوری | ایک دفعہ حضرت

مدنی نور اللہ مرقدہ، تھانہ بھون تشریف لائے۔ کسی نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کو اطلاع کی کہ مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی آئے ہیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: ایں کس کو کہہ رہے ہو، کیا ہمارے مولانا حسین احمد صاحب (دیوبند والے) ہیں۔ کہا جی ہاں! فرمایا کدھر ہیں، اور اٹھ کر دروازہ تک تشریف لائے۔ سلام، مصافحہ معانقہ فرمایا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے دست بوسی فرمائی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ پکڑ کر لائے اور اپنی مسند پر اپنے برابر بٹھایا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے مسند پر بیٹھنے سے انکار کیا۔ حضرت تھانوی رحمہ نے فرمایا: میرا حکم یہی ہے یہیں بیٹھو اس کے بعد گفتگو ہوئی۔ حضرت تھانوی رحمہ نے فرمایا: آپ نے زیادتی کی کہ اطلاع نہیں فرمائی۔ اگر اپنی آمد کی پہلے سے اطلاع فرما دیتے تو کسی سواری کا انتظام کر دیتا اور دو چار آدمی استقبال کے لئے بھیج دیتا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: حضرت اپنے گھر آنے کے لئے کیا اطلاع کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا آپ کے اس جواب سے بہت مسرت ہوئی کہ اس گھر کو اپنا گھر فرمایا۔ اچھا بتائیے آپ کیا کھائیں گے۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا روٹی اور سلجم کا اچار۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے دونوں گھر آدمی کو بھیجا کہ جس گھر میں سلجم کا اچار اور روٹی ہو لائیں۔ چنانچہ روٹی اور سلجم کا اچار اور لسی لائی گئی۔ حضرت مدنی رحمہ نے فرمایا میرے ساتھ میرے دو ساتھی ہیں، اگر اجازت ہو تو وہ بھی ساتھ کھالیں اس پر حضرت تھانوی رحمہ نے محاسبہ فرمایا کہ جب آپ نے اس گھر کو اپنا گھر فرمایا ہے تو پھر اجازت کا کیا مطلب۔ حضرت مدنی رحمہ نے جواب دیا: مہمان کے

سامنے جو کھانا آتا ہے وہ اباحت ہوتا ہے بلکہ نہیں۔ مہمان کو کھانے کا تو حق ہوتا ہے اور تقرر کا نہیں۔ اس لئے اجازت طلب کی۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ کھانے سے فراغت پر حضرت تھانویؒ نے پگڑی منگائی اور حضرت مدنیؒ کی خدمت میں پیش فرمائی۔ حضرت مدنیؒ نے پگڑی کو آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا اور فرمایا حضرت کو معلوم ہے کہ میں بدیسی کپڑا استعمال نہیں کرتا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا مجھ سے سہو ہو گیا قصداً میں نے ایسا نہیں کیا اور آدمی بھیجا کہ گھر سے کھڑکی پگڑی لائیں۔ کھڑکی پگڑی آگئی اس کو پیش فرمایا، اور چاندی کے دو روپے نذرانہ دیے۔ حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہؒ نے ان کو پگڑی میں باندھ لیا اور پگڑی حضرت تھانویؒ کے سامنے رکھ کر سر جھکا دیا کہ حضرت خود اپنے ہاتھ سے باندھ دیں۔ حضرت تھانویؒ نے اپنے دست مبارک سے حضرت مدنیؒ کے سر مبارک پر پگڑی باندھی۔ اس طرح کہ وہ روپے اوپر کی طرف آگئے۔ حضرت مدنیؒ نے ان کو اوپر کی طرف پگڑی میں اڑس لیا۔ اس کے بعد رخصت کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا، میں آپ کو اپنے استاد شیخ العالم (حضرت تھانویؒ) حضرت شیخ الہندؒ کو شیخ العالم فرمایا کرتے تھے) کے قائم مقام سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہؒ تھانہ بھون تشریف لائے کہ خانقاہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا دروازہ کھلوا یا۔ دربان نے دروازہ نہیں کھولا کہ قانون کے خلاف ہے۔ حضرت مدنیؒ روبرو اٹھا کر حضرت تھانویؒ کے مکان پر تشریف لائے وہاں بھی دروازہ بند ہو چکا تھا۔ دروازہ کے باہر ہی بستر بچھا کر سو رہے۔ صبح کو دروازہ کھلا حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ آپ اس وقت کہاں۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا۔ آپ کا قانون کسی عزیز مسافر کو خانقاہ

میں ٹھہرنے کی کہاں اجازت دیتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر خانقاہ تشریف لائے اور دربان سے فرمایا کہ دیکھو مولانا اس قانون سے مستثنیٰ ہیں۔ مولانا جس وقت بھی تشریف لایا کریں دروازہ کھول دیا کریں۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی گرفتاری سے صدمہ | حضرت مدنی رحمہ اللہ کی گرفتاری ہوئی تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو

بہت صدمہ ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا: ”مجھے خیال نہیں تھا کہ مجھے مولانا مدنی رحمہ اللہ سے اتنی محبت ہے۔“ کئی خادم نے عرض کیا کہ مولانا مدنی تو اپنی خوشی سے گرفتار ہوئے تو حضرت نے فرمایا، آپ مجھے اس جملہ سے تسلی دینا چاہتے ہیں۔ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنی خوشی سے نہیں گئے تھے، مگر آج تک کون ایسا شخص ہو گا جس کو اس حادثہ کا رنج نہ ہوا ہو (تیسرا انگیز واقعہ)۔

منشی نور الحسن صاحب | منشی نور الحسن صاحب ساکن دورالہ حضرت

تھانویؒ سے بیعت ہیں نیک صالح شخص ہیں۔ وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت تھانویؒ مسلم لیگ کے حامی تھے۔ حضرت نے اس کی حمایت میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ اس لئے میرا رجحان بھی لیگ کی طرف تھا اور میری حلقہ کی مسلم لیگ کا ممبر بھی تھا۔ ایک دفعہ ایک میٹنگ میں میں نے کہا، کہ بھائی ہمارے حضرت تھانویؒ لیگ کی حمایت فرماتے ہیں اور حضرت مولانا مدنی بھی بزرگ ہیں وہ کانگریس کی حمایت فرماتے ہیں، ہم کیا کریں۔ میٹنگ میں ایک شخص نے جواب دیا کہ وہ (حضرت مولانا مدنیؒ) کہاں گے بزرگ آئے، وہ کیسے بزرگ مجھے ان کے جواب سے سخت صدمہ ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ اگر مسلم لیگ کے اندر بزرگوں کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے تو ایسی مسلم لیگ سے میرا تو استغفیٰ

میں آئندہ شریک نہیں ہوں گا۔ اور اسی صدمہ میں میں تھانہ بھون حاضر ہوا۔ شب میں بھائی سلیمان صاحب سے جو حضرت تھانویؒ کے خادم تھے ملاقات ہوئی۔ ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا اس نے کہا۔ مدنی صاحب آپ کی نظر میں بزرگ ہیں؟ بزرگ تو شیطان بھی ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ جواب صبح کو حضرت سے کہوں گا۔ اس نے کہا، ہاں کہہ دینا، مجھے اور سخت صدمہ ہوا کہ جب حضرت کے خادم کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا حال ہوگا، پوری رات بیچینی میں گزری۔ صبح کو مجلس میں حاضر ہوا میری ہمت نہیں تھی کہ عرض کروں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک خط جو حضرت کے پاس کسی نے لکھا تھا حضرت نے سُنایا۔ خط کا مضمون یہ تھا:-

”حضرت! میں دیوبند بھی گیا ہوں، وہاں رحمت ہی رحمت دیکھی اور یہاں زحمت۔ گویا وہاں عفوئے انتہا اور یہاں بات بات پر پکڑ اور نکتہ چینی اس کی کیا وجہ ہے“

حضرت نے جواب لکھا اور پھر جواب بھی سُنایا، جس کا مضمون یہ تھا:-
”کیا تمہارے نزدیک دریا اور ڈوکرہ میں کوئی فرق نہیں۔ میں چھوٹا سا ڈوکرہ ہوں اور حضرت مولانا مدنی دریا ہیں۔ ڈوکرہ ذرا سی ناپاکی کا متحمل نہیں ہوتا اور دریا میں اگر پیشاب بھی کر دیا جائے تب بھی وہ ناپاک نہیں ہوتا۔“

یہ جواب سُنکر مجھے ہمت ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ حضرت تو اپنے آپ کو ڈوکرہ اور حضرت مولانا مدنی کو دریا فرما رہے ہیں۔ اور یہ مَلا سلیمان ان کو ایسا ایسا کہتا ہے اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ کیا یہ بات آپ ان کے سامنے کہہ دیں گے۔ میں نے عرض کیا ضرور کہہ دوں گا۔ میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میں حضرت سے کہوں گا۔ سلیمان کو بلوایا گیا۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ

تم ان کو جانتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ جی ہاں یہ میرے دوست کے بھائی ہیں۔
حضرت نے فرمایا اگر یہ تمہاری طرف سے کوئی بات بیان کریں وہ غلط تو نہ ہوگی۔ آپکو
ان پر اعتماد ہے۔ اس نے کہا مجھ کو ان پر پورا اعتماد ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہاری
ان سے کوئی لڑائی تو نہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت نے میری طرف اشارہ
کر کے فرمایا، اپنا واقعہ بیان کرو۔ میں نے پورا واقعہ بیان کیا جو میرے مسملیگ
کی ٹینگ میں پیش آیا تھا کہ یہ واقعہ میں نے ملا سلیمان صاحب کے بیان کیا اس نے کہا کہ
مدنی صاحب کو تم بزرگ سمجھتے ہو بزرگ تو شیطان بھی تھا۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ
نے سلیمان سے کہا کیا یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ انھوں نے اقرار کر لیا کہ جی ہاں ٹھیک
کہتے ہیں۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے ایک دوسرے خادم کو آواز دی اور فرمایا
سلیمان کا کان پکڑ کر خانقاہ سے نکال دو اور فرمایا: ”آج سے میرا تعلق ختم نہ
مجھ سے بات چیت کی اجازت ہے نہ خط و کتابت کی نہ مجلس میں حاضری کی۔“
سلیمان صاحب خانقاہ سے چلے گئے مگر انتہائی پریشان تھے۔ حافظ محمد اسماعیل
صاحب پانی پتی (جو حضرت نور اللہ مرقدہ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے) کے
واسطے سے حضرت سے خط و کتابت کی اور معافی کی درخواست کی۔ حضرت نے
ارشاد فرمایا جن کی شان میں گستاخی کی ہے ان سے معافی مانگیں اور ان سے
(حضرت مولانا حسین احمد صاحب) سے لکھوا کر لائیں کہ میں نے معاف کیا۔ اس کے
بعد سوچوں گا کہ کیا فیصلہ کروں۔ سلیمان صاحب حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی اور معافی چاہی۔ حضرت قدس سرہ نے
معاف کیا اور لکھ دیا۔ میں نے سلیمان کو معاف کیا آپ بھی معاف فرمائیں اور یہ
تحریر لاکر حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت تھانوی قدس
سرہ نے فرمایا کیا معلوم پورا واقعہ بیان بھی کیا یا نہیں۔ پورا واقعہ جا کر بیان کریں

اور حضرت مولانا اپنے قلم سے لکھیں کہ سلیمان نے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے مٹا کیا۔ چنانچہ یہ دوبارہ حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت یہ واقعہ لکھ کر پھر معافی تحریر فرما دیں۔ حضرت مدنی رحم نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ سلیمان نے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے اس کو معاف کیا اور سفارش کرتا ہوں کہ آپ بھی معاف فرما دیں۔ اس کے بعد حضرت قدس سرہ نے معاف فرمایا اور مجلس میں حاضری کی اجازت دی مگر گفتگو کی اجازت نہیں دی گفتگو کی اجازت اور بعد میں ہوئی۔

حضرت تھانوی قدس سرہ سے کسی شخص نے کہا، حضرت مدنی قدس سرہ کے بارے میں کہ سیاست میں حصہ لیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحم نے ارشاد فرمایا: بس یہی دیکھا۔ یہ نہیں دیکھا کہ رات کو بارہ بجے تک بخاری شریف بھی پڑھاتے ہیں

حضرت مدنی رحم کا دارالعلوم میں تقرر | سیاسی شدید اختلاف کے باوجود علامہ انور شاہ کشمیری

اور آپ کے رفقاء کے استغفی کے بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کا تقرر بعدہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند میں حضرت حکیم الامت تھانوی سرپرست دارالعلوم دیوبند کے مشورہ ہی سے علی میں آیا اور حسبِ میل تجویز مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند تحریر کی گئی۔ حضرت مولانا مولوی حسین احمد کا تقرر بعدہ صدر مدرس بمشاہرہ ص ۱۵۱ ماہوار تاریخ کارکردگی سے مجلس شوریٰ کو منظور ہے۔ حضرت ممدوح کی اعلیٰ شخصیت اور علمی تبحر کے لحاظ سے مشاہرہ مذکور بالکل ناقابل ہے۔ مگر حضرت ممدوح کی اخلاص نیت و خدمت دارالعلوم کے جذبات سے ہم کو توقع ہے کہ حضرت ممدوح اس کو منظور فرما کر مجلس شوریٰ کو شکر گزاری کا موقع دیں گے اور دارالعلوم کی حالت پر اپنی توجہات اور اخلاق بزرگانہ سے نظر التفات فرما کر

حسبہ لند پورے طور پر سنبھالنے کی کوشش فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ممدوح کے استاد بزرگ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ عمل تھا۔ فقط

اشرف علی ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ

کمترین جمیل احمد، محمد سعید احمد، محمد حسن مراد آبادی، محمد اشفاق،
احقر محمد اسحاق عفی عنہ، محمد عبدالرحمن، مظہر حسن بقلم خود۔ (تکمہ الاعتدال)

حضرت حقانویؒ کا ارشاد | حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے
ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:-

”مولوی حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں۔ باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلاف حدود اُن سے نہیں سنا گیا۔“
(الکلام الحسن حصہ اول ص ۳۲ ملفوظ ۳۲ بحوالہ تکمہ الاعتدال)

ایضاً ”الحلیۃ الناجزہ“ کے سلسلہ میں حضرت مولانا قدس سرہ نے جو
سعی فرمائی اس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:-

”اخیر میں بغرض طلب دعا عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم نے علماء مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کرنے میں بہت مدد فرمائی ہے، بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیق احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں۔ نیز مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علماء مالکی سے حصول فتاویٰ میں سعی بلیغ فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے روانہ فرماتے رہے۔ اشرف علی اوائل ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ دیباچہ الحلیۃ الناجزہ ص ۱۶۷
(بحوالہ تکمہ الاعتدال)

کیا ہم بھی اپنے مخالف سے کسی دینی کام میں بھی تعاون حاصل کرتے ہیں اور
اس کے تعاون کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضرت مدنیؒ کے دو خصوصی کمال

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری جو مولانا تھانویؒ کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں،

فرماتے ہیں کہ:- حضرت تھانویؒ نے حضرت مدنیؒ کے متعلق میرے سامنے فرمایا کہ ”ہمارے اکابر دیوبند کے بفضلِ تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ مدنیؒ کے دو خداداد خصوصی کمال ہیں جو ان میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں، دوسرے تو اضع، چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود (اپنے) آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔“ (حیرت انگیز واقعات ص ۲۱۲) بحوالہ تکریم الاعتدال

مقام شہنشاہیت

مولانا عبد الجبار صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے مولانا عبد المجید صاحب پھر ایوبی خلیفہ

حضرت تھانویؒ قدس سرہ سے کہا:-

”شیخ الاسلام سے اس درجہ اختلاف نہ رکھیں، کیونکہ میں نے مفتی محمد حسن صاحب امرتسری سے سنا ہے جو حضرت تھانویؒ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حال میں، میں نے ایک دو جواب مسائل سلوک میں پڑھے ہیں جن کی وجہ سے سابقہ اختلاف سے رجوع کر چکا ہوں۔ کیونکہ باطنی دنیا میں حضرت مدنیؒ کا مرتبہ اور مقام شہنشاہیت کا ہے۔ یہ شکر مولانا عبد المجید صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میں نے کئی بار حضرت تھانویؒ سے سنا ہے کہ:-

”مجھ کو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں باطنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہے

مگر حضرت مدنیؒ کو دیکھ کر تسلی ہوئی کہ یہ دنیا ان سے زندہ رہے گی۔“

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم، حیرت انگیز واقعات ص ۲۱۳) بحوالہ تکریم الاعتدال

مکتوب حضرت تھانویؒ بنام مولانا عبد المجید ریادیؒ

مولانا عبد المجید ریادیؒ کو تحریر فرمایا:-

”کوئی مصنفون دینی بدون ملاحظہ مولانا حسین احمد صاحب کے شائع نہ کیا جائے“

حکیم الامت ص ۱۱ (تکملہ الاعتدال)

ایک مرتبہ مولانا دریابادی صاحب کو ہی تحریر فرمایا۔

ایضاً

”میں نے مدت ہوئی فیصلہ کر لیا ہے کہ جن احباب سے دوستی ہے، ان سے عقائد و احکام میں گفتگو نہ کروں گا، یا تو خیریت کی اطلاع و استطلاع کا تعلق رکھوں گا یا دُعا کا یا معاملہ نفسیات کی تحقیق کا، اور ایسے احباب کی فہرست میں جناب کا اور مولانا عبدالباری صاحب کا اور جناب سید سلیمان صاحب کا نام ذہن میں تجویز کیا ہے۔ ان دو صاحبوں کو بھی اس کی اطلاع دے چکا ہوں۔ ایسی تحقیقات کے لئے مولانا حسین احمد صاحب اور مولانا انور شاہ صاحب کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اُمی میں مصلحت ہے۔“ (حکیم الامت ص ۱۳۳ بحوالہ تکملہ الاعتدال)

ایک مرتبہ تحریر فرمایا۔

ایضاً

”معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب کانگریس کی شرکت کو فرض فرماتے ہیں۔ اس لئے خاص عقیدت رکھنے والوں پر لازم ہے کہ مولانا سے ایسے طریقہ سے کہ مولانا اصلی خیال ظاہر فرما دیں ضرور تحقیق کر لیں کہ مجھ جیسے تارکِ فرض سے ان صاحبوں کا ملنا ان کے قلبِ لطیف پر گراں تو نہ ہوگا کیونکہ گرامی کی صورت میں باطنی فیوض منقطع ہو جاتے ہیں، جو ضررِ عظیم ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ روایت کو ظاہراً متواتر ہے صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہو اور ملنا گراں ہو تو چند روز کے لئے مجھ سے ملنا بند کر دینے سے کچھ ضرر نہیں۔“

(حکیم الامت ص ۱۶۱ تکملہ الاعتدال ص ۱۴۷)

مولانا عبدالماجد دریابادی کا تبصرہ | اس پر مولانا دریابادی تحریر فرماتے ہیں :-

ظاہر ہے کہ اس وقت حکیم الامتؒ کو مولانا مدنی رحمہ سے شدید سیاسی اختلاف تھا۔ اس شدید اختلاف کے وقت وہ یہ نہیں کرتے کہ مولانا کے ایک منوسل کا میلان اپنی طرف دیکھ کر اسے اور اپنانے کی کوشش کریں بلکہ جب وہ اس طرف بڑھتا ہے تو اور اسے روکتے ہیں اور باصرار بار بار روکتے ہیں کہ ادھر قدم اٹھانے سے شیخ کے قلب پر غبار آجانے کا اندیشہ ہے (حکیم الامتؒ ص ۱۷۱ تکملہ الاعتدال ص ۴۹)

۱۹۳۲ء میں حضرت شیخ الاسلام

حضرت مدنی رح کی شان میں نظم

قدس سرہ مدرسۃ الاصلاح سرامیر

(ضلع اعظم گڑھ) تشریف لے گئے۔ جناب اقبال احمد خاں صاحب سہیل نے بطور خوش آمدید ایک نظم کہی جس کو ایک خوش الحان طالب علم نے پڑھ کر سنایا، جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے سایہ ات بال ہما خوش آمدی خوش آمدی
 اھلاً وسہلاً مرحباً خوش آمدی خوش آمدی
 آخری شعر یہ ہے۔

از مقدمت دل شاد شد، ویرانہ ام آباد شد

اے برقع چمن صد فدا خوش آمدی خوش آمدی

یہ پوری نظم دریابادی صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا، حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہ نے نظم ملاحظہ فرما کر تحریر فرمایا:-
 ”واقعی نفیس ہے اور لطف یہ ہے کہ سلیس ہے، گویا سہل ممتنع ہے میں نے نقل کر لی ہے۔“ حکیم الامتؒ ص ۲۳۳ تکملہ الاعتدال۔

مکتوب حضرت تھانویؒ بنام مولانا دریابادیؒ | ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

”اور مولانا مدنی کی تو صانع مجھ میں ہو ہی نہیں سکتی“ حکیم الامتؒ ص ۲۱۹ تکملہ الاعتدال۔

غور فرمائیں کہ حضراتِ شیخین قدس سرہما کا سیاسی شدید اختلاف کے باوجود باہم کیا طرزِ عمل تھا۔ اور ایک نظر اپنے حالات پر بھی ڈالیں کہ کسی سے ذرا سا اختلاف ہو جائے تو ہمارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے۔

خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت مدنی رحمہ کی امامت | میرے استاد محترم مولانا

محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم مہاجر مدنی نے بیان کیا کہ حاجی صاحب تاؤلی والے نے بیان کیا کہ میں تھانہ بھون حاضر تھا۔ حضرت مدنی رحمہ تشریف لائے رات کو قیام فرمایا۔ فجر میں حضرت تھانوی رحمہ نے نماز پڑھانے کے لئے فرمایا۔ حضرت مدنی رحمہ نے جواب دیا کہ میرے نماز پڑھانے سے ہو سکتا ہے کچھ لوگوں کو تکلیف ہو۔ حضرت نے فرمایا جن کی نماز نہ ہو وہ اپنی نماز کہیں دوسری مسجد میں جا کر پڑھ لیں گے مگر نماز آپ ہی پڑھائیں گے۔ حضرت مدنی رحمہ نے نماز پڑھائی، جمعہ کا روز تھا، پہلی رکعت میں اَلَمْ تَنْزِلِ سَجْدَہ دوسری میں سورہ دہر پڑھی۔ آیت سجدہ پر سجدہ کیا، بعض لوگ رکوع میں چلے گئے اور جب سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر کہی تو وہ رکوع سے اٹھ گئے۔ نماز کے بعد چھ میگوئیاں ہوئیں۔ بعض نے کہا نماز نہیں ہوئی۔ حضرت تھانوی رحمہ نے فرمایا شاید اس نماز کی برکت سے ہماری زندگی بھر کی نمازیں قبول ہو جائیں۔

حضرت مدنی رحمہ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ | دونوں حضرات میں سیاسی اختلاف تھا اور علامہ میں حضرت شاہ

صاحب کشمیری رحمہ کے دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ ہونے پر ہی حضرت مدنی رحمہ کو ان ہی کی جگہ مسندِ شیخت و صدارت پر رکھا گیا جس سے ذہنی تگ و راک ایک طبعی چیز ہے مگر اس کے باوجود دونوں حضرات کا کیا طرزِ عمل تھا، ملاحظہ ہو:-

حضرت مدنی قدس سرہ کا دارالعلوم میں تقریر کے بعد آسام کا سفر ہوا۔ وہاں

خاص قسم کی چائے ہوتی ہے اس کو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے لئے خریدا۔ اور اس کو وہیں سے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے پتہ پر ارسال کرنا چاہتے تھے مگر ذہول ہو گیا۔ سفر سے دیوبند واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بوا سیر کی شدت کے باعث ڈانھیل کے بجائے دیوبند دولت کدہ پر ہی تشریف فرما تھے۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ سے فراغت پر ڈولی میں حضرت شاہ صاحب اپنے گھر واپس ہوتے ہوئے حضرت مدنی رحمہ کے در دولت کے پاس سے گزرے۔ اشتیاق ملاقات کے باعث ڈولی رکھوالی۔ حضرت مدنی رحمہ دیکھتے ہی اندر مکان میں تشریف لے گئے اور چائے کا بندل جس کو حضرت شاہ صاحب کے لئے اُنسام سے خریدا تھا لاکر پیش کیا اور دونوں اصحاب محبت و انسانیت کے ساتھ جس پوری وسعت قلبی سے ملے اور بلند نظری سے پیش آئے وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ص ۲ سیر شیخ الاسلام۔

حضرت مدنی اور مولانا عبداللہ صاحب فاروقی قدس سرہما

دونوں حضرات حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے شاگرد ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ مولانا عبداللہ فاروقی رحمہ سن رسیدہ بزرگ تھے لاہور میں قیام تھا اُس وقت حضرت مدنی رحمہ کا مدینہ منورہ میں قیام تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب حج کے لئے تشریف لائے اور حضرت مدنی رحمہ کے مکان پر قیام فرمایا، آگے خود مولانا عبداللہ صاحب فاروقی رحمہ کی زبانی سنئے۔

ایک روز مسجد میں جاتے ہوئے میں نے مولانا مدنی صاحب کا جوتہ اٹھالیا مسجد سے واپس ہوئے میں دیکھتا ہوں مولانا حسین احمد صاحب میرا جوتہ سر پر رکھے ہوئے جا رہے ہیں۔ میں پیچھے پیچھے بھاگا اور مولانا نے تیز قدم چلنا شروع

کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ جو تے لوں مگر لینے نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ جو تاسرہ
 لکھ رکھے۔ فرمایا عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتانہ اٹھاؤں گا۔ بجز عہد کوئی
 چاہہ کار نہ پا کر میں نے عہد کر لیا تب جوتاسرہ سے اُتار کر نیچے رکھا۔ شیخ الاسلام
مکتوب حضور مدنی مگر یہ سب تو وضع و عہدیت کے ثمرات ہیں
 جو ان حضرات کا حال بن چکی تھی۔ حضرت

مدنی قدس سرہ ایک صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:-
 «واللہ باللہ، ثم تا لشد، میں اس قدر نالائق و ناہنجار گنہگار و دنیا پرست
 سگ دنیا اور بدکردار ہوں کہ اگر محض اپنے فضل و کرم سے اس غفار الذنوب اور
 ستار العیوب نے کام نہ لیا تو اشد الناس عذاباً اور احسر الخاسرین میں ہونگا
 فذلہ الحمد علی صلہ علی عفوہ بعد قدرتہ» شیخ الاسلام ص ۲۲

ایضاً ایک بڑے انشاز پرداز عالم نے حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت
 کی درخواست کی۔ جواب میں تحریر فرمایا "مجھ کو نہایت تعجب ہے
 کہ آپ جیسا تجربہ کار، صاحب علم و شعور ایسی غلطی میں پڑے۔ میرے محترم املاہ
 نفس کمئے کسی سگ دنیا، نفس پرست، ناکارہ و نالائق کے پاس جانا کیا معنی
 رکھتا ہے۔ یہ سادری کا قصہ بے شک کرتا ہے مگر انشاز کا قصہ نہیں کرتا۔ در
 دیوار سنگ و بسکت و فتنہ نہیں آگے۔

ایضاً گئے تحریر فرماتے ہیں:-
 میں مہینہ بہتہ ہوں۔ وہ میں سچا ہوں کہ میں اپنی۔ وہ پاک اور پاک
 سے خود شہ منہ و زندہ ہوں۔ وہ بہ وقت روتا ہوں میری واقعی حالت
 شنی و خرابی سے بہتر ہوں۔ نہ کہ وہ خرابیوں سے بھی بدتر ہے۔
 یہ شیخ بہتہ ہوں جو اکتوبات میں

سیتارام شکل کا بیان | یہی وہ اخلاق تھے جن کو دیکھ کر جیل کا
ساتھی سیتارام شکل پکارا اٹھتا ہے۔

”میں اس بارگ میں آپ کے ساتھ نہ رہوں گا۔ آپ انسانیت، آدمیت اور
شرافت کے ایسے مقام پر ہیں کہ اگر میں تھوڑے دنوں آپ کے ساتھ رہا تو مسلمان
ہو جاؤں گا۔ مولانا (مدنی) نے فرمایا تم تو بہت دنوں سے مسلمان ہو، تم کیسا
مسلمان ہو گے۔“

شکل صاحب کو بیرگ سے علیحدگی کا آڈر آیا تو جواب دیا، میں مولانا کو
چھوڑ کر بہشت میں بھی جانا پسند نہ کروں گا۔ شیخ الاسلام ص ۲

حضرت شیخ الہند اور حضرت تھانوی قدس سرہما | حضرت تھانوی قدس سرہ
تحریر فرماتے ہیں:-

”حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے اُستاد اور ہر لحاظ سے میرے
بڑے تھے۔ مگر سیاسی تحریک میں شرکت سے متعلق میں نے مولانا سے اختلاف
کیا مگر نہایت ادب کے ساتھ اور مولانا کو بھی میرے اس اختلاف سے ذرہ برابر
ناگواری نہیں ہوئی۔ چنانچہ ایک بار مقرب معتقد نے میرے مجمع کے سامنے
مجھ پر کچھ نکتہ چینی کی۔ جب مولانا کو اس کی خبر پہونچی تو اظہارِ ناراضگی فرمایا۔
اور فرمایا وہیں جا کر اسی مجمع میں اپنے قول کو رد کرو اور اس مسئلہ میں کیا مجھ پر
وجہ نازل ہوئی ہے۔ یہ محض میری رائے ہے ممکن ہے کہ اس کی رائے صحیح ہو؟“

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم نے یہ بھی سنایا کہ حضرت شیخ الہند
کے سامنے حضرت تھانوی رحمہ کا ذکر آیا کہ وہ تحریکِ خلافت کی مخالفت کرتے
ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے دانتوں میں انگلی دبالی اور فرمایا ان کا ذکر مت
کرو: وہ عالم ہیں وحی ہمارے پاس بھی نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے ان کی رائے

صحیح ہو۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سامنے حضرت تھانویؒ کا ذکر آیا۔ فرمایا وہ عالمانہ شان رکھتے ہیں خاموش رہو یعنی تم اس لائق نہیں کہ ان کے بارے میں کچھ ذکر کرو۔

حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی قدس سرہما | حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:-

”اور مولانا سے تجا و ذکر کے میں نے تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض مسائل میں اختلاف کیا اور اس اختلاف کا علم بھی مولانا کو میں نے کرا دیا، لیکن شفقت میں کبھی ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ بلکہ جب میں والد صاحب مرحوم کی بینک کی رقم کے منافع کا حصہ ترکہ میں نہیں لایا اور اپنی رائے حرمت کی اطلاع بھی کر دی تھی اور مولانا کے نزدیک اس میں تنگی نہ تھی تو مولوی محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ پھر آپ اسے (یعنی مجھ سے) لے لینے کو کیوں نہیں فرما دیتے۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ سبحان اللہ ایک شخص اپنی ہمت سے تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے، کیا میں اس کو تقویٰ سے روکوں۔ تو دیکھئے مولانا اس اختلاف سے ناراض تو کیا ہوتے اس کا نام تقویٰ قرار دیکر اُلٹے خوش تھے۔

عرض اگر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف نیک نیتی کے ساتھ اور محض دین کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں“ (آپ بیتی ص ۳۰۴ بحوالہ افاضات ص ۳۰۶)

حضرت تھانویؒ اور حضرت رائے پوریؒ | حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب

نور اللہ مرقدہ سہارنپور قیام فرما تھے۔ تھانہ بھون اور دیوبند کا تذکرہ آگیا۔ سیاسی کشمکش خوب چل رہی تھی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے فرمایا۔

آہ، فیض کی نہ یہاں کمی نہ وہاں کمی۔ معترض وہاں سے بھی محروم وہاں سے بھی محروم۔ ایک روز مجلس میں حضرت رائے پوریؒ گئے فرمایا۔ تھانہ بھون حاضری کے لئے جی تو چاہتا ہے مگر ہم لوگ گاؤندی آدمی ہیں بزرگوں کے ادب سے ناواقف ہیں۔ ڈر لگتا ہے کہ ہم سے حضرت کو تکلیف نہ پہونچے اس لئے حاضری کی ہمت نہیں ہوتی کسی نے یہ جملہ تھانہ بھون جا کر نقل کر دیا۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا افسوس میں نے سفر ترک کر دیا ورنہ میں خود حاضر ہوتا۔ یہ جملہ حضرت تھانوی قدس سرہ کا ان صاحب نے سہارن پور حضرت رائے پوری قدس سرہ اور حضرت دہلوی قدس سرہ سے جا کر نقل کر دیا۔ ان حضرات کا قیام ابھی سہارن پور ہی تھا۔ یہ جملہ سنکر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے فرمایا۔ بس جی! اب تو ضرور چلیں گے۔ تکلیف پہونچے پہونچا کرے، تکلیف پہونچانے جا نہیں رہے۔ اور چھوٹوں سے تو بڑوں کو تکلیف پہونچتی ہی ہے۔ ہم تو حضرت کے بچے ہیں۔ بچے تو کپڑوں پر پیشاب بھی کر دیتے ہیں، بڑے سب برداشت کرتے ہیں، ہمارا ارادہ تکلیف پہونچانے کا نہیں۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ بھی تیار ہو گئے۔ اور دونوں حضرات تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ وہاں پہلے سے کسی نے تشریف آوری کی اطلاع کر دی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں مجلس کا وقت تھا۔ حضرت قدس سرہ کے یہاں نظام فاروقی تھا۔ ارشاد فرمایا مجمع میں سے کوئی نہ اٹھے میں اٹھوں گا۔ سب کے اٹھنے سے خلفشار ہوتا ہے۔ میرا اٹھنا سب کا اٹھنا شمار ہو گا۔ چنانچہ سب جمع بیٹھا رہا اور حضرت تھانوی قدس سرہ اٹھ کر دروازہ تک تشریف لائے سلام، مصافحہ، معاف فرمایا اور اپنی جگہ پر لا کر بٹھایا، گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا۔ میں رائے پور گیا ہوں وہاں آپ کا دیکھنا یاد نہیں پڑتا ایک ہی دفعہ حاضری ہوئی پھر ہمت ہی نہیں ہوئی۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے

دریافت فرمایا کیا بات پیش آگئی تھی جو دوبارہ تشریف نہیں لے گئے: فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو اپنا بزرگ سمجھتے ہوئے حاضر ہوا تھا مگر وہاں معاملہ میری حیثیت سے اونچا کیا گیا جس کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔ رات میں ایک وقت آنکھ کھلی۔ دیکھا کوئی صاحب لاٹھی لئے چارپائی کے قریب کھڑے ہیں۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ہیں۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھا پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے۔ فرمایا یہاں کے لوگ بے سلیقہ ہیں ایسا نہ ہو کہ آپکی چارپائی کے قریب کو کوئی جلے اور پیر کی آہٹ سے آنکھ کھل جائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت بس میرا آنا تو ختم ہوا۔ مگر آپ کو وہاں دیکھنا یاد نہیں پڑتا۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا۔ حضرت کو خیال ہو، ایک شخص کمری اور گھٹوا پہنے مہمانوں کے ہاتھ دھلاتا، دسترخوان بچھاتا، چارپائی بچھاتا آتا جاتا تھا۔ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے کچھ تامل کر کے فرمایا، یاد تو پڑتا ہے۔ اس حلیہ کا ایک جوان پنجابی تھا۔ حضرت رائے پوریؒ قدس سرہ نے فرمایا یہ خادم وہی ہے۔ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے فرمایا، سچ ہے۔ ہر کہ خدمت کردا و مخدوم شد۔ اس کے بعد یہ حضرت رخصت ہونے لگے رخصت کرتے وقت حضرت تھانویؒ قدس سرہ بھی کھڑے ہوئے لگے کھڑے ہوئے حضرت رائے پوریؒ نے بغل میں ہاتھ دیکر سہارا دیا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا آگے بھی خیال رکھنا، بھول نہ جانا۔ حضرت تھانویؒ قدس سرہ رخصت کرنے کے لئے اسٹیشن تک چلنا چاہتے تھے۔ حضرت رائے پوریؒ قدس سرہ نے عرض کیا حضرت اللہ کے لئے یہ تکلیف نہ کریں، ہم کو یہیں سے رخصت فرمادیں۔ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے فرمایا بہت اچھا ساتھ نہیں گئے کھڑ گئے۔ کھوڑی دیر بعد خواجہ صاحب تشریف لائے ان سے فرمایا چلو خواجہ صاحب ایک بزرگ سے ملاقات کرا کر لاؤں اور ان کو لیکر اسٹیشن پر تشریف لائے اور فرمایا آپ حضرات کی وجہ سے نہیں آیا بلکہ ان کی وجہ سے آیا ہوں۔

حضرت رائے پوری قدس سرہ کا زہر دینے والے طبیب کے ساتھ سلوک

حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی
تذکرۃ الخلیل میں اعلیٰ حضرت نور
الندمہ مرقدہ کے حالات میں تحریر
فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نادان

طیب نے غلطی سے آپ کو زہر دیدیا، فوراً آپ کو قے ہو گئی اور مرض ترقی کر گیا۔ ڈاکٹری
تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی۔ حضرت سے جس کو
ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہو گیا
مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستحق
تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف
لائے تو آپ ان کو سبے الگ اپنے پاس چار پانی پر بٹھائے اور کسی کی بھی دوا کا
استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت
میرے معاملہ کے معتقد اور میری صداقت اور مزاج شناسی کے معترف ہیں اور محض
خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ حکیم صاحب! تو میرے محسن ہیں غلطی
تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے مگر جو کچھ کیا وہ محبت و شفقت ہی کی نیت سے
کیا۔ ان کو کوئی تڑچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر ایک برچھی لگتی ہے۔
فاعل مختار بجز مولائے کریم کے کوئی نہیں، جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا، پھر
کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ و اوزار کو سرزنش کرے۔ (آپ بیتی ۶ صفحہ ۲۳)

شیخ الحدیث جعفر مولانا محمد زکریا صاحب
مہاجر مدنی قدس سرہ۔
شیخ الحدیث قطب الاقطاب حضرت
مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی
نور اللہ مرقدہ کا طرزِ عمل تو وہ قابل

صدر شک ہے جس کے دیکھنے والے ابھی ہزاروں موجود ہیں کہ مختلف الحیال علماء

اور جماعتوں سے وہ تعلقات تھے اور سب کا انا جانا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا مکان گویا مشترکہ پلیٹ فارم تھا جس پر مختلف سمتوں میں جانے والی گاڑیاں اُترتی تھیں اور اکابر دیوبند، رائے پور، تھانہ بھون، دہلی، لکھنؤ، میرٹھ، مراد آباد، کانگریسی ہوں یا لیگی، احرار ہوں یا مسلم مجلس مشاورت حضرت شیخ قدس سرہ گویا سب کے محبوب تھے اور حضرت شیخ قدس سرہ بھی سب کا پورا احترام فرماتے اور سب کے ساتھ محبت و عظمت کا تعلق رکھتے اور سب کو شیخ کے دوسرے حضرات کے ساتھ تعلق کا بھی پورا علم تھا، مگر اس کے باوجود شیخ قدس سرہ کو سب حضرات اپنا سمجھتے۔ اور خود شیخ قدس سرہ بھی سب سے ایسا ہی قلبی تعلق رکھتے جس کی تفصیل خود حضرت شیخ قدس سرہ کی زبانی آپ بیتی میں ملاحظہ فرماویں۔ اور اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ احترام و اکرام، تعظیم و تکریم کا تعلق برقرار رکھنے کے سلسلہ میں "الاعتدال فی مراتب الرجال" رسالہ تصنیف فرمایا جو دراصل اپنے ایک شاگرد کے سات سوالوں کا جواب ہے جس میں ہزار ہا احادیث اور بہت سی آیات کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے۔ جو اس موضوع پر منفرد کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم نے اپنے اس رسالہ میں اسلئے بھرپور استفادہ کیا ہے اور یہاں دو سوالوں کے جواب کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔

پہلا سوال ہے کہ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی قدس سرہا میں مخلص اور اہل تشدد ہونے کے باوجود اتنا شدید اختلاف کیوں ہے۔ کیا مخلصوں اور دینداروں

حضرت تھانوی و حضرت مدنی

قدس سرہما کا اختلاف

میں بھی ایسا اختلاف ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟

حضرت شیخ زید مجدہؒ تحریر فرماتے ہیں:۔ مخلصین کی جماعت میں اختلاف کا

ہونا کوئی مستبعد اور دشوار چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ شوال میں حدیث کے اسباق کی بسم اللہ ہوتی ہے اور رجب میں تمت ہوتی ہے۔ ان دس ماہ میں اسباق کا کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں کم از کم بیس مرتبہ یہ کہنا نہ پڑتا ہو کہ اس مسئلہ میں فلاں امام کا یہ مذہب ہے اور فلاں کا یہ ہے۔ صحابہؓ کے یہ مذاہب ہیں، تابعین میں یہ اختلاف ہے۔ اگر آپس کا اختلاف ہی اخلاص کے منافی ہوگا تو ہمیں تو بڑی مشکل پیش آجائے گی کہ ان سب حضرات رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ تعالیٰ کو مخلصین کی جماعت سے خدا نخواستہ نکالنا پڑ جائے گا۔ رہا شدید اختلاف ہونا تو میں تو کچھ شدید بھی نہیں سمجھتا۔ اتنا ہی تو ہے کہ ایک وقتی مسئلہ میں ایک حضرت کی رائے یہ ہے کہ لیگ میں شرکت مسلمانوں کے لئے مفید ہے کانگریس میں مضرب ہے۔ دوسرے حضرت کی رائے اس کے برعکس ہے۔ اب جو شخص خود اہل الرائے ہے حالات کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے، قواعد شرعیہ سے واقف ہے اس کو چاہیے کہ جس کو دیانہ حق پر سمجھتا ہے اس کو اختیار کرے جو خود اتنی سمجھ نہیں رکھتا اس کو چاہیے کہ ان دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہو دو چار دن قیام کرے۔ یا اگر حالات سے پہلے سے واقف ہے تو پھر اس کی بھی ضرورت نہیں، جو لئے حضرت سے زیادہ عقیدت ہو ان کا اتباع کرے باہم اقتدا یتم اھتد یتم اس میں لڑائی کی کیا بات ہے۔ اور جھگڑا کیا ہے۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ آجراں اکابر کا اختلاف آپ کی نظر میں شدید اختلاف کیوں ہے؟ کیا یہ اختلاف جنگِ جل سے بھی بڑھ گیا ہے جس میں دونوں طرف سے تلواریں چل رہی تھیں۔ تم ہی بتاؤ ان میں سے کون سے فریق کو مخلصوں کی جماعت سے نکال دو گے۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی آئے تو رضی اللہ عنہ کہنا ہے، خلیفہ برحق کہنا ہے، مرجع الاولیاء کہنا ہے۔ اور حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کا نام آئے تو رضی اللہ عنہا کہنا ہے، اُمّ المؤمنین کہنا ہے۔ اور حضور
سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیوی کہنا ہے۔ اور اختلاف کا حال
معلوم ہی ہے کہ جنگِ جمل کا نام قیامت تک اس اختلاف کی یاد کو باقی رکھنے والا ہے
سنو! چونکہ میں تم پر کافی حق سمجھتا ہوں اس لئے زوردار الفاظ میں کہتا ہوں کہ
ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی دل میں کدورت نہ لانا۔ اگر
خدا نخواستہ ایسا کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ ان حضرات کا کچھ نقصان
نہیں ہوگا۔ مجھے تو بعض لوگوں پر جب وہ ان دونوں اکابر میں سے کسی کی شان
میں گستاخانہ غیبت اور بے ادبی کرتے ہیں بہت ہی تعجب ہوتا ہے اور ان اکابر
پر رشک آتا ہے کہ یہ حضرات تو اپنے اپنے دینی علمی عملی کارناموں کے ساتھ جن کے
ثمرات وہ شب و روز لوٹتے ہیں دوسروں کی نیکیاں بھی سمیٹ رہے ہیں اور
یہ بے چارہ غصہ میں یوں کہہ رہا ہے کہ چونکہ مجھے تم پر غصہ بہت ہی آ رہا ہے اسلئے
میری عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیاں بھی تمہیں لیتے جاؤ۔ کس قدر اپنے اوپر یہ
شخص ظلم کرتا ہے کہ غصہ میں اپنی عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیاں ایسے لوگوں کو دے
رہا ہے جن سے وہ خفا ہے اور خود فقیر بن رہا ہے اور مجرم بن رہا ہے مجھے تعجب
ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی تو غیبت کی جاتی ہے اور ان کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور
فساق کفار کی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ حالانکہ حدیث میں وارد ہے اِذَا مَدِحَ
الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ وَاهْتَرَّتْ لَهُ الْعَرْشُ (مشکوٰۃ شریف) جب
فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ ناراض ہوتے ہیں اور عرش ہتھرانے
لگتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کی تعریف نہ کی جائے۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ہے
کہ کس شخص کی تعریف کس حد تک اور کن قواعد کے تحت میں جائز ہے اور کس حد
تک ناجائز ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ اللہ والوں کو بُرا نہ کہا جائے، کسی کی خلاف

شرع تفریق نہ کی جائے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کسی ایک جانب غلطی ہے تو کیا اس کا مقتضایہ ہے کہ ان کے سارے دینی کمالات سے آنکھیں پھوٹلی جائیں۔ شریعتِ مطہرہ نے ہم لوگوں کو ایک ایک جز کا اور ایک ایک چیز کی تعلیم دی ہے۔ ہم لوگ باوجود ادعائے مذہبیت کے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور دوسری قومیں ان زریں اصولوں پر عمل کر رہی ہیں اور بڑھ رہی ہیں۔ اور ہم لوگ اپنی مایہ لٹا رہے ہیں اور نقصان اٹھا رہے ہیں۔

ہمارا طرز ہمارا طرز یہ ہے کہ ایک بات اپنے ذہن میں صحیح سمجھ لی، کیسی ہی معمولی سی بات ہو، کتنی ہی جزوی چیز

ہو۔ پھر کسی کا مضمون کسی کی تقریر اس کے موافق دیکھ لی یا سُن لی تو اس کی تقریروں کے پُل باندھ دیے جاتے ہیں اس کو سراہا جاتا ہے، اس کی جاوے جا حمایت کی جاتی ہے۔ اس میں جو خلافِ شرع واقعی باتیں ہوں ان کو معمولی سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ جو بات حق ہے اس کو حق کہا جائے جو غلط ہے اس کو غلط کہا جائے یا کم از کم سکوت کیا جائے۔ لیکن ہمارا عمل یہ ہے کہ اُس شخص کی حمایت میں ان شرعی امور ہی کو سرے سے لغو بتا دیا جاتا ہے جن کی وہ خلاف ورزی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کے اہم ترین رُکن جس کو سیکڑوں احادیث میں کفر و اسلام کا امتیاز بتایا گیا ہے یعنی نماز اس کے متعلق بھی ایسے الفاظ ہماری زبان و قلم سے نکلتے ہیں جن کی نقل سے بھی کوفت ہے۔ محض اس وجہ سے کہ ہمارا ممدوح نماز نہیں پڑھتا نماز کے ساتھ استخفاف کا برتاؤ کیا جاتا ہے اس کا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل اگر کسی کی کوئی معمولی سی بات اپنی رائے کے خلاف سُن لی یا دیکھ لی تو اس کا ہر فعل عیبِ جو واقعی خوبیاں اس میں ہیں وہ بھی سراسر مذمت کے قابل سمجھی جاتی ہیں، حالانکہ

شرع اور عقل و فہم کے نزدیک ہر چیز کا ایک رتبہ ہے جس سے نہ گھٹانا چاہئے نہ بڑھانا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ وَكُنَا فِي الْجَمَاعِ بِرِوَايَةِ مُسْلِمٍ وَابِي دَاوُدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ وَرَأْفَتُهَا بِالْصَّحَّةِ۔ لوگوں کو ان کے مرتبہ میں رکھا کرو (یعنی نہ مرتبہ سے بڑھاؤ نہ گھٹاؤ) لیکن ہم لوگوں کا عام برتاؤ آج کل یہ ہے کہ ہر چیز میں افراط و تفریط ہے، اعتدال کا ذکر ہی نہیں۔

اہل حق میں اختلاف اور اس کی وجہ | علاوہ ازیں اگر میں مان بھی لوں کہ ان حضرات میں شدید اختلاف

ہے تو یہ بھی سمجھ لینے کی بات ہے کہ اہل حق میں شدید اختلاف کا ہو جانا نہ منقصت ہے نہ شریعت کے خلاف بلکہ جب کسی امر میں اہل حق کے نزدیک اختلاف ہوگا تو جس درجہ کا وہ امر اور وہ اختلاف ہوگا اُسی درجہ کی اس میں شدت بھی ہوگی۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک امر کو کوئی شخص فرض سمجھتا ہے دوسرا حرام کہتا ہے۔ یا ایک شخص واجب سمجھتا ہے دوسرا مکروہ تحریمی، تو اس میں آپس میں مخالفت منازعت تردید ضروری ہے۔ یہی چیز ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپس میں قتال تک پر مجبور کیا۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ جن کی تحقیق اس کے خلاف تھی وہ فرماتے ہیں کذب (جھوٹ بولا) گو علماء اس ارشاد کی صحابی کی شان میں ہونے کی وجہ سے توجیہ فرماتے ہیں۔ لیکن ظاہر الفاظ یہی ہیں۔ اس لئے اگر امر حق کی تحقیق میں کوئی لفظ سخت نکل جائے تو اس کی توجیہ ہم کو بھی تو کرنا چاہیے۔ حدیث کی کتابوں میں سیکڑوں نظیریں اس کی ملیں گی اور یہ حضرات اپنے اس زور شور میں اس لئے معذور ہیں کہ ان کے پیش نظر اَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ

أَنْ يَقُولَ لِحَقِّ إِذَا عَلِمَهُ كَذَا فِي جَمِيعِ الْفَوَائِدِ بِرَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ
أَبِي سَعِيدٍ مَوْفُوعًا جِيسَ ارشادات بکثرت موجود ہیں۔ ترجمہ :- خبردار!
کسی شخص کو امرِ حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ،
اس حدیث کو نقل فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا کہ بہت سے امور ہم نے دیکھے
اور ہیبت ہمارے لئے مانع ہو گئی۔

نیز مشہور حدیث ہے مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ۔ جو شخص کوئی
ناجائز چیز دیکھے اس کو ہاتھ سے بند کر دے، ہاتھ سے نہ کر سکے تو زبان سے بند کر دے
زبان سے بھی نہ کر سکے تو (کم از کم) دل سے تو اس پر نکیر کرے اور یہ ایمان کا سب سے
ادنیٰ درجہ ہے۔ اس قسم کی اور بہت سی نصوص ہیں جن میں سے بعض میں اپنے
رسالہ تبلیغ میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ ارشادات ان حضرات کو مجبور کرتے ہیں
کہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اور جس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اس کو اصرار سے
بیان فرمائیں اور شائع کریں اور اس کے خلاف پر نکیر کریں اور شدت سے
کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نکیر کرنے والا اس کا اہل ہو کہ نکیر کر سکے۔ ہر شخص
اس کا اہل نہیں ہوتا اس میں نہ تشویش کی کوئی وجہ ہے نہ کوفت کی۔

اہل حق کے اتفاق کی صورت | البتہ یہ میرا بھی دل چاہتا ہے اور تمنا و
دعا ہے کہ مسلمان خصوصاً اپنے اکابر

ایک نظریہ پر متفق ہو جائیں اگرچہ اس میں تنگی ضرور ہو جائے گی کہ اختلاف کی
وسعت جاتی رہے گی لیکن اور بہت سی مضر نواقص سے خلاصی بھی ہو جائے گی
مگر اس کی صورت نہ یہ ہے کہ ہر فریق دوسرے کے اکابر کو سب و شتم کرے،
نہ یہ ہے کہ ان کے غیر واقعی عیوب پھیلانے کہ اس میں نیکی برباد گناہ لازم بجائے

نفع کے صرف نقصان ہے جو لوگ اس میں مبتلا ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر بھی غور کریں لیسَ الْمُؤْمِنُ بَطْعَانٌ وَلَا لَعَّانٌ وَلَا فُحَّاشٌ وَلَا بَذِيٍّ۔ دوسری حدیث میں ہے سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔ ایک حدیث میں ہے يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بَلِيسَانُهُ وَلَمْ يُفِضِ الْإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تَوَدُّ ذَوَا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنْ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعْ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعْ اللَّهَ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جُوفِ جُوفٍ رَحْلِهِ۔

بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ سمجھدار اور پکے لوگ جو حالات سے بھی واقف ہوں اور اہل علم بھی ہوں کہ ہر بات کا شرعی درجہ سمجھ سکیں۔ متحلی مزاج بھی ہوں۔ جائیں طویل طویل گفتگو کریں۔ مفصل اور پکے صحیح حالات سنائیں اور ان کی سنیں ان شاء اللہ کسی وقت میں اختلاف رفع ہو جائے گا اور جو یہ نہ کر سکتے ہوں وہ ان کو معذور سمجھیں اور اپنی تفصیر پر میری طرح افسوس کریں لیکن گالیاں دینا یہ عام مومنوں کو بھی جائز نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

یہ مومن نہ تو طعن باز ہوتا ہے نہ لعنت باز نہ فحش گو ہوتا ہے نہ بدگو۔
یہ مومن کو گالی دینا منسوق ہے اور اس کو قتل کر ڈالنا کفر کی بات ہے۔
مٹا اے وہ لوگو جو زبان سے اسلام کے مدعی ہو اور تمہارے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا ہے
تم لوگ مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچا کر و اور ان کو عار نہ دلایا کرو اور ان کے عیوب
کے درپے نہ ہوا کرو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے رہتا ہے اللہ
تعالیٰ شانہ اس کے عیوب کے درپے ہو جاتے ہیں اور اللہ جل جلالہ جس کے عیب کے
درپے ہو جائیں اس کو پردہ کے اندر بھی مٹا دیتے ہیں۔

صحیح حدیث کو ابھی نقل کیا گیا ہے سَبَابُ الْمُسْلِمِ فَسُوقٌ مُّوْمِنٌ کو گالیاں دینا فسق ہے۔
اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، سعد، عبداللہ بن مغفل، عمرو بن
النعمان اور جابر رضی اللہ عنہم اجماع الصغیر کا تھے جلیل القدر اور اکابر صحابہ نے
نقل کیا ہے، چہ جائیکہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینا، بُرا بھلا کہنا کہ اس میں اپنا ہی کچھ
بگاڑنا ہے کسی کا کیا نقصان ہے۔

حضرت تھانویؒ و حضرت مدنیؒ قدس سرہما
دونوں میں سے حق پر کون ہے؟

سائل کا دوسرا سوال یہ تھا
کہ ان دونوں حضرات
(حضرت تھانوی و حضرت
مدنی قدس سرہما) میں کون حق پر ہے اور ان مسائل میں آپ کی کیا رائے ہے؟
اس کے جواب میں حضرت شیخ زید مجدہؒ تحریر فرماتے ہیں:-

میسے کر خیال میں تمہارا یہ سوال اس قدر مہمل ہے کہ جواب کے قابل بھی نہ تھا۔
اللہ کے بندے اتنا تو سوچا ہوتا کہ ان حضرات کا علم و فضل، زہد و تقویٰ، دیانت
و تبحر، اللہ کا خوف، اللہ سے تعلق، دینی اشتغال، دینی تَصَلُّب کو کسی چیز سی
ہے جس کے پاسنگ میں بھی میں اپنے کو رکھ دوں۔ ایسی صورت میں میرے مُنہ
یا میرے قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان اکابر میں محاکمہ کروں۔

سنو! دو آدمیوں کے درمیان محاکمہ جب ہی ہو سکتا ہے جب محاکمہ کرنے والا
ان میں محاکمہ کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہو اور پھر دونوں کی پوری سُننے اور سُننے
کے بعد ان کے کلام کا وزن دیکھے۔ ہر ایک کے اشکالات کا دوسرے سے جواب
مانگے اور پھر جواب الجواب اور اس ساری تحقیقات کے بعد پھر دیکھے کہ کس کی
بات وزنی ہے پھر کوئی رائے قائم کر سکتا ہے۔ اب تم خود اندازہ کر لو کہ اول
تو میری حیثیت ہرگز ایسی نہیں کہ ان حضرات سے مساویانہ گفتگو کر سکوں اور اگر

بفرض محال ان کے اخلاقِ کریمانہ کے پیشِ نظر ایسا ہو بھی جائے تو پھر کیا میری یہ بھی حیثیت ہے کہ میں اس میں توازن قائم کروں۔ میری حیثیت یہ ہے کہ میری پختہ رائے کے بعد بھی اگر یہ حضرات کسی بات کو فرما دیں کہ یہ غلط ہے تو مجھے اس کو قبول کرنا چاہیے، چہ جائے کہ اس پر نقد و تبصرہ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو پرچہ نہ لکھے نام محمد فاضل۔ دو اخبار پڑھ لئے یا ایک مہل مضمون کسی اخبار میں لکھ دیا اور ان لوگوں پر تنقید شروع کر دیئے ہیں جو علوم کے سمندر پہلے ہوئے ہیں ہمیشہ یاد رکھو کسی پر تنقید کرنے اور رد کرنے کے واسطے اس کی بات کی حقیقت اس کے دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی حماقت ہے کہ بغیر بات سمجھے ان اپ شتاب ہانکنا شروع کر دے۔ ہم لوگوں کی مثال اس بندر کی سی ہے کہ ایک ادراک کی گرہ کہیں سے اٹھالی اور اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت میں اِعْجَابُ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ بھی ارشاد فرمایا ہے (ہر ذی رائے کا اپنی رائے کو سب سے اچھا سمجھنا) جس کا آج کل ظہور علی الوجہ الائم ہو رہا ہے۔ ہر شخص یہی سمجھتا ہے، بچوں دیکرے نیست کہ جو میری سمجھ میں آگیا ہے وہی حق ہے چاہے کوئی بڑا کچھ کہے یا چھوٹا عالم کہے یا مدبّر۔

حضرت تھانوی قدس سرہ

غور تو کرو کہ حضرت اقدس حکیم الامتہ ادام اللہ ظلّال

برکاتہم اللہ میں فارغ التحصیل عالم فاضل ہوئے اس کے بعد سے آج ۱۳۵ھ تک درس و تدریس قال اللہ قال الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) استفادہ، افادہ باطنی میں انہماک۔ یہ نصف صدی سے زیادہ زمانہ فقہ اور اصول، قرآن و حدیث کے غور و خوض اور افہام و تفہیم میں گذر گیا جس مبارک سستی کا اتنا وسیع وقت

علوم کے تدبر میں گذرا ہونکات قرآنہ اور دقائق فقہیہ میں اتنی مدت گزری ہو اس کی نظر ایسی چیز ہے جس کو بے دھڑک ہر آدمی لغو اور غلط کہہ دے۔

حضرت مکی قدس سرہ | اسی طرح امیر الہند حضرت مدنی
۱۳۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے

اور آج تک کا سارا زمانہ درس و تدریس، استفادہ اور افادہ باطنی میں گذرا سالہا سال حضرت شیخ الہند رحمہ جیسے محقق و متبحر کے زیر سایہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں مہارت حاصل کی اور پھر علم کا اکثر حصہ سیاسی مناظر اور قید و بند، ہندو بیرون ہند کے تجربات میں گذرا، کیا یہ ہستیاں ایسی ہیں کہ ہر کہ و مہ ان کی دقیق نظروں کا مقابلہ کرنے لگے اور بے دھڑک ان پر رائے زنی شروع کر دے اور پھر بالخصوص مجھ جیسا کوتاہ نظر جو ابھی طفلِ مکتب ہوا اور کے آمدی کے پریشدی کا مصداق ہو۔ میں تو ان حضرات اکابر کے نام اشتہارات اور اخبارات میں کھلے خط دیکھتا ہوں جو حیرت ہو جاتا ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو گئی عالم میں کیسا انقلاب رونما ہو گیا ہے اکابر کا احترام بالکل جاتا رہا۔ پھر اگر اہل علم اپنے علم کی روشنی میں ان کے خلاف کوئی بات کہیں تب بھی ایک درجہ میں گنجائش ہو سکتی ہے۔ مگر وہ اہل قلم جن کا منہائے علم ایک اخبار کا مضمون لکھ دینا ہے یا ایک شمسۃ تقریر کر دینا ہے ایسے بے جا الفاظ سے رد کرتے ہیں جو اپنے سے چھوٹوں کے لئے بھی استعمال کرنا ناموزوں ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر میرے استعجاب کی انتہا نہیں رہتی۔

ایک نصیحت | میری ایک نصیحت بہت غور سے سُنو۔ ہمیشہ ایسی چیزوں پر لب کشائی کرو جس کے پورے مالہ و ماعلیہ پر عبور ہو۔

دو شخصوں کے درمیان محاکمہ جب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب ان دونوں کے

پورے دلائل پر عبور ہو۔ البتہ کسی شرعی منصوص کے خلاف کوئی چیز ہو تو اس میں کسی کی بھی رعایت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کوئی قول معتبر نہیں۔ بلکہ فقہاء و سلف کے منصوص اقوال کے خلاف بھی مقلد کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جہاں مسئلہ استنباط سے تعلق رکھتا ہو منصوص شرعیہ ہر ایک کے ساتھ ہوں وہاں جلدی سے دخل در معقولات کر کے فوراً محاکمہ کر دینا حماقت ہے۔ میں تم کو بڑے زور سے روکتا ہوں کہ اہل حق پر انکار کرنے میں کبھی بھی جلدی نہ کرنا۔ بہت غور و فکر اور تدبیر کے بعد لب کشائی کرنا۔ جہاں تک ممکن ہو اس سے گریز کرنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا فیصلہ | حضرت عمر بن عبدالعزیز

رضی اللہ عنہ، جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے انھوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی لڑائی میں کس قدر بہترین فیصلہ کیا۔ تِلْكَ دِمَاءُ طَهَّرَ اللَّهُ أَيْدِيَنَا مِنْهَا فَلَا نُنَوِّثُ أَلْسِنَاتِنَا بِهَا۔ ان خونوں سے اللہ جل شانہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو پھر ہم اپنی زبان کو کیوں ان سے آلودہ کریں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اعلیٰ وارفع ہے دوسروں کو ان پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے تو میں کہوں گا کہ وہاں لب کشائی سے بچنے والے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ (الاعتدال)

حضرت شیخ الحدیث نوثر اللہ مرقدہ کا اپنے اکابر، معصرا تلامذہ کے ساتھ طرز عمل اور اختلاف رائے کے باوجود الفت و محبت، تعظیم و تکریم دیکھنی ہو تو آپ بیتی ملاحظہ فرمائیں اور اصولی بحث الاعتدال میں دیکھیں یہاں بھی نمونہ کے طور پر بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مظاہر علوم کے ایک مدرس اور حضرت شیخ قدس سرہ

مدرسہ مظاہر علوم میں ایک صاحب مدرس تھے
اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے سنت
اختلاف رکھتے۔ آنے والے مہمانوں کے
سامنے بُرائی کرتے۔ رمضان میں مہمانوں

کا بڑا ہجوم ہوتا کہ دنیا بھر کے کونے کونے سے طالبین رمضان گزارنے حضرت
شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے
اس دور میں اتنا رجوع دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا مگر وہ صاحب کہا کرتے
عُرس ہو رہا ہے۔ کہیں مُردہ پیروں کا عرس ہو تلے یہاں زندہ پیر کا
عرس ہو رہا ہے۔ اور بھی طرح طرح کے کلمات مہمانوں کے سامنے کہتے
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو بھی اس کا علم ہوتا مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کبھی
کوئی جملہ ارشاد نہ فرماتے بلکہ جب حجاز سے تشریف لاتے پہلے ان کے مکان پر جا کر ان سے
ملاقات فرماتے اور معانقہ فرماتے جب تشریف لے جاتے تب بھی ان کے مکان پر جا کر
ملاقات و معانقہ فرما کر تشریف لے جاتے۔

حافظ عبدالعزیز صاحب مدظلہ کا
حضرت شیخ قدس سرہ کو ڈانٹنا
دیوبند میں حضرت مولانا سید
اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم
کی ہمشیرہ کی شادی میں شرکت
فرمانی۔ حافظ عبدالعزیز صاحب

زید مجدہم خلیفہ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد
حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے چھوڑے لٹائے اور مٹھی بھر بھر
کر یہ کہہ کر لوگوں کی طرف پھینکے کہ اپنی آنکھ اور چشموں کو بچاؤ۔ اس پر حافظ
صاحب موصوف بہت خفا ہوئے اور تمام مجمع کے سامنے حضرت شیخ نور اللہ

مرقدہ کو بہت ڈانٹا کہ علماء کے یہاں بھی ایسا ہوگا تو عوام کا کیا حال ہوگا۔ حضرت شیخ قدس سرہ خاموشی کے ساتھ سب سنتے رہے۔ جب حافظ صاحب خوب ڈانٹ چکے تو فرمایا۔ میں نے اپنے اکابر کے یہاں دونوں طریق دیکھے ہیں۔ لٹانا بھی اور تقسیم کرنا بھی۔ مجھے کسی ایک طریق پر اصرار نہیں، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ خفا ہوں گے تو میں لٹانے کو اختیار نہ کرتا۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ آپ نے اتنا موقع ہی کہاں دیا کہ میں منع کرتا۔ نکاح ہوتے ہی آپ نے پھینکنے شروع کر دیے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ بعد میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے حضرت مفتی صاحب زید مجدہم سے دریافت فرمایا کہ کیا اس طرح چھوڑے لٹانا ثابت ہے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے جواب دیا جی ہاں ثابت ہے بیہقی میں روایت موجود ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنا ایک معمول تحریر فرماتے ہیں میرا عمو ماچھ مہینے آٹھ مہینے میں ایک شب کے لئے کاندھلہ جانا ہوا کرتا تھا۔ کاندھلہ کے رؤسا میں جملہ قصبائی شرفار کی طرح ہمیشہ پارٹی بازی زوروں پر رہتی، بالخصوص الیکشن کی مصیبت سے ہر موقع پر جا کر سن لیا کرتے تھے کہ آج کل فلاں فلاں میں چل رہی ہے، ہم بھی تفریحا آپس کی لڑائیاں سن آیا کرتے۔ مگر میرا اور چچا جان نور اللہ مرقدہ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنی ایک شبانہ حاضری میں جملہ اعزہ کے گھروں پر جا کر ان سے ایک ایک دو دو منٹ کے لئے ضرور ملتے تھے۔ اکثر اعزہ اس پر خفا بھی ہوتے تھے۔ زبان سے تو وہ یہ کہتے کہ ذرا سا وقت ہوتا ہے وہ بھی سب پھرنے میں خرچ ہو جاتا ہے اور اندر خانہ ان کو غصہ اس پر ہوتا کہ جب ہماری لڑائی ہے تو

پھر یہ کیوں ملتے ہیں مگر میرے اور چچا جان کے طرز معاشرت کو دیکھ کر اس عتاب کو علی الاعلان کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ تقریباً اٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا اور اپنی عادت کے موافق سب گھروں کو چکر لگایا۔ میرے محترم عزیز برادر معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی اس وقت کاندھلہ میں تھے میرے ساتھ وہ بھی بادلِ ناخواستہ میری خاطر میں مٹر گشت میں چل دیے۔ جب میں اپنے ان عزیز کے پاس گیا جن کے اُموں کا قصہ اوپر آیا۔ میں نے جا کر سلام کیا انھوں نے منہ پھیر لیا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ مرحوم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ بھائی محمود کا اس وقت غصہ کے مارے چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں نے ایک مونڈھا کھینچا اور ان عزیز کے قریب دو منٹ بیٹھ کر چلا آیا۔ انھوں نے میری طرف منہ نہیں کیا جب وہاں سے واپس آ رہا تھا راستہ میں بھائی محمود نے کہا بے غیرت بے حیا پھر بھی ان کے یہاں آوے گا۔ میں نے کہا ضرور آؤں گا۔ یہ ان کا فعل تھا جو انھوں نے کیا وہ میرا فعل ہو گا جو میں کروں گا۔ ہمیں حدیثِ پاک میں صل من قطعک کا حکم دیا گیا ہے۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

ان مرحوم کے ساتھ قصے تو کئی پیش آئے مگر مالک کا ایک عجیب احسان یہ بھی رہا کہ جس جس سے ابتدا مل لڑائی رہی اُسی اُنسی سے انتہاء وہ تعلقات بڑھے کہ باید و شاید یہ مرحوم عمر میں مجھ سے بڑے تھے اخیر میں انکارِ اصرار رہا کہ تجھ سے ہی بیعت ہوں گا اور تیرے ہی پاس پڑ کر مروں گا۔ اتنا بڑھا کہ حد و حساب نہیں۔ بار بار خطوط لکھتے، آدمی بھیجتے، میں نے کئی دفعہ ان کو لکھا کہ میرے دو بزرگ حضرت مدنی حضرت رائے پوری حیات ہیں۔ سیاسی حیثیت سے حضرت مدنی سے آپ کے خصوصی تعلقات بھی ہیں۔

ان دونوں میں سے جو نے کو آپ پسند کریں میں بیعت کے لئے خود لے کر چلوں۔ بیعت کراؤں۔ مگر موصوف نے ایک مان کر نہ دی اور اسی پر اصرار کرتے رہے کہ بیعت تو تجھ سے ہی ہونا ہے۔ اس سیاہ کار کے ساتھ جس جس کا تعلق ابتداءً نفرت کا ہوا انتہاءً عشق و محبت پر جا کر ختم ہوا۔
(آپ بیتی ۲۳۳ ص ۲۳۳)

اپنے اقوال و افعال کی نگرانی

حضرت شیخ الحدیث نور الدین قادری
تحریر فرماتے ہیں:-
اس نابکار کا بھی اپنی ابتدائی مدرسہ ۱۳۳۵ھ سے اولاً مولانا عبدالرحمن صاحب سابق صدر مدرس مظاہر علوم اور ان کے بعد میرے محترم دوست قاری سعید مرحوم کے ساتھ یہ معمول اور میری تاکید رہی کہ اس سیاہ کار کے اقوال و افعال کی نگرانی تمہارے ذمہ ہے۔ ان دونوں دوستوں کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے کہ یہ ہمیشہ میری بہت ہی نگرانی فرماتے رہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اس نابکار پر غصہ اور جوش کا دور دورہ تھا اور یہی دونوں حضرات بلکہ بعض دیگر اکابر بھی مجھے اس پر اُبھارتے رہتے تھے کہ ان خواص پر چاہے رؤسار ہوں چاہے اکابر مدرسہ میرے حضرت قدس برہہ حضرت ناظم صاحب کے اعزہ اقارب ہوں ان پر نیکر قہری کر سکتا ہے، ہم لوگوں کے بس کا نہیں۔ یہ کم طرف ان فقروں سے اور بھی پھول جاتا اور بہت سختی ان خواص کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ اگرچہ میرا معمول ہمیشہ یہ بھی رہا کہ جس پر سختی کرتا کسی دوسرے وقت اس کی تلافی بھی کر دیتا حتیٰ کہ اس وقت میں بعض طلبہ کے یہ فقرے بھی میرے کان میں پڑتے رہتے تھے کہ شیخ نے بہت دنوں سے کچھ مرمت نہیں کی۔ یہاں چائے پینے کے واسطے پیسے نہیں ہے

اس کے باوجود جن طلبہ کے متعلق یہ دونوں حضرات اپنے اپنے وقت میں یہ کہہ دیتے کہ فلاں کو سزا جرم سے زیادہ ملی میں اس کی تلافی کا بہت اہتمام کیا کرتا تھا اور بے تکلف معافی مانگ لیتا تھا۔ ان دونوں حضرات کے بعد بھی موجودہ احباب سے بھی درخواست کرتا رہتا ہوں۔ مگر یہ حضرات ان دونوں جیسی نگرانی اس سبب کار کی نہیں کرتے۔

تصانیف کے بارے میں معمول | اپنی تصنیفات کے سلسلہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

اپنا معمول تحریر فرماتے ہیں:-

اس ناکارہ کا معمول اپنی جملہ تصانیف عربی اور اردو میں بھی ہمیشہ ہی رہا کہ ان دونوں اکابر کی زندگی میں تو بڑے اہتمام سے دونوں کو ہر چیز دکھلاتا تھا اور دونوں حضرات بڑی فراخ دلی سے میرے مسودوں کے صفحے کے صفحے قلمزد کر دیتے تھے۔ میں قرآن و حدیث سے دلائل بھی پیش کرتا ہوں مگر ان کا آخری جواب یہ ہوتا تھا کہ مضمون تو صحیح ہے مگر عوام کے قابل نہیں۔ فقہار کے قول *هَذَا مِمَّا يَعْلَمُ وَلَا يُفْقَهُ* کی آڑے کر قلمزد کر دیتے تھے۔ اب تو وہ جوش و خروش رہے اور نہ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ رہا۔ پھر بھی جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے وہ موجودہ احباب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ اور ہمیشہ بہت اہتمام سے رمضان میں اور حرمین شریفین میں اس کی دُعا کرتا رہتا ہوں جس کی سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علمی تعلیم فرمائی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ابوداؤد شریف میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی پر ناراض ہوتے تو ناراضگی میں کچھ الفاظ فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میری اُمت میں سے جس شخص کو میں نے غصہ میں گالی دی ہو یا لعنت کی ہو، میں بھی بشر ہوں۔ جب لوگوں کو غصہ آتا ہے مجھ بھی کسی وقت غصہ آجاتا ہے۔ یا اللہ تو میری سخت کلامی کو ان لوگوں کے لئے رحمت بنا دیجئے۔ ابوداؤد میں اس حدیث کے ساتھ ایک قصہ بھی لکھا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر غصہ میں کوئی لفظ یا کچھ زیادتی کسی پر ہو جائے اور اس کو معاف کرانے کی کوشش کی جائے اور ثانیاً اُس کے لئے دُعا اتنی کثرت سے کی جائے کہ قیامت کے دن جب اس کو اس زیادتی کے اجر و ثواب اور دُعاؤں کا حال معلوم ہو تو وہ بجائے مطالبہ کرنے کے خود یہ تمنا کرنے لگے کہ اس سے زیادہ بڑی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ (آپ بقیہ ص ۲۹۹)

تینوں حضرات انتہا درجہ شفت و محبہ تعلق دیکھنا ہو تو آپ میں تفصیل موجود ہے یہاں

حضرت مدنی اور حضرت اپتوری اور
حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہم

تو حضرت مدنی رحمہ کے ایک مکتوب کا ایک حصہ نقل کرنا ہے۔ مولانا بایزید صاحب افریقی مجاز حضرت مدنی نے حضرت مدنی رحمہ کو ہدیہ بھیجا۔ اس کے جواب میں حضرت مدنی رحمہ نے تحریر فرمایا۔

آپ کا ان نقود کو اپنی طرف سے اور اپنی بڑی ہمشیرہ عائشہ بی بی کی طرف سے پیش کرنا سراسر عقل اور انصاف کے خلاف ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری تنخواہ مبلغ للعمان ۳۸ روپیہ ماہوار ہے۔ اتنی بڑی تنخواہ کسی دینی مدرس کی ہندوستان بھر میں کہیں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ میں دینیات

بالخصوص علم حدیث اتنی بڑی تنخواہ لے کر پڑھا رہا ہوں۔ تنخواہ لے کر مولانا احمد علی صاحب مرحوم محدث سہارنپوری مولانا گنگوہی مرحوم، شاہ عبدالغنی صاحب، شاہ محمد اسحاق صاحب مرحوم، شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم، شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم اور دیگر اسلاف کرام قدس اللہ اسرارہم نے نہیں پڑھایا۔ اس زمانہ میں بھی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارن پوری دینی خدمات کرتے ہیں اور کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ میں اتنا بڑا دنیا دار پیٹ کا کتا ہوں کہ دینی خدمات دنیا کے بدلہ میں کرتا ہوں۔ اصل مذہب حنفیہ میں معاوضہ علی الطاعات پرجا بارہ درست نہیں۔ متاخرین نے اس کی اجازت ضروریات کی بنا پر دی ہے۔ اور اسی بنا پر میں نے آپ کو لکھا تھا کہ حضرت رائے پوری یا شیخ الحدیث سے تعلق قائم کرنا نہایت صحیح اور مناسب ہے۔ پھر ایسے دنیا دار کے لئے ہدیہ بھیجنا غلط نہیں تو کیا ہے؟ آپ کے متعلقین ہیں ان کی ضروریات میں آمدنی خرچ کرنا آپ پر فرض اور واجب ہے۔ اس لئے سوچنا اور سمجھنا اور عمل کرنا چاہئے مگر آپ میرے پاس اپنی آمدنی کا اتنا بڑا حصہ ارسال فرماتے ہیں یہ غلط نہیں تو کیا ہے۔ ہمالیوں کی جو کچھ بھی میں معمولی خدمات انجام دیتا ہوں وہ میرا ایک فرض ہے جس میں میرا کسی پر احسان نہیں۔ ان لوگوں کا احسان ہے جو کہ میری سوکھی روٹی قبول فرماتے اور اپنا رزق میرے دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ بہر حال آئندہ آپ کو یہ غلطی نہ کرنی چاہیے، احتیاط رکھئے اور پھر دوسروں سے دلوانا اور بھی بڑی غلطی ہوگی۔

دوسرے والا نامہ میں آپ نے حضرت رائے پوری سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے آپ نے اس کو خفگی پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے

میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے :
 کسی قسم کی رقابت رکھتا ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھتا ہوں
 مجھ کو یقین ہے کہ اور واقعہ ہے کہ وہ مجھ سے بہت ہی زیادہ بڑے محض متقی
 اور بے ہیز گار اللہ والے ہیں۔ دُنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت ذکر، فکر،
 مراقبات وغیرہ میں مشغول ہیں اور اسلاف کرام کے قدم بقدم ہیں۔ تسلیک
 اور معرفت و طریقت کی رہنمائی کے یہ دونوں حضرات مستحق اور قابل ہیں۔
 میری طرف لوگوں کا رجوع کرنا محض حُسن ظن ہے جس کی واقعیت کوئی نہیں۔
 ہاں اُنہ کو اللہ تعالیٰ ان احباب کے حُسن ظن اور اسلاف کے جوتیوں کے
 طفیل مجھ کو اپنے فضل و کرم سے نواز دے تو اس کا کرم جیسا کہ امیدوار ہوں
 لَظَنُ النَّاسِ بِخَيْرِ اِدْرَاقِي لَشَرِّ النَّاسِ اِنْ لَمْ يُعْفُ عَنِّي

آپ لوگوں کا ایسے ناکارہ کہ رہنا بنانا سمجھ غلطی تھی اور ہے آپ کو چاہیے
 کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی کو اپنا رہنا بنانے اور اب بھی ان سے ہی
 بتعلق رکھنا مناسب اور مفید ہے۔ میں غلط نہیں لکھ رہا ہوں اور چاہتا
 ہوں کہ آپ غلط کاری کو ترک کریں۔ اگر آپ انہیں سے بیعت ہوئے
 اور ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف ہمیشہ رکھتے تو قوی امید تھی کہ بہت
 زیادہ مستفید ہوتے۔ میں ہرگز یہ گفتگو غصہ میں نہیں لکھ رہا ہوں۔ فقط
 ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”آپ کو معلوم ہے کہ میں علم حدیث کی تعلیم میں تقریباً پانچ سو روپیہ ہوا
 کھاتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر دُنیا داری اور طماعی کیا ہو سکتی ہے۔ مستحق خدمت
 وہ اکابر ہیں جو کہ خدمت دین شب و روز کرتے ہیں اور کوئی تنخواہ اور
 معاوضہ نہیں لیتے۔ حضرت مولانا راہ پوری، حضرت شیخ الحدیث سہارن پوری

مداثر ظہار اور ان کے اتباع و امتثال،

مولانا موصوف راپتور حضرت راپتوری کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد ان کو خیال ہوا کہ حضرت مدنی رحمہ کو راپتور کے قیام سے تکذّر ہوا ہوگا۔ معذرت میں خط لکھا اس کے جواب میں حضرت مدنی رحمہ نے تحریر فرمایا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ ”حضرت کے دربار میں ایک گناہ کیا تھا کہ حضرت کو چھوڑ کر رے پر گیا تھا اگرچہ وہاں بھی دل حضرت ہی میں تھا کہ اس کے کفارے میں ان کو نہ خط لکھتا ہوں نہ کوئی تمنا کرتا ہوں امید کہ گناہ معاف فرمائیں گے نہایت افسوسناک ہے۔ حضرت راپتوری نہایت بزرگ اور ہمارے مقتدا ہیں، تارک الدنیا عارف باللہ ذاکر شافع ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار کمالات دیئے ہیں۔ میں تو ان کے سامنے بالکل بیچ ہوں۔ میں دنیا کا بندہ دن و رات غفلتوں میں غمر ضائع کرنے والا، ان سے رقابت رکھوں کس قدر حماقت اور غلط کاری ہے۔ خود مجھ کو چاہیے کہ ان کی خدمت میں رہ کر اپنی اصلاح کروں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ حضرات مولانا سے تعلق رکھ کر اپنی اصلاح کے کوشاں ہوں۔ مجھ کو ہرگز نہ ایسا خیال ہوا اور نہ ہونا چاہیے۔ آپ نے غلط رائے قائم فرمائی۔ وہ تو عظیم الشان ہستی اور میکہ مقتدا ہیں ہی اگر آپ کسی ایسے بزرگ سے جن سے میرا کوئی تعارف اور تعلق نہیں ہے ان سے بھی اگر آپ اپنی اصلاحی جدوجہد کریں اور استفادہ کے لئے حاضر ہو کر بیعت کریں تو میں شکر گزار اور خوش ہوں گا۔ آپ کو مولانا سے خط و کتابت جاری اور ان کی توجہات اور ادعیہ صالحہ سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔ والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، وارد حال قصبہ نڈہ محلہ الہاد پور ضلع فیض آباد۔ ۱۰/۱۰/۱۳۸۵ رمضان المبارک

حضرت مدنی اور مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہما

حضرت اقدس
مفتی صاحب

زید مجاہد نے سنایا کہ ایک جگہ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ کا بیان تجویز تھا اسی بستی کے دوسرے فریق نے اسی تاریخ میں دوسرا اجتماع طے کیا اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کا بیان تجویز کیا۔ دونوں اکابر نے منظوری دیدی۔ اور دوسرے فریق کے جلسہ یا اجتماع کا دونوں میں سے کسی کو علم نہیں۔ عین وقت پر دونوں اکابر تشریف لے گئے۔

مولانا محمد الیاس صاحب تشریف لے گئے۔ پہونچکر علم ہوا کہ اسی بستی میں حضرت مدنی قدس سرہ کا بیان دوسری جگہ ہے۔ اجتماع میں تشریف لے گئے اور حاکم فرمایا کہ چونکہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا بیان فلاں جگہ تجویز ہے۔ اس لئے اجتماع برخاست۔ سب حضرات حضرت مدنی کے بیان میں شریک ہوں اور مجمع کے ساتھ خود بھی شرکت کے لئے چل دیے۔

ادھر حضرت مدنی قدس سرہ کو وہاں پہونچکر اجتماع کا علم ہوا۔ حضرت مدنی قدس سرہ بھی جلسہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چونکہ آج اس بستی میں ہی دوسری جگہ اجتماع ہو رہا ہے جس میں مولانا محمد الیاس صاحب کا بیان ہے۔ اس لئے جلسہ برخاست۔ سب اجتماع میں شرکت فرماویں۔ اور خود بھی ایک مجمع کے ساتھ اجتماع میں شرکت کے لئے چل دیے۔ یہ حضرات وہاں پہونچے دیکھا اجتماع ملتوی ہو چکا۔

ادھر وہ حضرات وہاں پہونچے دیکھا جلسہ ملتوی ہو چکا۔ نہ اجتماع ہی ہو سکا نہ اجلاس۔ اجتماع بھی ملتوی، اجلاس بھی ملتوی۔ یُوْشُ وَّنْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ کا مصداق۔

حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب کا قلبی لب و لہجہ

یہ کتاب نہایت ہی چیزوں میں مذاہن کا مزاج کا اختلاف بھی کتاب حکیم الاسلام قدس سرہ کی ایک لکھائی ہے اور شیخ الاسلام قدس سرہ کا ٹیگریٹوں کے حامی۔ اس کے علاوہ مغربی کے نظام سے متعلق بھی بہت ہی چیزوں میں اختلاف رائے تھا مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کا احترام، تعظیم، تکریم، کمالات کا اعتراف بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ مکتوبات شیخ الاسلام کے مقدمہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ حضرت مدنی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:-

”ان ہی گئے چنے نفوس قدسیہ میں سے حضرت اقدس مولانا حافظ الحاج السید حسین احمد مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی ذات ستودہ صفات بھی ہے اور چلپے مخصوص فضائل و کمالات کے لحاظ سے بلاشبہ ایک فرد منفرد ہستی ہے۔ آپ نہ صرف عالم دین ہی ہیں بلکہ عارف باللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں، آپ کا علم عارفانہ، عمل مجاہدانہ اور اخلاق درویشانہ ہے۔ متضاد احوال و مقامات کو ایک دامن میں لئے ہوئے رہیں۔ ایک ہی وقت میں آپ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکز علم و دین کی مسند تدریس کے صدر نشین بھی ہیں، جن کے ارد گرد سیکڑوں طلبہ زانوائے ادب تہہ کے نظر آتے ہیں اُسی آن آپ جمعیتہ العلماء اور سیاسی اسٹیج کے مسند نشین بھی ہیں جن کے دائیں بائیں ہزاروں مجاہد صفت انسانوں کا جھگھٹ لگا ہوا ہے اور پھر اسی وقت میں آپ اپنے ریاضت کدہ میں خانقاہ نشین بھی ہیں جن کے چہار طرف سیکڑوں ذاکر و مشاغل اور راہ باطن کے جو یا افراد کا ہجوم ہے اور آپ کی جامع ذات ہے کہ ایک طرف آپ اپنے عالمانہ قارئین کی طرف دیکھتے ہیں اور دوسری طرف مجاہدانہ

حقیقی و اقلیم کشیدی تھے اور پھر یہی جانب ہایدان ایک ہی وقت میں فرانس
 ہر دین کے خلاف لڑنے کی پہلی سی بجھار رہے ہیں اور ہر میدان میں آپ کی ہمت مردانہ
 اس طرح پکھلائی گئی ہے کہ ہر کام پر ہی جیت کر کسی ایک ہی میدان کی ملک خوار و تار
 میدان سے بے یقینت نہیں ہونے دیتی ہے۔

غرض میں شریعت، طریقت اور سیاست جیسے متضاد رخ و مقامات کی سیر
 اور ان میں بیک وقت انتھک عروج آپ کی ہمت مردانہ کا ایک عملی شاہکار
ارشاد حضرت تھانویؒ | عریوں ہم کس نے کئے ساعز و سنداں دونوں
 آپ کی اس مجاہدانہ روش اور دین کے عملی

شعبوں میں انتھک دوڑ کے بارے میں میں نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا
 تھانوی قدس سرہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”میں اپنی جماعت میں مولانا
 مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حسن تدبیر کا اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوش
 عمل کا معتقد ہوں۔“

ایضاً | ایک موقع پر حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کی مجلس خیر و برکت میں
 تحریکات وقت کا ذکر چھڑا۔ ایک صاحب نے حضرت مدنی کے
 کسی مجاہدانہ عمل کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کا اس پر عمل نہیں

فرمایا ”بھائی میں ان جیسی (مولانا مدنی جیسی) ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں؟“
ایضاً | مجھ سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ مولانا حسین احمد صاحب کو ان
 کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدین جانتا ہوں البتہ مجھے ان سے
 حجت کے ساتھ اختلاف ہے۔ اگر وہ حجت رفع ہو جائے تو میں ان کے ماتحت ایک
 ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

جوشِ عمل اور ہمتِ مردانہ

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کے ہر بنیادی شعبہ میں آپ کو عمل، جوشِ عمل اور

ہمتِ مردانہ کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ اور اس پیرانہ سالی میں یہ عمل یہ جوش و خروش اور امنگ کے ساتھ یہ انتھک دوڑ دھوپ واقعہ یہ ہے کہ جوانوں کی جوانیوں کو شرمائے ہوئے ہے۔ آپ کے یہاں راحت و آرام کا لفظ گویا لغت میں آیا ہی نہیں اور آیا ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہیں یا کم از کم ان کی زندگی کی نسبت سے یہ لفظ مہل اور بے معنی ہے۔

اس دورِ عجز و کسل میں جو آج مسلمانوں پر چھایا ہوا ہے آپ کی اس ہمت و جوشِ عمل کو سوائے کرامت کے اور کس لفظ سے تعبیر کیا جائے؟ اور اگر اس کا نام استقامت ہے تو وہ بلاشبہ فوق الکرامت ہے جو اس دورِ قحط الرجال میں ایک غنیمتِ بار آور ہے۔

اٹھارہ برسِ حرمِ نبوی میں

حضرت ممدوح کی مدح سرائی میں میری تحریر کا موضوع نہیں ہے۔

اور میں ان کے فضائل و مدائح کا احاطہ کر بھی کیا سکتا ہوں۔ تذکرہ آگیا ہے تو قلم اس سے نہیں رکتا کہ ان کی ہزار ہا مدائح و فضائل میں سے یہ کوئی کم منقبت اور ٹھوڑی فضیلت نہیں ہے کہ دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ہی جب کہ آپ "شاب نشاء بعباۃ اللہ" کے مقام پر پہنچ چکے تھے آپ نے ۱۸ برس تو حرمِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر اور خود صاحبِ کتاب و سنت کے پاس اور ان کے زیرِ نظر رہ کر درسِ کتاب و سنت دیا جس سے مشرق و مغرب کے ہزار ہا عوام و خواص اور علماء و فضلاء مستفید ہوئے اور حجاز و شام، مصر و عراق، ترک و قاتار وغیرہ تک آپ کے کمالات کا شہرہ پہنچ گیا۔

تحریک جنگ آزادی میں قربانیاں | آپ کی تحریک جنگ آزادی کے سلسلہ میں مساعی کا

تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:-

”ہندوستان کی تحریک جنگ آزادی میں آپ کے علم اور جوش و شعل نے اپنی علم کے سیاسی حلقوں کی لاج رکھ لی۔ استخلاص ملک و ملت کے لئے آپ نے جو قربانیاں دی ہیں وہ جریدہ عالم سے کبھی محو نہیں ہو سکتیں۔ عموماً سیاسی میدانوں کے مشناور اسٹیج پر پہونچکر غیر محتاط اور ذہنی طور پر آزادو بے باک ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت ممدوح کا یہ کمال استقامت تھا کہ سیاسی اسٹیج پر بھی آپ کا نقشہ مذہبی اس حد تک قائم رہا جس حد تک ایک مدرس کا اپنے حلقہ درس میں قائم رہ سکتا ہے، گویا آپ کا اسٹیج درس کتاب و سنت ہی کا محل و مقام ہوتا تھا جس سے وہی آثار خیر و برکت ہویدا ہوتے تھے جو کتاب و سنت کے خصوصی آثار ہو سکتے ہیں۔“

ساتھ ہی اس عامۃ الورد مقام پر جو حقیقتاً مذلت اقدام ہے آپ کی اخلاقی قوتیں اس حد تک بیدار و ہموار ہیں کہ یہ سیاسی اقدامات بجائے خود ایک اخلاقی درس کی شان سے نمایاں ہوتے ہیں۔ ہر خدمت بے لوث، ہر عمل بے لاگ، اور ہر اقدام خلوص و ایثار سے پُر، نہ کسی عہدہ کا سوال، نہ جاہ کی طلب، نہ مال کی طرف ادنیٰ التفات، نہ اقتدار کی ذرہ برابر خواہش، ہندوستان کے آزاد کرانے اور انگریزوں کے نکالنے میں سر اور دھڑ کی بازی لگادی۔ لیکن کیا کسی وقتی صلہ کے لئے، کسی عہدہ کے لئے، یا قومی اسٹیج پر عہدہ داروں کی کسی سرگروہی کے لئے، معاذ اللہ۔ بلکہ ہر خدمت میں مخلصانہ جذبات، بے غرضانہ داعی بے لوث ارادے، سادگی، ضمیر اور محض اپنے بزرگوں کے

نصب العین کی تکمیل اور اپنے سلف کے نقش قدم کے اقتضار و اقتدار کے ساتھ اسے باقی رکھنے کے لئے اور بس۔

آپ اس وقت بھی جوشِ عمل کے ساتھ قائدِ میدان تھے، جب کہ لغزہ ہائے تہنیت کے ساتھ پھولوں کے ہار پیش کئے جارہے تھے اور اس وقت بھی اسی اندازِ فنائیت کے ساتھ مصروفِ عمل رہے جبکہ افراد و جماعت نے مخالف بن کر بے حرمتی اور بدگوئی کی ٹھان لی تھی۔ کیونکہ یہ خدمت نہ خواہشِ صلہ پر مبنی تھی نہ لغزہ ہائے تحسین و آفریں پر بلکہ صرف ان اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر۔

حضرتِ نبی کے بعض اوصاف | حضرت مدنی قدس سرہ کے اخلاص و صداقت اور بلندی مقام جیسے صفات

کا اعتراف کس واپس نہ انداز میں فرماتے ہیں:

”آپ کی رایوں اور افکار سے افراد و جماعت کو نیک نیتی کے ساتھ اختلافات بھی رہے اور آئندہ بھی رہ سکتے ہیں، لیکن اس وقت موافق و مخالف کی دورائیں کبھی نہیں ہوتیں کہ آپ اپنی رایوں میں مخلص، جذبات میں صادق، نیات میں بلند مقام، عمل میں صاحبِ عزم اور اخلاق میں صاحبِ حال ہیں، اختلاف رائے سے نیچے اتر کر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے مجاہدانہ مزاج سے جس میں سیاسی رنگ اور انتہا پسندانہ جذبات و عزائم بطور جوہر مزاج کھپے ہوئے ہیں، کسی اعتدال پسند اہل معاملہ کے دل میں کچھ خلش بھی ہو اور بعض اہل معاملہ کے نفوس کچھ گھائل بھی ہوں (چنانچہ ان مکاتیب کے بعض عنوانات اس کی غمازی بھی کر رہے ہیں) لیکن میں اس قسم کی معاملاتی خلش اور گھاؤ کو اپنی جگہ صحیح اور بر محل سمجھتے ہوئے بھی یہ ضرور عرض کروں گا کہ جو اکابر دینِ نکوینی طور پر من اللہ کسی خاص خدمت کے لئے مقرر اور مامور کئے گئے ہوں ان کی طبائع اور خصوصیات

میزاج کے لحاظ سے ان پر اس کی صفت کا غلبہ ہوتا ہے جو اس میں غلبہ خاص اور
خاص کا مقصود ہے اور یہی وصف غالب ان کے کاموں کا قدرتی معیار بن جاتا
ہے گویا ان کی طبیعتیں غیر اختیاری بلکہ غیر شعوری طور پر ادھری چلتی ہیں جس
وصف اور وقت انھیں لے جاتا ہے اس لئے بظاہر تو معاملات میں ان کی
طبیعت اور مزاج کا فرما نظر آتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت منشأ خداوندی ان
حضرات کی طبیعتوں کے راستہ سے اپنا کام کرتا ہے (مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام حصہ ۱)
مکتوب حضرت ننی بنام مولانا قاری محمد طیب صاحب قندس سہما

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قندس سرہ
کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”میں ہمیشہ کا خادم ہوں مگر نالائق، آپ حضرات کا بالخصوص حضرت نانوتوی
قدس سرہ العزیز کے خاندان کا خیر خواہ ہوں مگر اکھر دریوزہ گر ہوں مگر ناکارہ
غلام ہوں مگر بے وقوف۔ میری عین خواہش ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف
اس طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہیں جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلتے رہے اور جس
پر ہم دو راftادوں کو چلایا۔ میں جب ان کے اخلاف صدق میں سے کسی کو اس
طریقہ سے دور اور خلاف پاتا ہوں تو بہت زیادہ متاثر ہوتا ہوں۔ چونکہ زور
کچھ نہیں، اس لئے رگھٹ کر رہ جاتا ہوں۔ اور کنارہ کش ہو جاتا ہوں۔ نیز چونکہ
گوناگوں افکار میں مبتلا رہتا ہوں، مشغولیتیں بہت زیادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے
یہی اختراع کیا جاتا ہے کہ یہ ہم سے کنارہ کش ہے ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ میرا
کبھی بھی یہ خیال نہیں ہے کہ معاذ اللہ خاندان قاسمی کو کوئی گزند پہونچے۔ ارادہ
و عمل تو در کنارہ، اگر کسی بات سے یہ اختراع کیا جائے تو غیر صحیح ہوگا۔ بہر حال

اس اجتماع میں بھی اور آئندہ بھی جو صورت حقیقی مفادِ دارالعلوم اور ملتِ اسلامیہ کی ہو اُسے اختیار فرمائیں۔ ہرگز ہرگز شخصی اور بالخصوص حسین احمد کے مفاد کو ترجیح نہ دیں۔ نہ دارالعلوم حسین احمد پر موقوف ہے اس کے جیسے نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہزاروں درجہ بڑھ کر آپ کی جماعت میں جو کہ اسلافِ کرام کے درِ یوزہ گروں کی جماعت ہے علمائے کرام اور صلحائے عظام موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو تنگے سے کام لیتا ہے اور پہاڑ رہ جاتا ہے۔ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب اور مولانا عبدالعبدل صاحب حضرت نافو قوی قدس سرہ العزیز کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ذکی حفظ اور ذہن اعلیٰ درجہ رکھنے والے تھے۔ مولانا احمد حسن صاحب امرہ کی دوسرے درجہ میں تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت بھی ان پر سب سے زیادہ تھی۔ ہمارے آقا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ان سب میں گرے ہوئے شمار کئے جاتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے جو کام لیا وہ ان میں سے کسی سے نہیں ہوا اور نہ ہو سکا۔ آج فیضِ قاسمی عالم میں میزrab محمودی سے جاری ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ غنی مشہور تھے مگر خاندانِ ولی اللہی کا فیض ان ہی سے جاری ہوا۔ بڑے بڑے مشاہیر علماء اور اذکیار دھرے رہ گئے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ دارالعلوم کا فیض چلانا چاہے گا تو ایک تنگے سے وہ کام لے گا جن کا وہم و گمان بھی کسی کو نہیں ہو سکتا۔ حسین احمد کی زندگی، معیشت بھی دارالعلوم پر موقوف نہیں۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَيَّ اللَّهُ رِزْقُهَا کی بنا پر اس کا خالق کہیں نہ کہیں سے رزق پہنچائے گا (انشاء اللہ) اس لئے میری شروطِ ملازمت میں اگر کلام ہے یا پیرے عقیدے یا دستورِ العمل میں کلام ہے تو مفادِ دارالعلوم اور ملت کو سامنے رکھ کر آپ اور ممبرانِ تجویز فرمائیں۔ مجھ کو جو کچھ اپنے

اکابر سے پہونچا ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتا اور نہ چھوڑوں گا، اِلَّا اَنْ يَشَارَ اللہ
باقی جو کچھ میری سمجھ میں بہتری کا ذریعہ آئے گا۔ عرض کرتا رہوں گا۔ اپنے منشاء
پر مجبور کرنا نہ میرا منصب ہے اور نہ کبھی ہوا۔ تقدیر الہی میں نہ تھا کہ میں شریک
اجلاس شوال ہوتا اور بظاہر اس اجلاس میں بھی شرکت کی کوئی اُمید نہیں
ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اعانت فرمائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا
فرمائے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۷۲ ج ۲)

ایضاً اسی خط میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:-
”مکن ہے کبھی اپنے میرے اکھڑنے کی وجہ سے یہ خیال فرمایا ہو کہ یہ
اپنی بات منوانا چاہتا ہے اور آمریت کو عمل میں لاتا ہے۔ مگر میرے دل میں کبھی
مشاور سے زیادہ کا خیال نہیں رہا ہے۔ اور بسا اوقات میں نے اپنی رائے کے
خلاف آپ حضرات کی رائے کے سامنے سر جھکایا ہے۔“
(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۹۶ ج ۲)

ایضاً ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-
”حسن تدبیر اور حکمت صدق کو اختیار کر کے سلف صالح اور ان کے
نبیض کو زندہ کرنا چاہیے۔ ہم ناکارے بدنام کنندہ نکوناماں آپ کے ساتھ ہیں
حسب طاقت خدمات انجام دیتے رہے اور ان شاء اللہ دیں گے۔ وَاللّٰهُ
يُحْدِثُ بِنَاوَايَاكُم مِّمَّا يَجِبُ وَيَرْضَاهُ۔ آمین۔ والسلام
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۹۱ ج ۲)

حضرت فقید الامت زید مجدہم

سنیدی و مرشدی حضرت اقدس مفتی محمود صاحب اظہار الانوار مولانا ابوالکلام آزاد صاحب دہلی کے شاگرد و شاہکار تھے۔ ان کا ہر اوّلیاء و مشائخ کا ملین کے دیگر فضائل و کمالات کی طرح اپنے تئیں بھی صحیح جانشین و قائم مقام اور ان کی یادگار ہیں۔ حضرت زید مجدہم کی پوری زندگی اس نوع کے واقعات سے پر ہے مگر ابن حنفیہ رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے بطور نمونہ عرض ہے۔

تخل کا ایک واقعہ
حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے پاس بھیونڈی سے تقاضا آیا کہ یہاں مناظرہ طے ہو گیا ہے کسی اچھے مناظر کو دارالعلوم سے بھیجیں۔ حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے ایک عالم و مبلغ کو اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کو تجویز فرمایا۔ حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم حسب معمول جمعرات کو سہارن پور تشریف لے گئے تھے اور جمعہ بعد واپسی تھی مگر حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ نے آدمی بھیج کر سہارن پور سے حضرت زید مجدہم کو بلوایا۔ دیوبند سے دہلی تک بذریعہ کار سفر تھا، دہلی سے بذریعہ رٹرین۔

جب حضرت اقدس مفتی صاحب دام مجدہم کار میں سوار ہونے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت کے خادم مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب قائم مدظلہ سوار ہونے کے لئے آگے بڑھے۔ ان مولانا صاحب نے بہت زور سے ڈانٹا۔ گھسے آتے ہیں اسی طرح دیکھتے نہیں جگہ ہے یا نہیں۔ دیکھنے سننے والوں کو بے انتہا صدمہ ہوا مگر حضرت اقدس دام مجدہم کا تخل بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ کوئی لفظ

تو کیا فرماتے ہیں؟ دیکھو اس کا اثر نہیں تھا اور چپکے سے اپنے خادم مولانا محمد علی صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ بس سے دہلی آ جاؤ۔ اور اسی طرح لطافت و بشاشت سے سفر پورا فرمایا۔ سفر سے واپسی پر مخدوم و مکرم جناب مولانا حافظ محمد طیب صاحب زید مجدہم مجازہ حضرت شیخ الاسلام و مالک مکتبہ لغمانیہ نے عرض کیا کہ حضرت نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ حضرت کچھ تو فرماتے۔ آخر ان کی اصلاح کس طرح ہو گی؟ کتنی بڑی بد اخلاقی انہوں نے کی ہے۔ حضرت دام مجدہم نے کیا عجیب جواب ارشاد فرمایا: سفر میں جاتے وقت میں نے تو اپنی اصلاح کی نیت کر لی تھی میں کیا کہتا اور کیا ان کے اخلاق کی اصلاح کے لئے میں خود بد اخلاق بنوں؟ اور اس پر ایک لطیفہ بھی سنایا:-

ہارون رشید کا واقعہ

ارشاد فرمایا: ہارون رشید کی نرمی اور

اخلاق کی وجہ سے ان کے غلام اور ملازم بہت دلیر اور جری ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ رات کو کسی ضرورت کے لئے ہارون رشید اٹھے۔ کسی غلام کو آواز دی جاگنے کے باوجود سویا ہوا بن گیا۔ اور کئی دفعہ آواز دینے پر بستر پر پڑے پڑے کہا پچھانسی دیدوان غلاموں کو، نہ دن کو چہن رات کو چہن، اسی طرح پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ہارون رشید خاموش ہو رہے، اس کی اطلاع وزیروں کو بھی ہو گئی۔ صبح کو کسی وزیر نے عرض کیا: حضور ان غلاموں کو کچھ نہیں فرماتے جس کی وجہ سے یہ غلام اتنے دلیر اور بد اخلاق ہو گئے ہیں۔ منشا یہ تھا کہ ان غلاموں کو سزا دی جائے۔ ہارون رشید نے جواب دیا: کیا ان کے اخلاق درست کرنے کے لئے میں بد اخلاق بنوں؟

بیرن ممالک کا سفر اور پھر مظاہر علوم میں قیام | سہ ماہی العلوم
دیوبند میں ہنگامہ

ہوا، اشتہار بازیاں ہوئیں اور جو نہ ہونا تھا ہوا۔ مگر حضرت اقدس دام مجاہد
ہندوستان کو چھوڑ کر بیرون ملک کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ ایک طرف
یہ عظیم صدمہ دوسری طرف غایت احتیاط کہ کسی کے کچھ کہنے پر کوئی جملہ ایسا نہ نکل
جائے جو کسی فریق کے خلاف ہو۔

دو گونہ بلا است جانِ مجنوں را

فرقتِ لیلے و وصلتِ لیلے

اور تقریباً سات ماہ اسی کرب و بے چینی میں ملک سے باہر گزارے۔ سفر
سے واپسی پر حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث قدس سرہ نے فرمایا: مفتی جی!
کب تک اس طرح پھرتے رہو گے؟ کہیں ایک جگہ بیٹھ کر کام کریں۔ حضرت
مفتی صاحب دام مجاہد نے جواب میں عرض کیا کہاں بیٹھوں؟ ارشاد فرمایا:
یہیں مظاہر علوم میں کام کرو۔ عرض کیا بہت اچھا اور مظاہر علوم میں رہ کر
کام شروع کر دیا۔ اور جمعرات کو جو پہلے دیوبند سے سہارن پور آنے کا نظام
تھا اب وہ ارباب دارالعلوم کے اصرار پر دارالعلوم دیوبند کے لئے تجویز ہو گیا
جمعرات کو چھتہ مسجد تشریف لے جاتے اور جمعہ بعد واپسی ہوتی۔ مگر کیا مجال
کوئی جملہ اختلافی مسائل سے متعلق نکل جائے۔ اس فریق کے حضرات آتے
ان سے بھی اسی بشاشت سے ملاقات فرماتے، دوسرے فریق کے حضرات
آتے ان سے بھی اسی بشاشت سے ملاقات فرماتے۔ اگر کبھی مزارِ قاسمی جاتے
ہوئے حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم یا مولانا سید ارشد
مدنی مدظلہ سے ملاقات فرمائی تو ایسا بھی کبھی ہوا کہ صاحبزادہ حکیم الاسلام
جناب مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے لئے ان کے مکان
پر تشریف لے گئے۔

مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ سے ملاقات | ایک سفر میں معلوم ہوا کہ اسی ٹرین جس میں حضرت

دام محمدیم سفر فرما رہے تھے مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ بھی سوار ہیں۔ جب اسٹیشن پر اترے باوجود یکہ ڈبہ بہت دور تھا اور حضرت والا دام محمدیم کو صنف و کمزوری بھی انتہا درجہ تھی اس کے باوجود محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ کے کندھے پر سہارا لگائے اسٹیشن پر سوار یوں کی بھیڑ میں گذرتے ہوئے تشریف لے گئے اور ملاقات فرمائی۔

مظاہر علوم کے قضیہ میں طرز عمل | مظاہر علوم میں قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ حضرت دام محمدیم

پھر بیرون مالک کے سفر پر تشریف لے گئے اور سات اکٹھا ماہ ملک سے باہر ہی گزارے اور پھر سفر سے واپسی پر مظاہر علوم کے بجائے دیوبند مستقل قیام فرمایا۔ مدرسہ رجسٹریشن کے سلسلہ میں جو اپنی رائے رکھتی وہ بھی صاف ظاہر فرمادی مگر اختلاف میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں لیا۔ جب بعض حضرات نے اصرار کیا تو ارشاد فرمایا کہ آستین چڑھا کر لنگوٹ باندھ کر اکھاڑہ میں کود پڑوں میرے بس کی بات نہیں۔ اگر ایک طرف مولانا محمد طلحہ صاحب میرے استاد اور شیخ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں ان کا احترام بھی میرے ذمہ ہے۔ دوسری طرف مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بھی میرے استاد مولانا مفتی سعید احمد قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں ان کا احترام بھی میرے ذمہ ہے۔ ایسے ہی مولانا محمد اللہ صاحب میرے استاد مولانا اسعد صاحب قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں میں کس کا مقابلہ کروں۔

گو لوگوں نے اپنی قیاس آرائیوں اور بدگمانیوں کی بنیاد پر حضرت والا دام محمدیم

کو بھی اپنے من میں بہت زیادہ احتیاطوں کے ساتھ جو وہ بھی نہیں سمجھتا تھا، کچھ اور اچھا لگا، بہت تلخ یا کڑی بھی، افترا اور کجیا اور غور پر کیا کیا غبار پھیلا، مگر اللہ کے صبر و تحمل سے کبھی کوئی جملہ اللہ کی فتویٰ دینے والوں کے خلاف بھی نہیں سنا گیا، نہ بزد اور نہ فدا کا ہیں، اشتہار نکالا گیا، پوچھنے والوں سے پوچھا، ان الزامات سے برأت ظاہر کر کے غصے کے علاوہ کوئی جملہ کبھی زبان پر نہیں آیا، نہ اظہارِ عمل میں نہ صرف

اپنے خلاف فتویٰ دینے والے کا احترام

خلافت فتویٰ دینے والے حضرت مفتی

صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت زید مجدہم نے کھڑے ہو کر سینہ سے لگایا اور اپنی مسند پر قریب بٹھایا اور شفقت و محبت سے گفتگو فرماتے رہے۔ گھر کی خیریت مدرسہ کی خیریت اساتذہ کی خیریت دریافت فرمائی، از خود فتویٰ کا ذکر تک نہیں فرمایا۔ انھوں نے خود ہی عرض کیا کہ مجھ سے زبردستی لکھوایا گیا اور معذرت کی، معافی چاہی اس پر ارشاد فرمایا میری طرف سے سب معاف ہے باقی غلطی اشتہاروں میں شائع کی جائے اور معافی اس طرح مانگ لیں التوبہ مثل الحوبہ، جس طرح کی غلطی ہوتی ہے ویسی ہی اس سے توبہ ہوتی ہے ہاں میری طرف سے معاف ہے۔ میں قیامت میں دامن گیر نہیں ہوں گا۔ اس سے زیادہ بلندی اخلاق کی اور کیا مثال ہوگی البتہ جو شرعی حکم تھا وہ بھی بتا دیا۔ وہ بھی ان کے ذکر پر۔ اس کے بعد وہ صاحب گاہے گاہے تشریف لاتے ہیں اسی شفقت و محبت سے حضرت زید مجدہم گفتگو فرماتے ہیں اور پھر کبھی نہیں پوچھا کہ کیا کیا۔ سہارن پور تشریف بری ہوئی، جس طرح حضرت مولانا محمد طلحہ

پس صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی ملاقات فرمائی۔ مولانا صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ میں نے مولانا صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کی ہے اور مولانا صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ میں نے مولانا صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کی ہے۔

مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی کی عیادت

مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی کی عیادت کے لیے مولانا صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ میں نے مولانا صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کی ہے اور مولانا صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ میں نے مولانا صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کی ہے۔

مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کا احترام

حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے یہاں آئے ہوئے مسخے وہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم وقف جامع مسجد کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ العالی کی دعوت فرمائی اور انہوں نے ہم وطن ہونے اور اپنے تعلقات کے زور میں مطالبہ کیا کہ آپ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی خدمت میں کیوں نہیں جاتے اور مجبور کیا کہ ابھی ہمارے ساتھ چلو اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو دعوت دے کر اپنے گھر لاؤ اور ناشتہ کراؤ اس وقت ہم بھی ناشتہ کریں گے۔ ان مہمانوں کے ساتھ مولانا سید انظر شاہ صاحب مدظلہ چھتہ مسجد تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کو اطلاع ملی تو اپنی فریاد سے باہر تشریف لائے اور چھتہ مسجد کے درمیان صحن تک تشریف

لے گئے اور شاہ صاحب مدظلہ سے مصافحہ معانقہ فرمایا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرہ میں لائے اور اپنی مسند پر بٹھایا۔ چائے، مٹھائی، پیش کی گئی مگر شاہ صاحب مدظلہ نے کچھ تناول نہیں فرمایا اور معذرت فرمائی کہ اس وقت خواہش نہیں اور اپنے گھر مدعو فرمانے سے بھی اس طرح معذرت فرمائی کہ میں نے آپ کو بہت دن بعد دیکھا ہے جناب بہت ضعیف ہو گئے ہیں گھر جانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔ ایسی حالت میں میری ہمت نہیں کہ جناب کو مدعو کر کے زحمت دوں! ممکن ہے کہ جماعت کی بازپرس کا خیال رہا ہو جس کی وجہ سے کچھ نوشش نہیں فرمایا اور مدعو فرمانے سے بھی معذرت فرمائی یا اور کچھ مصلحت ہو۔

حضرت مفتی صاحب اور مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم

حضرت الحاج مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم ناظم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند اور حضرت اقدس زید مجدہم کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف شروع سے رہا مگر ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم میں کبھی سرو فرق نہ آیا۔ مجلس شوریٰ نے حضرت اقدس فقیہ الامت زید مجدہم کو حضرت مفتی مہدی حسن صاحب قدس سرہ کے بعد صدر مفتی اور ناظم دارالافتاء تجویز فرمایا تھا مگر حضرت والا زید مجدہم نے حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کو صدر مفتی اور ناظم دارالافتاء کے تمام اختیارات سپرد فرمائے۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم بھی اس کیلئے آمادہ نہ تھے کہ جب شوریٰ نے آپ کے لئے یہ عہدہ تجویز کیا ہے میں کس طرح قبول کروں۔ مگر حضرت والا نے فرمایا۔ اگر آپ نے قبول نہ کیا تو میں دارالعلوم ہی

چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ اس لئے بمبوری حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے مجددہم نے قبول فرمایا۔ اور حضرت اقدس زید مجددہم مفتی نظام الدین صاحب نے مجددہم کی صدارت و انتظام کے ماتحت برابر خدمات انجام دیتے رہے اور اپنے ہر طرز سے اپنا ماتحت ہونا ہی ظاہر فرماتے۔

(روایت حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب زید مجددہم)

خود مفتی نظام الدین صاحب زید مجددہم زبانی بھی حضرت والا دامت برکاتہم سے متعلق بلند کلمات ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ارشاد فرمایا ہے: ”مفتی محمود صاحب (زید مجددہم) کی بزرگی پر ان کی خوش طبعی و ظرافت پر وہ ڈال رکھا ہے۔“

حضرت مفتی صاحب اور مولانا محمد مسیح اللہ صنادامت برکاتہم

استاذ محترم حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ محمد مسیح اللہ صاحب زید مجددہم خلیفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ حضرت والا دامت برکاتہم کے زمانہ طالب علمی کے ساتھ ہیں۔ کھانا کثرت سے ساتھ کھاتے تھے۔ درس میں تو شریک نہیں تھے کہ حضرت والا دامت برکاتہم ایک دو سال آگے تھے۔ کوئی شخص جتنا چاہے بزرگ ہو جائے مگر ساتھ کے لئے پھر ساتھ ہی ہے۔ ساتھ ساتھ کے ساتھ عموماً ساتھ ہی جیسا معاملہ کرتا ہے۔ عقیدہ تمندانہ احترام عموماً نہیں ہوتا مگر شیخین (حضرت فقیہ الامت زید مجددہ و حضرت مسیح الامت زید مجددہم) کا معاملہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسا عقیدہ تمندانہ عظمت و احترام سے بھرپور ہے جو قابلِ صدر شک ہے۔ زمانہ طالب علمی میں بے تکلفی تھی مگر حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب زید مجددہم کو جب حضرت تھانوی قدس سرہ

کی طرف سے اجازت ہوئی تو اسی وقت سے حضرت مسیحی صاحب زید مجدہم نے احترام کرنا شروع کر دیا، اور بے تکلفی ختم کر دی۔ ایک ساتھی کا اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ اس درجہ احترام اور عظمت کا معاملہ کرنا، اور ایک دوسرے کے کمالات و صفات کا اعتراف، کمالِ تواضع و عبدیت کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور جو ساتھی عمر میں اپنے سے کم ہو، اور ورسی کتب میں بھی نیچے ہو۔ اس کے ساتھ یہ معاملہ تو کس کمالِ تواضع کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

پردہ عجز میں مخفی ہے تیرا اوج کمال

خاکساری میں نہاں رتبہ اعلیٰ تیرا

حضرت اقدس فقیہ الامت زید مجدہم کا جب کبھی جلال آباد کی طرف سے گذرنا ہوا یہ گویا ناممکن کہ حضرت مسیح الامت زید مجدہم سے ملاقات کے بغیر گذر جائیں خواہ وہ ملاقات چند منٹ ہی کی ہو۔ بعض دفعہ احقر کو بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا اور شیخین کی ملاقات کے وہ مناظر اب تک آنکھوں میں سمائے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ طویل سفر سے حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کی واپسی ہوئی اور یہ سفر آنکھ کے آپریشن کے لئے ہوا تھا۔ آنکھ کا پردہ پھٹ جانے کی بنا پر اولاً آپریشن لندن میں ہوا پھر اسی آنکھ کے دو آپریشن کے بعد دیکھے کلکتہ میں ہوئے جس میں تقریباً تین ماہ کلکتہ رہنا ہوا۔ ضعف و نقاہت انتہا رکھ کر پہنچ گئی ذرا سی حرکت بھی سخت تکلیف دہ مگر کیا مجال معمولات میں فرق آئے۔ سفر سے واپسی پر حسب معمول چھینچھانہ صاحبزادی صاحبہ دام ظلہا اور عزیزان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ جلال آباد راستہ میں۔ جلال آباد کو گذریں اور حضرت مسیح الامت دامت برکاتہم

سے ملاقات نہ فرمائیں انتہائی دشوار۔ بس کے ذریعے سفر، اس کمزوری کی حالت میں بس کا سفر کتنا تکلیف دہ ہو گا مگر اللہ رے ہمت۔ جلال آباد نافذ سے آئے ہوئے مدرسے قریب بس رُک جاتی ہے مگر وہاں کشتہ نہیں ملتا۔ اور وہاں سے حضرت مسیح الامت زید مجدہ کی قیامگاہ فاضلہ پر ہے۔ احقر نے حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کے رفیق سفر اور خادم خاص محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ سے عرض کیا کہ یہاں رکت نہیں ملیگا اس لئے بس اڈہ پر اتریں تاکہ رکت مل جائے اور سہولت ہو۔ احقر کی آواز کچھ حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کو پہونچ گئی اور محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ سے دریافت فرمایا، کیا بات ہے؟ مولانا موصوف نے بتا دیا۔ اس پر حضرت فقیہ الامت زید مجدہم نے ارشاد فرمایا:-

”نا بھی یہیں اتریں گے۔ بزرگوں کی خدمت میں کچھ پیدل چل کر بھی جانا چاہیے۔ حق تو یہ تھا کہ ہم دیوبند سے پیدل چل کر حاضر ہوتے۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو کیا یہاں سے بھی پیدل چل کر حاضر نہ ہوں۔“

احقر کے جسم میں کو سناٹا سا نکل گیا کہ یہ اپنے شیخ کی خدمت میں مرید با صفا کی حاضری ہے یا ایک ساکتی کی ساکتی سے ملاقات ہے

پردہ رُعبز میں مخفی ہے ترا اوج کمال
خاک ساری میں نہاں رُتبہ اعلیٰ تیرا

ہمارے ذہنوں میں تو اپنے شیخ کی خدمت میں بھی حاضری کے وقت اس طرح کے آداب کا تصور و خیال تک نہیں آتا۔ اور خود پرستی، اغراض پرستی، جاہ پرستی پھر باہمی رقابت، سیاسی کشمکش، فتنہ و فساد کے ماحول میں ان چیزوں کا سمجھ میں آنا بھی مشکل ہے جب تک انسانیت، اپنی جاہ

اپنی پسند، اپنی خواہش سب کچھ فنا نہ ہو جائے کہ صرف ایک چیز رضائے مولیٰ باقی ہو وہ بھی اس شان سے کہ نمود اس کی بھی نہ ہو اس وقت تک یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی مگر یہ۔

ایں جنین زیار و شکر بود اندر جہاں

یہ تو ہوا حضرت فقیہ الامت دامت برکاتہم کا احترام۔ اب آگے سنئے۔
حضرت فقیہ الامت زید مجدہم حضرت مسیح الامت زید مجدہم کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ کسی نے تشریف آوری کی اطلاع حضرت مسیح الامت زید مجدہم کو کر دی حضرت مسیح الامت زید مجدہم بہت تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور قیام گاہ کے دروازہ سے باہر آکر ملاقات فرمائی، معاملہ فرمایا، دست بوسی فرمائی، اور حضرت فقیہ الامت زید مجدہم کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔ مسند پر بیٹھنے کے لئے فرمایا مگر حضرت فقیہ الامت زید مجدہم مسند کے قریب بیٹھے، مسند پر نہیں، خود حضرت مسیح الامت زید مجدہم بھی مسند سے ایک طرف بیٹھے، مسند خالی رہی۔ بڑے پُر تکلف انداز میں گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر واپسی پر دروازہ سے باہر تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ایک دفعہ حضرت فقیہ الامت زید مجدہم جلال آباد تشریف لے گئے۔ وہی مابین اکرام و احترام اور انتہائی خلوص و محبت کا معاملہ جانہن سے ہوا۔ حضرت مسیح الامت زید مجدہم نے کئی مسائل بھی معلوم کئے۔ اپنا وضو خانہ، غسل خانہ وغیرہ دکھایا اور طہارت و نظافت سے متعلق مسائل معلوم فرمائے۔ سلام اور اس کے جواب سے متعلق بھی دریافت فرمایا۔

ایک دفعہ یہ احقر جلال آباد حضرت مسیح الامت زید مجدہم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس محبت و احترام کے انداز میں حضرت فقیہ الامت زید مجدہم

کی خیریت دریافت فرمائی اس کی لذت اب تک نہیں گئی، غالباً الفاظ یہ تھے مگر انداز انتہائی محبت آمیز تھا۔

”ہمارے محترم حضرت مفتی صاحب کے کیسے مزاج ہیں“

اور مخصوص لطف آمیز انداز میں اس جملہ کو تین دفعہ دہرایا۔
حضرات شیخین زید مجدہما کے مابین بعض مسائل میں اختلاف رائے بھی ہوا اور اب بھی ہے۔ شوریٰ و اہتمام کے مسئلہ میں بھی دونوں حضرات کے درمیان اختلاف ہوا، اور اب بھی ہے۔ حضرت مولانا محمد سیح اللہ صاحب زید مجدہم کی ایک کتاب اس موضوع پر ”اہتمام و شوریٰ“ کے نام سے چھپی ہوئی ہے حضرت اقدس مفتی صاحب کی بھی ایک کتاب ”شوریٰ و اہتمام“ کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔ ہر ایک کی رائے مختلف ہے۔ اور اب یہ مسئلہ ملک بھر میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ مگر حضرات شیخین زید مجدہما کے مابین کسی جانب سے بھی باہمی محبت و اکرام و باہمی عظمت و احترام میں کسی درجہ میں بھی سرفراز نہ آیا۔

ما تحت مدرّس کے ساتھ حسن سلوک | کان پور کے زمانہ ر
قیام میں حضرت والا

زید مجدہم ہی وہاں صدر مدرس، صدر مفتی، شیخ الحدیث سب خود ہی تھے ایک مدرس صاحب جن کی استعداد و صلاحیت اچھی نہیں تھی۔ سبق میں سبق پڑھانے کے بجائے طلبہ کے سامنے حضرت والا زید مجدہم اور مہتمم صاحب کی بُرائیاں کیا کرتے چونکہ وہ پُرانے مدرّس تھے، لسان تھے، عوام سے رابطہ رکھتے تھے، حضرت والا زید مجدہم کی مقبولیت سے جلتے تھے حضرت زید مجدہم سب برداشت فرماتے اور تاکہ طلباء کا حرج نہ ہو، ان کے اسباق بھی خود پڑھاتے، ان کے پاس برائے نام ایک دو کتاب

رکھی۔ انھوں نے کہا کوئی اعتراض کرے گا۔ حضرت زید مجدہم نے فرمایا اعتراض کون کرے گا۔ میں کرتا۔ میں خود ہی ایسا کر رہا ہوں۔ مگر وہ صاحب اس سب کے باوجود اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ تو پھر وہ سبق بھی ان کے پاس سے منتقل کر لیا اور ایک سال تک برابر تنخواہ اپنے پاس سے عنایت فرماتے رہے۔ البتہ جب انھوں نے تحریری طور پر وجہ دریافت کی کہ سبق کیوں منتقل کر دیا تو اس کی وجہ بھی تحریر فرمادی کہ آپ نے طلبہ کو اپنی خیر سے محروم کر دیا میں چاہتا ہوں شر سے بھی محفوظ ہو جائیں ۛ

ایک نامعصر مخالف مدرس کے ساتھ حسن سلوک دارالعلوم دیوبند میں حضرت

مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے مسلسل اصرار پر بخاری شریف کا درس قبول فرمایا۔ ایک مدرس (جو بخاری شریف کے خواہشمند تھے) نے بہت پریشان کیا۔ طلبہ کو اعتراضات سکھاتے اور بے نیکی بے ہودہ اعتراضات و سوالات کی بھرمار ہوتی جس سے طلبہ کا بھی نقصان ہوتا کہ سبق کم ہوتا اور سب طلبہ کو بھی تکلیف ہوتی۔ حضرت زید مجدہم کو بھی یہ حرکت خوب معلوم تھی اس سے ان کا مقصد حل نہیں ہوا تو سحر تک کرایا جس سے ہچکیوں کی اتنی شدید تکلیف ہو گئی جو برداشت سے بالکل باہر تھی۔ اور بھی کیا کیا چیزیں پیش آئیں مگر حضرت والا زید مجدہم کبھی کوئی حرف زبان پر نہ لاتے۔ راستہ میں ملتے تو حضرت زید مجدہم خود سے سلام مصافحہ فرماتے۔ اگر کوئی دوسرا ذکر کرتا تو اس کو بھی یہ کہہ کر خاموش فرمادیے کہ وہ تو میرے بزرگ ہیں۔

اپنے فتویٰ سے رجوع

حضرت زید مجدہم کو اپنی رائے پر کبھی ہمارے
فرماتے نہیں دیکھا حتیٰ کہ فتویٰ لکھ کر

دوسروں کو دکھاتے ہیں۔ اپنے تلامذہ کو بھی دکھانے میں کبھی ہمارے نہیں آئے۔
اہم فتویٰ ہو پھر تو ضرور اس کو مختلف علماء و مفتیان کو اہتمام سے دکھاتے
ہیں کہ بھائی کوئی غلطی ہو تو بتاؤ۔ اگر کوئی کچھ عرض کرتا ہے بہت خوش ہو کر
اس کو سننے میں آتا اور اگر کبھی کسی نے دلیل کے ساتھ کسی فتویٰ یا اس کے کسی جز
پر کلام کیا اور وہ صحیح ہوا تو اس کو فوراً قبول فرمالیا اور اپنے فتویٰ سے بہت
خوشی کے ساتھ رجوع فرمالیا۔

بلا طلب معافی معاف فرمادینا

سخت سے سخت کسی نے غلطی کی اور ایذا
پہنچائی فوراً معاف فرمادیا۔ بعض دفعہ

اس نے معافی کی درخواست کی کہ حضرت کو تکلیف ہوئی ہوگی معاف فرما دیں
حضرت نے جواب دیا سب معاف ہے۔ میرے یہاں اس کا خانہ ہی نہیں کہ
بات دل میں رکھی جائے اور اس کا خیال رہے بلکہ فوراً اس کے معافی طلب
کئے بغیر ہی معاف کر دیا جاتا ہے۔

سخت کلمہ اور دعا

ایک دفعہ ایک کاتب نے فتاویٰ محمودیہ کی کتابت
میں بہت تاخیر کی اور وعدہ پر وعدہ کرتا رہا،

جس سے حضرت والا زید مجدہم کو بہت تکلیف ہوئی میرے کچھ حضرت والا
زید مجدہم تشریف لائے ہوئے تھے۔ کاتب صاحب سے ملاقات ہوئی حضرت
والا زید مجدہم کی زبان سے کوئی سخت کلمہ کاتب صاحب کے بارے میں نکل
گیا۔ میرے کچھ سے دیوبند واپسی ہو گئی، پھر احقر دیوبند حاضر ہوا تو حضرت
زید مجدہم نے فرمایا کہ کاتب صاحب کے لئے میرے کچھ سے دیوبند تک برابر

دعا کرتا رہا اس کلمہ کے کفارہ میں۔

مخالفین کے ساتھ خیر خواہی

جن لوگوں سے حضرت والا زید مجدہم کو
ایذا نہیں پہونچیں نہ یہ کہ کبھی ان سے

انتقام نہیں لیا اور ان کو فوراً معاف فرما دیا، بلکہ دعا، توجہ، مشورہ کے ذریعہ
ان کی خیر خواہی میں ادنیٰ کوتاہی نہیں فرمائی۔ جس کا مشاہدہ بکثرت ہوتا رہتا ہے
جو بہت اونچا مقام ہے جو اللہ پاک کے خاص اور مقرب بندوں کو ہی عطا ہوتا
ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد صدیقین کا ہی خاص حصہ ہوتا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشنده!

اکابر کے اس نوع کے واقعات بکثرت سناتے ہیں جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ اپنے تعلق والوں کے لئے یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اسی طریقہ کو اختیار کریں۔
اس سے بھی اعلیٰ مقام شاید یہ مقام ہے کہ اپنے سخت ترین مخالف کی طرف
سے خود تو اپنے دل میں کدورت کیا ہو اپنے کسی متعلق کے دل میں بھی اس کی طرف
سے کدورت گوارا نہیں۔

مظاہر علوم کے ہنگامہ میں ایک صاحب نے حضرت زید مجدہم اور دیگر
اکابر کو برا کہنے میں بڑا حصہ لیا۔ ایک مقام پر ایک مجمع میں انھوں نے بہت
نازیبا و نامناسب باتیں نقل کیں۔ حضرت والا زید مجدہم کے ایک خادم مقرب
کو جو وہاں شریک تھا اس سے بہت تکلیف ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے
کدورت پیدا ہو گئی۔ حضرت والا زید مجدہم نے ملاقات پر فرمایا میں نے
تمہارے قلب کی طرف توجہ کی مگر دیکھا کہ گرہ لگی ہوئی تھی، گویا تنبیہ کی کمانہ کی
طرف سے بھی دل میں کدورت نہ ہونی چاہیے اور یہ بھی فیض سے رُکا وٹ
کا سبب ہے۔ کیا انتہا ہے اس وسعتِ ظرفی اور بلند حوصلگی کی۔

کسی کتاب میں شعر پڑھا تھا کہ

ہر کہ مارا یار نبودا یزد اورا یار بود
ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد
ہر کہ در راہ منم خار مہد از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشکفد گلزار باد

اس وقت اس کو محض شاعری سمجھا تھا کہ واقعیت سے اس کا کیا تعلق۔ مگر حضرت والا زید مجدہم کی زندگی دیکھ کر سمجھ میں آیا کہ شعر میں محض شاعری نہیں بلکہ کچھ حضرات واقعہً اس کا مصداق ہوئے ہیں۔ ایسے حضرات کا طریق اس حدیث پاک کی عملی تفسیر ہوتا ہے **مَنْ قَطَعَ لِقَاءَ رَاحِلٍ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَأَحْسَنَ إِلَيْكَ مِنْ أَسَاكَ**۔ جو قطع تعلق کرے اس سے تعلق جوڑو، جو ظلم کرے اس کو معاف کر دو جو تکلیف پہنچائے اس کے ساتھ احسان کرو۔

حدیث کے مضمون پر کسی اسٹیج پر شاندار تقریر کر دینا بہت آسان ہے مگر اس کی عملی تفسیر پیش کرنا ان حضرات ہی کا حصہ ہے۔

أُولَئِكَ أَبَائِي فَجِئْتُ بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعْتُنَا يَا جَبْرِيْلُ الْمَجَامِعُ

یہ ہیں میرے آباء و اجداد پس ان جیسا تو بھی اے جبریل حب

مجامع تفاخر ہم کو جمع کریں پیش کر۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

مے ترجمہ۔ جو ہمارا دوست نہ ہو خدا اس کا دوست ہو۔ جس نے ہم کو رنج دیا اس کو بہت اہت نصیب ہو۔ جو میرے راستہ میں دشمنی سے کانٹے بچھاتا ہے۔ اس کی ٹکر کے باغ کا جو پھول کھلے گلزار ہو

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہیں کے افتخار پر ناز کرتی ہے مسلمان
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور انہیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سمندانی

اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ان اکابر کے اوصاف و اخلاق میں سے
کچھ حصہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین!

سخت دشمن کے ساتھ حسن سلوک مفتی ظہیر الاسلام
صاحب مدنیوہم

جو اُس وقت جامع العلوم کا پنور میں متعلم تھے روایت کرتے ہیں کہ قیام
کا پنور کے زمانہ میں ایک صاحب کو حضرت والا زید مجدہم سے بعض اپنے
نجی معاملات میں کچھ ایسی شکایت ہوئی کہ حضرت
زید مجدہم کی کھلی دشمنی پر اُتر آیا اور عداوت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی
ایک شخص کو اپنے ساتھ لیا ان کو اُلٹی سیدھی باتیں بنا کر بدظن کیا اور
حضرت زید مجدہم کے قتل تک کرنے پر آمادہ کیا اعلانِ کفر دیا کہ فلاں رات
کو چاقو ماریں گے۔ مکرہ کا دروازہ بند کرنے کا سوئے وقت معمول تھا مگر اس

رات حضرت والا نے دروازہ بھی کھلا چھوڑ دیا۔ کسی خادم نے دروازہ بند کرنے کو کہا فرمایا
 آج ہی تو کھولنے کا موقع ہے۔ اللہ پاک کی ذات عالی پر عجیب توکل و اعتماد کہ کسی
 قسم کا ادنیٰ خوف و ہراس تک پاس نہیں۔ بعض طلبہ نے جن کو صورتِ حال کا
 علم تھا پہرہ دینا چاہا ان کو بھی انکار کر دیا۔ طلبہ کو اس شخص کے خلاف سخت غصہ
 تھا مگر ان کو کسی قسم کی کارروائی کرنے یا انتقام لینے یا کوئی کلمہ سخت کہنے سے حضرت
 نے سختی سے روک دیا۔ اللہ پاک کی نفرت و حمایت کہ وہ شخص دھمکی اور اعلان کے
 باوجود

نہ ہوسکی کہ حضرت والا کے کمرہ کی طرف بُرائی کے ساتھ رخ کرے۔

ایک موقعہ پر اس نے ایک اشتہار جگہ جگہ چسپاں کیا جس میں حضرت
 زید مجدہم پر بے ہودہ اعتراضات اور بے بنیاد اتہامات و الزامات تھے۔
 خدام نے اس کا جواب دینا چاہا حضرت زید مجدہم نے ان کو بھی روک دیا۔
 اور خود حضرت زید مجدہم کا یہ طرز تھا کہ اُن سے ملاقات کے لئے ان کے مکان
 پر تشریف لے جاتے ملاقات فرماتے خیریت و حالات دریافت فرماتے مشورہ
 طلب امور میں ان کو بھی مشورہ میں شریک فرماتے۔ دیوبند، سہارن پور،
 رائے پور کے اکابر سے ملاقات کے لئے کسی تدبیر سے اپنے صرفہ سے ان
 کو ہمراہ لاتے اور ان سے دوستانہ معاملہ فرماتے اور ان کے کسی تعاون
 سے دریغ نہ فرماتے۔ وہ روزگار اور ذریعہ معاش سے پریشان تھے ان
 کے لئے دوکان کا انتظام فرمایا اور بڑی حد تک صرفہ برداشت فرما کر
 اُن کو کاروبار کرایا۔ اس اعلیٰ کردار اور حُسن اخلاق کی بنا پر ان کی عداوت
 مودت و اُلفت بلکہ جاں نثاری سے تبدیل ہو گئی۔ اس نوع کے کتنے واقعات
 پیش آئے مگر یہاں تو محض نمونہ دکھانا تھا۔ تفصیل کی اس مختصر رسالہ میں

گنجائش بھی نہیں، اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔
اس واقعہ کے راوی محترم مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب مدت فیوضہم
ہیں جو اُس وقت جامع العلوم کانپور میں زیرِ تعلیم تھے۔

قضیہ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کا سانحہ جو اُمت کا عظیم فتنہ بن گیا اور بہت زیادہ
افتراق و انتشار کا سبب بن گیا۔ اس کی بنیادی چیزوں پر اگر غور کیا جائے
تو یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں تھا جتنا بنا دیا گیا۔ احقر کے خیال میں دارالعلوم کے
اختلاف کا بنیادی سبب یہ تھا:-

ایک طرف تو حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند، صاحبزادہ محترم جناب مولانا محمد سالم صاحب امت
بر کا اہم استاذ دارالعلوم دیوبند کو نائب مہتمم بنانا چاہتے تھے جو اکثر سفر
حضریں حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کے ساتھ رہے جس کی وجہ سے ان کو
کافی تجربات حاصل ہوئے۔ ملک و بیرون ملک میں ان کا تعارف ہوا۔
تقریر و خطابت میں بھی مہارت حاصل کی۔ خاندانی اوصاف، شرافت و
نجابت بھی ورثہ میں ملے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے حضرت حکیم الاسلام
قدس سرہ موصوف کو نائب مہتمم بنانا چاہتے تھے اور اسی میں دارالعلوم
کا مفاد سمجھتے تھے۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں ان کو دارالعلوم کی مسرت
کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی اس رائے پر ان کو اصرار تھا۔

دوسری جانب اراکین مجلس شوریٰ کے سامنے یہ پہلو تھا کہ کہیں اس

جانشینی کی داغ بیل نہ پڑ جائے اور بعد میں نااہلیت کے باوجود بیٹے ہی کو جانشین بنانے کا سلسلہ جاری نہ ہو جائے جس سے بعد میں خاندانی جائیداد و ورثہ کی حیثیت پیدا ہو جائے جو ظاہر ہے کہ دارالعلوم کے مفاد کے خلاف ہے اس کے ساتھ ساتھ اراکین مجلس شوریٰ کے سامنے محترم موصوف دام ظلہم کے دوسرے بعض پہلو ایسے بھی ہوں جن کی وجہ سے وہ محترم مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کو نامٹ مہتمم نہ بنائے جانے پر مصر اور بضد تھے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ہر فریق اپنی رائے پر اصرار کرنے میں حق بجانب ہوگا۔ اگر معاملہ یہیں تک محدود ہوتا تو مضائقہ نہ تھا مگر ایسا ہوا نہیں۔ کچھ نچلے لوگوں نے معاملہ حد سے بڑھا دیا اور اختلاف بائیں کے حدود و آداب سے بہت تجاوز کر گئے جس سے خطرناک صورت پیدا ہو گئی۔ جس کو بیان کرنے کی زبان و قلم میں طاقت نہیں اور ضرورت بھی نہیں۔

اختلاف مظاہر علوم سہارنپور

مظاہر علوم سہارن پور کے سانحہ عظیمہ کا بنیادی سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات سرپرستان مظاہر علوم سہارن پور مدرسہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کا رجسٹریشن کرانا ضروری سمجھتے تھے۔ بلکہ اس کی تحریک حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ ناظم مدرسہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے قوی دلائل ان حضرات کے سامنے تھے۔ اور اسی میں مدرسہ کی حفاظت سمجھتے تھے۔ بہت سے وکلاء قانون دان حضرات کی آراء بھی ان کے سامنے تھیں کہ رجسٹریشن سے نہ وقف متاثر

ہوتا ہے نہ اور کوئی نقصان ہوتا ہے وقف برابر وقف رہتا ہے بلکہ اور قوی ہو جاتا ہے۔ اور بدخواہوں کے خرد برد کرنے کے بد ارادوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ شہری لوگوں کی ماضی کی تاریخ بھی ان کے سامنے تھی کہ مدرسہ مظاہر علوم پر اپنا تسلط جمانے کی کتنی کوشش اٹھوں نے کی۔ اور ناکامی کی صورت میں مدرسہ مظاہر علوم کے بالمقابل دوسرے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی، مگر اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو ناکام بنایا اور مظاہر علوم محفوظ رہا۔ جن کی بناء پر سرپرستان مدرسے رجسٹریشن کرانا ضروری خیال فرمایا۔

دوسری جانب حضرت مولانا الحاج المفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم گو شروع میں رجسٹریشن کرانے کے مسئلہ میں حضرات سرپرستان کے ساتھ تھے مگر بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور موصوف رجسٹریشن کو مدرسے حق میں مضر سمجھنے لگے اور ان کو بتایا گیا کہ اس سے وقف خرد برد ہو جائے گا۔ اس لئے اٹھوں نے حضرات سرپرستان کی رائے سے اختلاف کیا اور جس چیز کو وہ مدرسے حق میں مضر یقین کرتے تھے اس سے اختلاف کرنا مقتضایہ تقویٰ و دیانت تھا۔

اس لئے احقر کی رائے میں ماہ اختلاف (کہ رجسٹریشن مفید ہے یا مضر) مسئلہ کو باہمی گفتگو سے و کلام و قانون داں حضرات سے تحقیق و تفتیش کے ذریعہ حل کرنا تھا۔ اگر رجسٹریشن کا مضر ہونا متفقہ طور پر یا و کلاما ہرین کی کثرت رائے سے معلوم ہو جاتا تو شاید حضرات سرپرستان میں سے کوئی بھی رجسٹریشن کی حمایت نہ کرتا۔ اور اگر مفید یا کم از کم غیر مضر ہونا معلوم ہو جاتا تو حضرت مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم کے تقویٰ و

دیانت کا تقاضا تھا کہ اپنی رائے سے رجوع فرمالیے۔

مگر شہر کے وہ حضرات جو پہلے سے خاندانی رقابت کی بنا پر مدرسہ پر اپنا تسلط چاہتے تھے اور متعدد بار ماضی میں اس کی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے تھے، اس اختلاف سے انھوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ کے سامنے اس طرح کی چیزیں انھوں نے رکھیں کہ حضرت مفتی صاحب اپنے منصب کے برخلاف مجلس پرستان کو معطل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پھر یہاں بھی اختلاف رائے کے حدود و آداب کو برطرف کر کے وہ سب کچھ ہوا کہ سہ

اگر گویم زباں سوزد

ظاہر ہے کہ دونوں اداروں دارالعلوم و مظاہر علوم کا یکے بعد دیگرے یہ اختلاف جنگِ جل و صفین سے بڑھ کر نہیں تھا، نہ ماضی میں علما برحق کے دیگر اختلافات سے بڑھ کر تھا۔ مگر فرق یہی ہوا کہ پہلے ان اختلافات میں آداب و حدود کو بھی سامنے رکھا گیا۔ اور یہاں ان آداب و حدود کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اور علما برحق کا وہ گردہ بے ہر وقت ترویجِ سنت، اشاعتِ دین میں سرگرم عمل رہتا تھا اور بدعات و بددینی، کفر و الحاد اور دیگر باطل فرقوں و قوتوں تنظیموں کے مقابل صفِ آراء رہتا تھا، آپس میں الجھ بیٹھا اور شرعی حدود و آداب کو پامال و نظر انداز کرنے کا جو نتیجہ ہوتا ہے ہو کر رہا۔ اہل علم کی عظمت و عقیدت بھی عوام کے دلوں سے رخصت ہوئی۔ اور امت کا وہ نقصان ہوا جس کی تلافی مدتِ دراز میں بھی شاید بدستوار ہو سکے۔ مہبت کے سادہ لوح عوام اس کشمکش میں مبتلا ہوئے کہ ہم کیا کریں، کس کا ساتھ دیں کس کا ساتھ نہ دیں۔ عوام تو پھر کالانعام، وہ اختلاف کے آداب و حدود

سے واقف ہی کہاں، جس کا ساتھ دیا اس کو عرش پر جا بٹھایا اور دوسرے فریق کی تذلیل و توہین اور تفسیق تک سے گریز نہ کیا، اور علماء و مشائخ کی تذلیل و توہین کر کے خسارہ عظیم حاصل کیا۔ دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سامان کیا۔ اللہ پاک حفاظت فرمائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے لئے طریقہ عمل کہ علماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں، بیان کر دیا جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کا مضمون ”وحدۃ اُمت“ سے اور قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے مضمون ”الاعتدال“ سے ملخص کر کے نقل کرتا ہوں۔

علماء میں اختلاف ہو تو عوام کیا کریں؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
بہت سے حضرات مسائل میں علماء کے اختلافات سے پریشان ہو کر بوجھا کرتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں جس کی متہ میں یہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اب ہم کسی کی نہ سنیں۔ سب سے آزاد ہو کر جو سمجھ میں آئے کیا کریں، اور بظاہر ان کا یہ معصومانہ سوال حق بجانب نظر آتا ہے۔ لیکن ذرا غور فرمائیں تو ان کا جواب اپنے گرد و پیش کے معاملات میں خود ہی مل جائے گا۔

ایک صاحب بیمار ہوئے۔ ڈاکٹروں یا حکیموں کی آراء میں تشخیص و تجویز کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو وہ کیا کرتے ہیں۔ یہی نا کہ وہ ان ڈاکٹروں، حکیموں کی ڈگریاں معلوم کر کے یا پھر ان کے مطب میں علاج کرائے والے

مریضوں سے یا دوسرے اہل تجربہ سے دریافت کر کے اپنے علاج کے لئے کسی ایک ڈاکٹر کو متعین کر لیتے ہیں۔ اس کی تشخیص و تجویز پر عمل کرتے ہیں مگر دوسرے ڈاکٹروں، حکیموں کو برا بھلا کہتے نہیں پھرتے۔ یہاں کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ معالجات میں اختلاف ہے تو سب کو چھوڑ دو۔ اپنی آزاد رائے سے جو چاہو کرو۔ کیا یہی طرزِ عمل علماء کے اختلاف کے وقت نہیں کر سکتے۔

ایک مثال اور لیجئے۔ آپ کو ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنا ہے۔ قانون جاننے والے و کلام سے مستورہ طلب کیا۔ ان میں اختلاف رائے ہوا تو کوئی آدمی یہ تجویز نہیں کرتا کہ مقدمہ دائر کرنا ہی چھوڑ دے، یا پھر کسی وکیل کی نہ سنے۔ خود اپنی رائے سے جو سمجھ میں آئے وہ کرے، بلکہ ہوتا ہی ہے کہ مختلف طریقوں سے ہر شخص اتنی تحقیق کر لیتا ہے کہ ان میں کو نسا وکیل اچھا جاننے والا اور قابلِ اعتماد ہے اس کو اپنا وکیل بنا لیتا ہے۔ اور دوسرے وکیل کو باوجود اختلاف کے دشمن نہیں سمجھتا، برا بھلا نہیں کہتا اس سے لڑتا نہیں پھرتا۔

یہی فطری اور سہل اصول اختلافِ علماء کے وقت کیوں اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک بات یہ بھی سن لی جائے کہ بیماری اور مقدمے کے معاملات میں تو آپ نے کسی غلط ڈاکٹر یا غیر معتد وکیل پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے حوالہ کر دیا تو اس کا جو نقصان پہونچتا ہے۔ وہ ضرور آپ کو پہونچے گا۔ مگر علماء کے اختلاف میں اس نقصان کا بھی خطرہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص نے اگر کسی عالم سے سوال کیا اور اس نے فتویٰ غلط دیدیا تو اس کا گناہ سوال کرنے والے پر نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے کے سر ہے۔ شرط یہ ہے کہ سوال اُس شخص سے کیا گیا ہو جس کا

عالم ہونا آپ نے ایسی ہی تحقیق و جستجو کے ذریعہ معلوم کیا ہو جو اچھے معائنہ اور اچھے وکیل کی تلاش میں آپ کیا کرتے ہیں۔ اپنی مقدور بھر صبح عالم کی تلاش و جستجو کر کے آپ نے ان کے قول پر عمل کر لیا تو آپ اللہ کے نزدیک بُری ہو گئے۔ اگر اس نے غلط بھی بتا دیا ہے تو آپ پر اس کا کوئی نقصان یا الزام نہیں ہاں یہ نہ ہونا چاہیے کہ ڈاکٹر کی تلاش میں تو اس کا ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ہونا بھی معلوم کریں اور یہ بھی کہ اس کے مطب میں کس طرح کے مرینن زیادہ شفا یاب ہوتے ہیں۔ مگر عالم کی تلاش میں صرف علمے کرتے اور ڈاکٹر ہی کو زیادہ سے زیادہ جلسے میں کچھ بول لینے کو معیار بنالیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اپنی ذمہ داری سے بُری نہیں۔ اس نے جو اب میں کوئی غلطی کی تو آپ بھی اس کے مجرم قرار پائیں گے۔ (وحدت امت ص ۹۷)

اس لئے علماء میں بھی اس کی تعلیم کے ساتھ اس کی زندگی بھی دیکھیں کہ کس کی زندگی سنت کے مطابق زیادہ ہے کس کی کم، کس میں دنیا کی طمع ہے اور کون آخرت کی طرف زیادہ راعن ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی دیکھیں کہ ان میں بھی دینداری، خوفِ خدا، اتباعِ سنت، آخرت کی رغبت ہے یا نہیں۔ ان سب چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد جس پر اعتماد زیادہ ہو اس کا اتباع کریں۔ مگر احترام دوسرے علماء کا بھی لازم اور ضروری ہے۔ نہ یہ کہ دوسرے علماء کی شان میں گستاخیاں کرنے لگیں کہ یہ انتہائی خطرناک ہے۔ جیسا کہ آج کل عام طور پر ہو رہا ہے کہ اپنے مخالف عالم کو فاسق فاجر تک کہنے سے نہیں چوکتے بلکہ اب تو اس کے ایمان تک پر حملے کئے جاتے ہیں۔

فَالْيَا لَلْمُشْتَكِي

قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ
مؤقّدہ تحریر فرماتے ہیں :-

وہ عوام نے مسائل میں رائے زنی کو خواہ مخواہ اپنا مشغلہ بنا لیا۔ ان کو اہل
علم کے اختلاف میں حکم بننے کی کیا ضرورت ہے کہ ان کے علمی ابکات، ان کے
علمی دلائل سمجھنے کی اہلیت نہیں۔ لیکن ان میں محاکمہ اور فیصلے یہ حضرات
فرمانے لگے، حالانکہ ان کا کام یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس کے ساتھ حسن
عقیدت ہو تجربہ سے اس کا دیندار تجربہ کار رہونا اور اللہ والا ہونا ثابت
ہو چکا ہو اس کا اتباع کرتے۔ لیکن یہ تو جب ہوتا جب عمل مقصود ہوتا۔
یہاں مقصود ہی نزاع ہے۔ اس جگہ اور اس تقریر میں ان کو لطف بھی
نہیں آتا جس میں دوسروں پر سب و شتم نہ ہو، دوسروں پر تنقید نہ ہو، دوسروں
کی پگڑیاں نہ اُچھالی جاتی ہوں۔ جس جگہ میں سیدھی سیدھی دین کی
باتیں بیان کی جائیں وہ جگہ نہایت پھیکا اور بے مزہ ہے۔ وہ وعظ ہی
نہیں تقریر جانتا ہی نہیں۔ ماہر تقریر وہی ہے جو مخالفین کو کھری کھری
سنائے۔ (الاعتدال ص ۱۱)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-

”حالانکہ اتباع کا منصب یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس سے عقیدت
ہو اس کا عالم باعمل ہونا محقق ہو جائے اس کے ارشادات پر عمل ہو۔ لیکن
ہم لوگوں میں باوجود ادعائے محبت و عقیدت عمل تو نادر ہے۔ ساری محبت
کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بڑے کی حمایت میں دوسروں کے بڑوں کو گالیاں دیں۔
کلام اللہ شریف میں جس کی تعلیم مسلمان کا ایمان ہے وہ تو اس بارے میں
اتنا سخت کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ

عَدُوًّا بَغِيضٌ عِلْمٌ (س انعام ۱۳) ارشاد ہے کہ تم گالیاں نہ دو ان (معبودوں) کو جن کو یہ مشرک اللہ (کی تو حید) کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔ (اور عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ تمہارے ایسا کرنے سے) پھر وہ لوگ بوجہ جہل کے حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

قرآن پاک تو دوسروں کے بتوں کو گالیاں دینے کی بھی ممانعت کرتا ہے لیکن اس کے اتباع کے دعویداروں کا یہ عمل کہ ان کا کوئی جلسہ کوئی جلوس بھی دوسروں کی بربادی کے نعروں سے ان کے اکابر پر سب و شتم سے خالی نہیں ہوتا، آج کل ہر جماعت کا معظم علی بجائے اپنی تعمیر اپنی تقویت اور عمل کی تدابیر کے دوسروں کی تخریب، ان کو گالیاں دینا، مُردہ باد کے نعرے لگانا بن گیا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس کی شکایت بھی ہر فریق کو ہے کہ مسلمان تباہ ہو گئے، برباد ہو گئے، خود ہی ہر فریق دوسرے مسلمانوں کی بربادی کی دُعا نہیں کرتا ہے اور خود ہی اس کا رونا روتا ہے کہ مسلمان برباد ہو گئے۔

فَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ (الاعتدال ص ۲۱)

بزرگوں کی شان میں گستاخی کا وبال | چہ جائیکہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینا، بُرا بھلا

کہنا کہ اس میں اپنا ہی کچھ بگاڑنا ہے، کسی کا کیا نقصان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ (مشکوٰۃ، بخاری وغیرہ) جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔ تم خود سمجھ لو کہ اللہ جل جلالہ سے لڑائی کر کے دنیا میں کون شخص فلاح پاسکتا ہے اور آخرت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

اور یہ مضمون کئی حدیثوں میں مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف الفاظ سے اس پر متنبہ فرمایا ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جس شخص نے میرے کسی ولی کو ستایا وہ میرے ساتھ لڑائی پر اُتر آیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کے لئے سامنے اُتر آیا (فتح الباری) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ لڑائی کے لئے مقابلہ کرتا ہے۔ (حاکم، مستدرک) ایک روایت میں ہے جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کے لئے مقابلہ میں آتا ہے۔ میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضبناک شیر (دُرّ منثور)

کتنا سخت اندیشہ ناک معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جس کی لڑائی ہو اس کا بھلا ٹھکانا کہاں۔ اور پھر اگر اس کے معادضہ میں ہاتھ پاؤں لٹ جائیں، ناک کان، آنکھ جاتے رہیں تب بھی سہل ہے کہ دنیا کی تکلیف بہر حال ختم ہونے والی ہے اور اس نوع کے نقصان سے توبہ کی اُمید ہے لیکن خدا نخواستہ کوئی دینی نقصان پہنچ جائے کسی بددینی میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہو۔ ائمہ نے کہا ہے کہ گناہوں میں کوئی گناہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے کرنے والے کو اللہ جلّ شانہ نے اپنے ساتھ لڑائی سے تعبیر فرمایا ہو۔ بجز اس گناہ کے ۲ اور سود کھانے کے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا گناہ بہت ہی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اور ان لوگوں کے سورِ خاتمہ کا اندیشہ ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صاحبِ مظاہر حق نے بھی یہی لکھا ہے کہ اللہ سے بندہ کی لڑائی دلالت کرتی ہے خاتمہ بد ہونے پر۔ ایک مسلمان کے لئے خاتمہ بالآخر ہونا انتہائی

مرغوب اور لازوال نعمت ہے۔ اور اس چیز سے خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تم ہی سوچو کہ کتنی خطرناک چیز ہوگی۔

شیخ احمد کا ارشاد

شیخ احمد نے جامع الاصول میں لکھا ہے اُن حضرات صوفیاء پر انکار کرنا جو سنت کے متبع ہوں اور بدعت کے توڑنے والے ہوں۔ بالخصوص وہ حضرات جو علم نافع اور عمل صالح رکھتے ہوں اور معارف و اسرار کے حامل ہوں زہر قاتل ہے اور بڑی ہلاکت ہے۔ بڑی سخت وعید اس بارے میں وارد ہوئی ہے اور یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دل میں اللہ جل جلالہ سے اعراض ہے اور وہ امراض سے بھرا ہوا ہے۔ ایسے شخص کے خاتمہ کے خراب ہونے کا (معاذ اللہ) اندیشہ ہے (الاعتدال ص ۱۸۱) اس کے بعد حضرت شیخ المشائخ نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:-

ایک نصیحت

”بہر حال میں اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو خاص طور سے عنوقہ کرتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں کہ وہ اللہ والوں سے ذرا بھی دل میں کدورت نہ رکھیں ورنہ مجھ سے تعلق نہ رکھیں۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ہمیشہ اس کی خصوصیت سے تاکید فرمایا کرتے تھے“ (حوالہ بالا)

امام ابوتراب بخشی کا ارشاد

علامہ شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوتراب بخشی جو مشائخ صوفیہ میں ہیں یہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعراض کرنا اس کا فتنہ اور ساقی بن جاتا ہے۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا ہے تو

وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔

جوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں برد (الاعتدال ص ۱۸)

حضرت شیخ علی خواص جو مشہور اولیاء میں ہیں افراتے

شیخ علی خواص کا ارشاد

ہیں کہ اپنے آپ کو اس چیز سے نہایت محفوظ رکھنا کہ کسی ایسے شخص کی بات پر کان دھو جو علماء یا مشائخ صوفیہ پر (بلا کسی شرعی وجہ کے) اعتراض کرتا ہو کہ اس کی وجہ سے تم اللہ جل شانہ نگاہ حفاظت سے گرجاؤ گے اور اللہ کی ناراضی اور عرصہ کے سزاوار ہو گے (طبقات کبریٰ)

شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ

اولیاء اللہ کی محبت

افضل کوئی عبادت نہیں ہے کہ ان کی محبت اللہ جل شانہ کی محبت کی علامت ہے۔ (نزہۃ السائین)

اس لئے تمہیں خاص طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ والوں سے جتنی محبت اور تعلق پیدا کر سکو اس میں ذرا کمی نہ کرنا۔ امید ہے کہ میری یہ نصیحت قبول کرو گے۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند

جو انان سعادت مند پسند پیر دانا را!

اہل اللہ سے جتنا تعلق اور محبت پیدا ہو سکے وہ اکسیر ہے دونوں جہاں میں کام آئیولی چیز ہے۔

دست درد امن مرداں زن و اندیشہ کن

ہر کہ بالوح نشیند چہ غم از طوفانش (الاعتدال ص ۱۹)

علمائے حق کی اہانت

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-
البتہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ علمائے حق

کے درپے آزار ہیں ان کی اہانت و تذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں وہ غالباً بلکہ یقیناً علماء کی بہ نسبت اپنا نقصان زیادہ کر رہے ہیں۔ علماء کا تو زیادہ سے زیادہ یہ نقصان کریں گے کہ کچھ دُنیاوی متاع میں شاید نقصان پہونچا سکیں بشرطیکہ وہ مقدر میں کچھ کمی کر سکنے پر قادر ہوں یا دنیوی عزت و جاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے نقصان پہونچا سکیں گے مگر یہ لوگ اپنے کو برباد کر رہے ہیں اور اپنا دینی نقصان کر رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کی قدر نہ کرے۔ (ترغیب)

اس ارشاد نبوی کے بعد علماء کو علی العموم گالیاں دینے والے بُرا بھلا کہنے والے اپنے کو اُمت محمدیہ میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن صاحب اُمت ان کو اپنی اُمت میں شمار کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو منافق کے سوا کوئی شخص ہلکا (اور ذلیل) نہیں سمجھ سکتا۔ ایک وہ شخص جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو گیا ہو، دوسرے اہل علم تیسرے منصف بادشاہ (ترغیب)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَعْدُ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً اَوْ مُسْتَمِعاً اَوْ مُحِبّاً وَلَا تَكُنْ الْخَامِسَ فَتَهْلِكُ (مقاصد حسنہ جامع) کہ تو یا عالم بن یا طالب علم یا علم کا سننے والا یا (علم اور علماء) سے محبت رکھنے والا بن، پانچویں قسم میں داخل نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ حافظ

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ پانچویں قسم سے مراد علماء کی دشمنی ہے اور ان سے بغض رکھنا۔

حفاظ اور علماء کا مقام

ایک حدیث میں وارد ہے:-

قرآن شریف کے حاملین یعنی (حفاظ اور علماء) قیامت کے دن جنت والوں کے چودھری ہوں گے۔

حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَاءُ أَهْلِ
الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(رواہ الطبرانی)

ایضاً

دوسری حدیث شریف میں وارد ہے:-

حاملین قرآن اللہ کے ولی ہیں جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو ان سے دوستی کرتا ہے وہ اللہ سے دوستی کرتا ہے۔

حَمَلَةُ الْقُرْآنِ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ مَنْ
عَادَاهُمْ عَادَى اللَّهَ وَمَنْ
وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللَّهَ
(رواہ الدیلمی)

خطیب بغدادی نے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر فقہار (علماء)

امام اعظمؒ کا ارشاد

اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی ہے ہی نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد

فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی فقیہ (عالم) کو اذیت پہنچائے اس نے لاسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے اس نے اللہ جل جلالہ کو اذیت پہنچائی۔

علماء کی غیبت

حافظ ابوالقاسم بن عساکرؒ فرماتے ہیں:-

”علماء کے گوشت (یعنی غیبت نہایت زہریلے

ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے) کہ جو لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں) جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کُشائی کرتا ہے اس کے مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہ اس کے دل کو مُردہ بنا دیتے ہیں۔ (الاعتدال ص ۵۱)

علماء سے بُغض

فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں میں کثرت سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ علم سے اور علماء سے بُغض و نفرت

سخت اندیشہ ناک ہے۔ فتاویٰ عالمگیر یہ میں نصاب سے نقل کیا ہے:-

مَنْ أَبْغَضَ عَالِمًا مِنْ عَنِيرِ
سَبَبٍ ظَاهِرٍ خِيفَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ

جو شخص کسی عالم سے بلا کسی ظاہری سبب کے بُغض رکھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے

ظاہری سبب سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شرعی وجہ اور دلیل اس بات کی ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بلا کسی شرعی وجہ کے ایسا کرنا سخت اندیشہ ناک ہے

ایسی صورت میں کہ جب اندیشہ ناک صورت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ کیا ضروری نہیں کہ ہر شخص اس چیز میں خصوصی احتیاط برتے۔ کسی عالم کے قول کو

رد کرنے کا حق ضرور حاصل ہے اس کی تردید ضرور کی جاسکتی ہے مگر جب ہی جب اس کے قول کے بالمقابل تردید کا شرعی سامان موجود ہو اس کے قول

کے خلاف نصوص شرعیہ موجود ہوں اور رد کرنے والا نصوص سے استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ میرا مقصود ہرگز نہیں ہے کہ عالم جو بھی کہے

وہ صحیح ہے۔ اور اس کے قول پر رد اور انکار نہ کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے قول پر رد نہ کیا جاسکے

یا اس کے اقوال و افعال میں غلطی کا احتمال نہ ہو بے شک ہے اور ضرور ہے لیکن رد کرنے کے واسطے اور غلطی پکڑنے کے واسطے بھی شریعتِ مطہرہ میں حدود قائم ہیں اس کے درجات ہیں اس کے قواعد اور آداب ہیں تا وقتیکہ ان سے اقفیت نہ ہو رد کرنے کا حق بھی کسی کو نہیں ہے۔ (الاعتدال ص ۱۵)

پس کسی بھی عالم اور بزرگ کی شان میں گستاخی کرنے سے اپنے آپ کو بہت زیادہ بچائیں کہ اس کا وبال آخرت میں تو ہو گا ہی بعض دفعہ دنیا میں بھی اس کا سخت وبال ہوتا ہے۔

ادنیٰ مومن کی دل آزاری | بلکہ ہر ادنیٰ مومن کی دل آزاری اور ایذا

دہی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (بانی تبلیغ) نور اللہ مرقدہ کا مقولہ ہے: "کسی ادنیٰ مومن کی دل آزاری بھی بڑے سے بڑے عمل کو بے رونق بنا دیتی ہے۔"

سیدی حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم سے یہ مقولہ بارہا سنا ہے۔ اور جب ادنیٰ مومن کی دل آزاری کا یہ حال ہے تو علماء کرام اور اکابر اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی اور ان کی دل آزاری کا کیا حال ہو گا۔ باطنی اور روحانی ترقی سے محروم کر دیا، تو اس کا ادنیٰ اگر شتمہ ہے جس کا انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔

حضرت مدنیؒ کی شان میں گستاخی کا وبال | سیدی حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجاہد سے

بارہا سنا کہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ ٹرین میں کچھ لگیوں نے گستاخیاں کیں ڈاڑھی میں شراب ڈال حضرت مدنیؒ نے کچھ نہیں فرمایا اور ساتھیوں سے بھی فرما دیا خبردار! کوئی کچھ نہ کہے کر لینے دو ان کو جو انکے جی میں ہے۔ ایک شخص نے حضرت قدس سرہ کی ٹوپی اتار کر بیروں میں روندنا اور حضرت قدسؒ

کے سامنے ننگا ہو کر ناچا۔ حضرت قدس سرہ نے کچھ نہیں فرمایا۔ مگر زیادہ وقت نہیں گزرا کہ مخالفوں نے اس کے گھر چھاپا مارا اور اس کے سامنے اس کی گھر کی عورتوں کو دنگا کر کے بنایا وہ شخص کہتا تھا کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کی سزا ہے۔ (اللہم! حفظنا منہ)

ایک عورت کو جانکئی کی تکلیف | سہارنپور میں ایک عورت حضرت اقدس مدنی اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

کو برا کہا کرتی تھی۔ انتقال کا وقت آیا بے چینی اور پریشانی میں تین روز گزر گئے۔ روح نہیں نکلتی۔ کچھ حصہ کی روح نکل گئی باقی حصہ کی نہیں نکلتی۔ کسی کو خیال ہوا اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے آکر اس کی طرف سے صورت حال بتا کر معافی طلب کی حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا ”میری طرف سے بھی معاف حضرت مدنی رحمہ کی طرف سے بھی معاف“ ابھی شخص واپس نہیں پہونچا کہ اس کی مشکل آسان ہو گئی۔ (روح نکل گئی)

اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَغَضَبِ حَبِيبِكَ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
وَعَنْ غَضَبِ أَوْلِيَائِكَ بِحُرْمَةِ حَبِيبِكَ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَبِحُرْمَةِ أَوْلِيَائِكَ
وَنَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيبِكَ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَحُبَّ أَوْلِيَائِكَ
بِحُرْمَةِ حَبِيبِكَ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَبِحُرْمَةِ أَوْلِيَائِكَ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بِحُرْمَةِ حَبِيبِكَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .

محمد فاروق عفا اللہ عنہ دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ

مقیم حال چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند
۱۲ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ